

شاہ ولی اللہ اور اُن کی سیاسی تحریک

عزبِ امامِ ولی اللہ دہلوی
کی
اجمالی تاریخ کا مقدمہ

از ۱۲۹۱
حضرت مولانا عبید اللہ سندھی

مطبوعہ
دین محمدی پریس لاہور

ناشر:
کتاب خانہ پنجاب لاہور

قیمت چھ روپے

۱۹۴۲ء

بار اول

فہرستِ مضامین

۷	عرضِ مال
۹	اجمالی فہرست
۱۱	عرضِ مرتب (حاشیہ)

حزبِ ملی اللہ کا پہلا دور

۱۳	حکیم الہند امامِ دہلی اللہ
۱۳	شاہِ دہلی اللہ کا نام
۱۵	شاہجہان کے دار الخلافہ کے پہلو میں ایک بیتِ حکمتہ دشاہِ عظیم
	کا مدرسہ (تجربہ)
۱۵	۱۶۹۱ء میں دہلی میں ایک عالمگیر انقلاب کی تاسیس سلطان عالمگیر
	کے تحت پرچمِ شاہ کا جلوس اور مدرسہِ جمعیۃِ حکیم الہند امامِ دہلی اللہ کی
	مستند لیس پر جلوہ افروزی
۱۶	حکیم الہند نے قرآنِ عظیم کے ترجمہ و حکمتِ عملیہ اور اشراقِ قلبی کو علمی حقائق کی نقیشتیں
	کا ذریعہ بنایا
۱۹	۲۔ حکیم الہند بارہ سال تک علمی حقائق اور دہلی کی سوسائٹی کے مطالعہ
	میں مصروف رہے۔
۲۱	۳۔ اصلاحی پروگرام کے اساسی اصول

ب

- ۲۲ - - - - - اجماع قرآن کی نئی تشریح ..
- ۲۲ - - - - - ملت کے اخلاق کا مدار اقتصاد کی توازن ہے -
- ۲۳ - - - - - علم حدیث کی تکمیل کے لئے مفرحجاز -
- ۲۴ - - - - - انقلاب کے لئے کس درجے کا اجتہاد ضروری ہے؟ -
- ۲۶ - - - - - ۵۔ الہامی خواب -
- ۲۷ - - - - - اس الہام کی تفسیر فک کل نظام -
- ۲۸ - - - - - حکومت کے نظام کی تجدید -
- ۲۹ - - - - - دینی اجتماعی نظام کی تجدید -
- ۳۰ - - - - - اس تجدید کے ساتھ ایک طویل سلسلہ باہمی قتل کا فردی ہے -
- ۳۰ - - - - - فتح الرحمن ترجمہ قرآن کے حاشی میں اجمالی پروگرام -
- ۳۱ - - - - - انقلابی پروگرام متحدہ بارشکت کھا کر کامیاب ہوتا ہے -
- ۳۲ - - - - - شیخ الہند کی رنجائی سے نئے پروگرام کی تاسیس -
- ۳۳ - - - - - نیشنل کانگریس اس وقت ڈومنین سٹیٹس سے آگے نہیں جاسکتی -
- ۳۴ - - - - - ہندوستانی فوجوں جیت تک قرآن حکیم کی تفسیر میں حکیم الہند کو امام مان کر
- ۳۴ - - - - - انسانیت کو اپنا نصب العین نہیں بنانا۔ پریشانی راحی سے نجات نہیں مل سکتا
- ۳۵ - - - - - حکیم الہند کی تجدید دراصل ایک پارٹی پروگرام ہے۔ مخالف پارٹیوں کا مظاہرہ
- ۳۶ - - - - - ہندوستان میں قرآن حکیم کا پہلا فارسی ترجمہ شیر شاہ سودی کے استاد نے
- ۳۶ - - - - - کیا تھا جس کا مطلع نظر بلاغت کا اعجاز تھا۔ دوسرا ترجمہ امام ولی اللہ دہلوی
- ۳۷ - - - - - لکھے جس کا نصب العین حکمت کا اعجاز ہے۔
- ۳۸ - - - - - امام ولی اللہ کی تصانیف میں جس قدر قواعد کلیہ ہیں وہ ان کے فلسفے کا
- ۳۸ - - - - - متن ہیں اور جس قدر مسائل شرعیہ ہیں وہ مثالیں ہیں۔

- حکیم احمدؒ سیود و نصاریٰ کے رہبانوں کو اور یونان، فارس اور ہند ۳۹ کے حکماء کو اپنی دعوت میں یکساں خطاب کرتے ہیں۔
- دہلی ایک ایسا مرکز ہے جہاں سے بین الاقوامی دعوت کا انتظام ہو سکتا ہے ۴۰
- دہلی نے حکیم احمدؒ کو اپنا امام مان لیا۔ ۴۱
- ہر مسٹر رحیمیہ سے دہلی کاٹچ۔ ۴۲
- حکیم احمدؒ کا پیرگرام چلانے والی مرکزی کمیٹی۔ ۴۳
- مولانا محمد عاشق۔ ۴۴
- مولانا محمد امین۔ ۴۵
- مولانا نور اللہ۔ ۴۶
- مرکزی کمیٹی کی شاخیں پنجاب آباد کا مدرسہ۔ ۴۷
- رائے برہی کا تکیہ شاہ علیہ الرحمہ۔ ۴۸
- ٹھٹھ میں ملا معین بھندھی کا مدرسہ۔ ۴۹
- عارف بیدہ شاہ عبداللطیف بھٹائی۔ ۵۰
- معمر کربانی پت۔ ۵۱
- امام ولی اللہ کے افکار مخصوصہ میں سے پہلا نظریہ۔ ۵۲
- قرآن عظیم کا انٹرنیشنل انقلابی نظام مستحق اور ناقابل تفتیح ہے۔
- دوسرا نظریہ۔ قرآن پر عمل کا پہلا دور جو قبۃ عثمان پر ختم ہوتا ہے فقط ۵۵
- وہی زمانہ خیر القرون کا مصداق ہے۔
- اس کا نتیجہ ہے کہ موطا امام مالکؒ، اصح الکتب بعد کتاب قرآن پائیگی ۵۶
- تیسرا نظریہ۔ قرآن عظیم کا تمام ادیان پر غلبہ خیر القرون میں متحقق ہوگا ۵۷
- ہے اس کی تکمیل کے لئے کسی نبی یا ولی کا انتظار غلط ہے۔

چوتھا نظریہ انسانیت کی فلاح چار اخلاق سے وابستہ ہے۔ تمام ادیان ۶۲
انہی اخلاق کی تلقین کرتے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ کوئی دینی تعلیم کسی
حکومت کو طاقت نہیں دیتی کہ وہ اقتصادی نظام کو ایسا بنادے جس کے
ایک اجتماع ان اخلاق کے لئے وقت نہ نکال سکے۔ - - -

پانچواں نظریہ: سقزائی انقلاب پر عمل کرنے کے لئے عرب اول یمنی مہاجرین ۶۸
اور انصار کا نمونہ سامنے رکھنا ضروری ہے۔ - - -

سجدہ معترضہ بر حکیم الہند کے چوتھے طریقے کا کابل مارکس کے انقلابی ۶۹
پروگرام سے مقابلہ۔ - - -

سراج الہند امام عبدالعزیزؒ - - - ۷۱

شاہ عبدالعزیزؒ کی امامت - - - ۷۲

امام عبدالعزیزؒ کا الہامی خواب - - - ۷۶

سراج الہند کا پشتہوسیکھنا - - - ۷۸

اس زمانے میں جو مقصد شیعہ سے وابستہ تھا۔ اب یورپین زبانوں کے سوا ۷۹
پورا نہیں ہو سکتا۔ - - -

کچھلے پچاس سال میں جن ہندوستانیوں نے انگریزی سیکھی اُن کو ضرر ۸۰
زیادہ پہنچا۔ اب کاشتکار کو اگر یورپین سپاہی بنا دیا جائے گا تو اس سے
نفع زیادہ ہو گا۔ - - -

دینی حفاظت کا اصلی پروگرام - - - ۸۲

معمر کہ پانی پت سے متوقع قائدہ حاصل نہیں ہوا - - - ۸۳

حکیم الہند کے الہامی خواب کے ایک حصے کی تفسیر شاہ اور احمد شہ کے حصے ۸۴

سراج الہند نے اجتماعی نظام میں انقلاب کا فیصلہ کیا۔ سلطنت کی ذرا سی ۹۲
امرا سے عوام کی طرف منتقل کرنے کی تنظیم شروع کر دی۔ - - -

- قومی حکومت کی تاسیس ۹۲
- جبلہ معترضین ایک تاریخی مثال عباسی غلامیں - قانونی حکومت کی تنظیم کے لئے امام ابو یوسفؒ ۹۳
- اور امام ابو یوسفؒ کی مساعی ۹۴
- امام ولی اللہ دہلویؒ کی تجدید نظام حکومت میں امام عبد العزیزؒ نے امام ۹۵
- ابو یوسفؒ کا کام کروکھایا ۹۶
- اگر امام عبد العزیزؒ کا اتباع نہ کیا گیا تو کوئی شرعی نظام مسلمانان ہند میں ۹۷
- قائم نہیں ہو سکتا ۹۸
- سراج الہند کی تمام مساعی حکیم الہند کے پروگرام کی تکمیل ہیں - فتح العزیز ۱۰۰
- فتح الرحمن کا مقدمہ ہے - اور تحفہ اثنا عشریہ - ازالة الخفاء کا - ۱۰۱
- تحفہ اثنا عشریہ کی ضرورت ۱۰۲
- جملہ معترضہ شیخی تخریبک سلمانوں کو قرآن عظیم سے غافل بناتی ہے اور یورپین ۱۰۳
- قومیں قرآنی انقلاب سے استفادہ کر رہی ہیں ۱۰۴
- سراج الہند نے المستوی کو داخل درس بنا کر اپنے تجدیدی نظام حکومتی ۱۰۵
- کے لئے ایٹھحققین کا ایک طبقہ تیار کر دیا جو قضاء و افتاء کا منصب نبھال سکتا ۱۰۶
- سراج الہند نے اپنے فوجواں کو مہاجرین اولین کی سیرت کی پابندی سکھا کر ۱۰۷
- انہیں حکیم الہند کے انقلاب کا داعی بنا دیا ۱۰۸
- حکیم الہند کے انقلاب کے لئے فوجوان داعی (دعاة حزب) ۱۰۹
- سراج الہند کی مرکزی کمیٹی ۱۱۰
- الامیر الشہید مصطفیٰ حریہ کے امیر ہیں ۱۱۱
- سراج الہند کے بعد الصدر انجمیہ مصلوۃ حریہ (پارٹی پامیکس) کے امیر ہیں ۱۱۲
- سراج الہند کی مرکزی کمیٹی کے اہمال ۱۱۳
- مولانا رفیع الدینؒ ۱۱۴

- مولانا محمد سلیمان شہیدؒ - - - - - ۱۶۰
- مولانا عبد القادرؒ - - - - - ۱۶۱
- مولانا عبد الحیؒ - - - - - ۱۶۱
- دقیقۃ الایمانؒ - - - - - ۱۶۳
- سراج الہند اشائیل کی مرکزی تقویت کے لئے دہلی کو نہیں چھوڑتے ۱۶۴
- خالد کدی - - - - - ۱۶۵
- حکیم الہند اور سراج الہند اپنا خصوصی مسلک رکھتے ہیں - ۱۶۶
- حکیم الہند کی تحریک اور نجدی تحریک میں فرق - ۱۶۹
- ایشخ ابراہیم کدی مدنیؒ - - - - - ۱۷۱
- دقیقۃ الایمانؒ اور کتاب "التوحید" کا فرق - ۱۷۳
- حکیم الہند اور نجدی تحریکوں کے تفارق پر نواب صدیق حسن خاں کی شہادت ۱۷۵
- امام شوکانیؒ - - - - - ۱۷۸
- مولانا محمد سلیمان شہیدؒ اور امام شوکانیؒ کا اصولی اختلاف - ۱۷۹
- حکیم الہند کے لئے مسلف صالح امام ربانی شیخ احمد سرہندی ہیں - ۱۸۱
- سراج الہند کی مرکزی کمیٹی ہیں ایک امیر المجاہدین کا اضافہ - ۱۸۳
- الامیر الشہید السید احمدؒ کی تعلیم و تربیت - ۱۸۳
- الامیر الشہیدؒ کی فطری اور العززی - ۱۸۶
- الامیر الشہیدؒ کی تربیت عسکری - ۱۸۷
- الامیر الشہیدؒ کی حکومت موقتہ - ۱۸۸
- جملہ معترضہ، ڈکٹیٹر، بورڈ، سہ ساشی اور پارلیمنٹ کے بیان میں ۱۵۱
- سراج الہند نے دو بورڈ بنائے عسکری امور کے لئے الامیر الشہیدؒ کا بورڈ ۱۵۳
- اور تنظیمی امور کے لئے الصدر المجید کا بورڈ - - - - -

- سراج المندھ نے امام محمد اسحاق کو اپنا جانشین بنایا۔ ۱۵۵
- حزب الامام ولی اللہ دہلوی کی اس سے مصلحت امام محمد اسحاق سے متعلق ۱۵۶
- رہے گی اور سیاسی سرداری امیر شہید سے ۱۵۷
- مولانا عبدالحی کے اسوجہ سے امیر شہید کی شخصی و دیگر شہادت نام نہیں ہوگی ۱۵۸
- ہند میں امیر شہید کی امامت پر ریت ہوئی ۱۵۹
- امیر شہید کی امارت و دیگر شہادت میں تبدیل ہوگئی ۱۶۰
- نجدی اور یمنی افکار کا حکیم الامت کی پارٹی میں اختلاف ۱۶۱
- جملہ مغرضہ: اس اختلاف کا منشا وہ تحریک ہے جو مولانا محمد اسماعیل شہید نے ۱۶۲
- ”حجۃ الاسلام“ پر عمل کرنے والی ایک جماعت میں بنائی تھی اور وہی چھوٹے ۱۶۳
- سے پہلے اس کا پروگرام چھوڑ چکے تھے ۱۶۴
- اس پرانی جماعت کے بعض افراد جو نجد میں رہ چکے تھے وہ اس مصلحت ۱۶۵
- کی پابندی سے انکار کرتے رہے جس کے لئے وہ جماعت توڑ دی گئی تھی ۱۶۶
- جملہ مغرضہ: ایک نیشنل پارٹی جو انٹرنیشنل بھان رکھتی ہے ایسی پارٹی کے ۱۶۷
- ساتھ نہیں چل سکتی جو خالص انٹرنیشنلسٹ ہو ۱۶۸
- افغان اور ہندوستانیوں کی کشیدگی نکاح کے معاملات میں ۱۶۹
- افغان اور ہندوستانیوں میں اختلاف امیر شہید کی آمریت سے ۱۷۰
- امیر شہید کو ذہر دیا گیا ۱۷۱
- ہم ہندوستانی بننا کا بل میں کیسے ۱۷۲
- ہند کی اقبانوں سے لڑائیاں ۱۷۳
- فتح پشاور ۱۷۴
- امیر شہید کا استبدادی قبضہ اور پشاور کی واپسی ۱۷۵

- ۱۷۰ شکست خورد وہ افغانی خاندان کا انتقام تنگ افغانی کی صورت میں ..
- ہندوستانی مجاہدین کا قتل عام
- ۱۷۱ امیر شہید کا کشمیر جاتے ہوئے بالاکوٹ میں قیام
- ۱۷۱ معرکہ بالاکوٹ میں امیر احمد الامیر اور مولانا محمد اسماعیل اور شاہ عبدالرحیم
- افغانی کی شہادت
- ۱۷۲ حکیم الهند کی تحریک پر ایک صدی گز گئی
- اس تحریک کے پہلے دور پر بہار، بصرہ، جوڑا، مسوئی کے ساتھ مکہ معظمہ میں چھپک ہے ۱۷۳
- چالاک تاریخ نویس پہلے وعدہ کے خاتمے پر تحریک کو ختم کر دیتا ہے .. ۱۷۵

عرب ولی اللہ کا دوسرا دور

- (الصدر امجد مولانا محمد اسحاق سے شیخ الهند مولانا محمود حسن دیوبندی تک)
- ۱۷۸ اس دور کی خصوصیات جنفی مذہب کی سختی سے پابندی اور ترکی سلطنت سے
- سیاسی اتصال
- ۱۸۱ تحریک کا پہلا مرکز دہلی قرار پایا۔ مولانا مملوک علی کی ریاست میں مرکز کی کھڑی
- ۱۸۱ کا قیام
- ۱۸۱ مولانا مملوک علی
- ۱۸۲ مولانا مظفر حسین
- ۱۸۳ مولانا امداد اللہ
- ۱۸۴ ترکی سلطنت سے اتصال کے اسباب
- ۱۸۵ دہلی کی شاہی حکومت کے زوال پر تحریک کا مرکز دیوبند بن گیا
- ۱۸۶ دیوبندی جماعت کا سیاسی مسلک

- مولانا محمد قاسم ۱۸۶
 مولانا رشید احمد ۱۸۷
 مولانا محمود حسن ۱۸۸
 جملہ محترفہ: دوسرے دور میں تحریک دو حصوں میں منقسم ہوئی، احمد الحمید ۱۸۹
 کی جماعت جو دیوبندی کہلاتے ہیں، مولانا ولایت علیؒ کی جماعت جو صادق پوری
 مشہور ہیں، مولانا تاج الدین اور نواب صدیق حسن صادق پوری پاریٹی سے
 تعلق رکھتے ہیں۔
 مولانا تاج الدین حسین دہلوی ۱۹۰
 نواب صدیق حسن خاں ۱۹۱
 مولانا ولایت علیؒ کی پاریٹی کے متعلق مولانا شمس الحق کی تصریح .. ۱۹۲
 مجاہدہ دہلی میں احمد الحمید کی پاریٹی میں اشتقاق ۲۰۰
 مولانا شیخ محمد قاضی ۲۰۱
 جملہ محترفہ: ارجحی عناصر سے پاریٹی کو صاف رکھنا سب سے پہلا کام ہے۔ ۲۰۲
 مولانا محمد قاسم کے زمانے سے مرکز حجاز سے دیوبند کو منتقل ہو گیا ۲۰۳
 بچے دور کے معارف حنفی فقہ کی پابندی سے شائع کرنا اور کابل دستاویز
 میں اپنا سیاسی وقار قائم رکھنا دیوبندی حزب کا اساسی مسئلہ ہے۔ ۲۰۴
 دوسرے دیوبند حکومت انگریزی کے مصالح سے بغیر جانبداری مرتے گا۔ ۲۰۵
 دوسرے دیوبندی تاریخ کا پہلا دور مولانا رشید احمدؒ کی وفات پر ختم ہوا ہے ۲۰۶
 دوسرے دور شیخ ابند مولانا محمود حسن کی ریاست میں ۳۲ھ سے ۳۳ھ ۲۰۷
 تک جس حکیم احمد کی تحریک کا دوسرا دور ختم ہو گیا۔ -
 حزب دلی لٹک کا دوسرا دور اگر امام حمید الحزین کے وفات سے شروع کیا جائے ۲۰۸
 تو شیخ ابند کی وفات پر ایک صدی پوری ہوئی۔ -

- ۲۰۹ مولانا شیخ الہند کا پہلا کام شکر الہ نصاریٰ تنظیم - - -
- ۲۱۰ مولانا شیخ الہند کا دوسرا کام درجہ تکمیل کا افتتاح جس میں امام ولی اللہ کی نصیحت اور مولانا محمد قاسم کی کتابیں نصاب بنا کر پڑھائی جائیں گی - - -
- ۲۱۰ مدرسہ دیوبند کو دارالعلوم بنایا دارالحدیث کو اس کا مرکزی کالج قرار دیا
- ۲۱۰ حزب عمومی میں جمعیت الانصار کے توسط سے اپنی پارٹی کی پوری طاقت کو خلافت اسلامیہ کی تائید میں استعمال کرنے کا فیصلہ کیا - -
- ۲۱۱ مولانا شیخ الہند کی مذہبی تحریک سے دنیا کی انقلابی تحریک اور ہند کی تحریک آزادی متاثر ہوئی اس پر مستقل کتب انگریزی میں لکھی جائیں گی۔
- المصدقہ امجد نے عربیہ امام ولی اللہ کے دوسرے دور کو دولت عثمانیہ کے اشتراک سے شروع کیا تھا۔ دولت عثمانیہ کے زوال پر دوسرا دور ختم ہوا۔

تفسیر ادور

- ۲۱۲ دولت عثمانیہ کی شکست کے بعد مولانا شیخ الہند نے ہندوستانی تحریک کو اپنا مستقل موضوع بنالیا۔ - - -
- ۲۱۴ مولانا شیخ الہند کے ارشاد اور عمل سے ہم تیسرے دور کے لئے اپنا مستقل پروگرام مستنبط کرتے ہیں۔ - - -
- ۲۱۴ مولانا شیخ الہند اس سیاسی دور کے فاتح ہیں جو رولٹ ایکٹ کی بحیثیت کے بعد کانگریس میں انقلابی عنصر لایا۔ - - -

تحریر کتاب بحمدہ تعالیٰ

عرض حال

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ - الْحَمْدُ وَسَلَامٌ عَلَى عِبَادِهِ الَّذِينَ اصْطَفَى
 ۱۹۱۵ء میں ہم کابل پہنچے چونکہ یہ سفر ہم نے حضرت مولانا شیخ الہند
 قدس سرہ العزیز کے فیصلے کی تعمیل میں اختیار کیا تھا۔ اس لئے وہ ماہِ رجبِ ہند کا ایک
 اہم تاریخی واقعہ بن گیا۔ غالباً ڈاکٹر سراقبال خان نے "حضرت راد" میں ہمارے ہی حضور و سفر کا ذکر کیا
 ہے۔ مصرعہ -

وہ حضرت بے برگ و ساماں، وہ سفر بے سنگ و میل
 کابل میں سات برس رہ کر ہم نے اس مسئلے کے سمجھنے کی کوشش شروع کر دی۔
 کہ ہندوستان کی تاریخ کا آج کی دنیا سے کیا تعلق ہے؟ ہمیں آہستہ آہستہ محسوس ہونے
 لگا کہ ہمارے ملک میں چند نفوسِ عالیہ حقیقت شناس تو ضرور موجود ہیں جنہوں نے فراموش
 خدا واد سے تاریخ کو صحیح طور پر سمجھ لیا ہے۔ یا جنہوں نے یورپ میں رہ کر دنیا کے انقلاب
 کا مطالعہ کیا ہے۔ ورنہ عام طور پر منکر ہیں۔

میں خواب میں ہنوز، جو جاگے ہیں خواب میں

کے مصداق ہیں۔

اس کے بعد جب ہم نے یورپ پہنچ کر انقلابِ فرانس اور اسکے نتائج کا عینق مطالعہ شروع کیا تو ہمیں اضطراب کے اُس سمندر میں، جو عالمگیری کے بعد تاریخِ ہند میں موجیں مارتا تھا، روشنی کا ایک بینا نظر آیا۔ وہ امامِ ولی اللہ کی اجتماعی تحریک تھی جس کے انقلابی اصول ہم نے مکہ معظمہ میں بیڑہ کر متعین کر لئے۔

بفضلہ تعالیٰ اس قدر وسعتِ فہم پیدا ہونے کے بعد ہم امامِ ولی اللہ کی تحریک کو کارل مارکس (KARL MARX) کے نظریات (THEORIES) کے مقابلے میں دنیا کے لئے زیادہ مفید ثابت کر سکتے ہیں۔ اسکے نتیجہ کے طور پر جو انقلاب ہمارے دماغ میں پیدا ہوا، اس کا لائق اثر ہے کہ واقعہ بالاکوٹ کے بعد جس قدر نئی تحریکیں ہندوستان میں پیدا ہوتی رہیں، ان میں سے کسی ایک کو بھی ہم صحیح نہیں مانتے۔

اس وقت ہم اس اجتماعی تاریخ کے ایک مختصر مکتد کا تعارف کرنا چاہتے ہیں، جس میں امامِ ولی اللہ سے شیخ الہند تک اہم واقعات کا اشارہ ذکر کرنا ہے اسے مقدمہ تاریخِ حزبِ ولی اللہ (حزبِ ولی اللہ کی تاریخ کا مقدمہ) کہا جائے گا امامِ ولی اللہ کی فلاسفی کی حقیقت جس طرح ہم سمجھتے ہیں۔ اُسے ہم ہرگز سمجھا نہیں سکتے جب تک اس تحریک کی تاریخ نہ پڑھالیں۔ ہمارا یہ مقدمہ اس تاریخ کے لئے تمہید کا

کام مے گا۔ اصل میں یہ کام (یعنی وطنی تاریخ کی تحقیق) ہم سے ذہین نوجوانوں کا ہے اگر وہ ادھر متوجہ ہوئے۔ تو ہم سے اس فکر کی بنیاد پر ایک ہٹا دیکل لالچ کھڑی کر دیئے۔

مقدمہ تاریخ حزبِ ولی اللہ کی اجمالی فہرست

حکیم الہند امام ولی اللہ نے ۱۲۳۲ھ (۵ مئی ۱۸۱۳ء) سے دہلی کے مفاسد کو ختم کرنے کے لئے قو گلا علی اللہ اپنی دمراری پر ایک مستقل انقلابی تحریک شروع کرنے کا فیصلہ کیا۔ غالباً اس سے پانچ سال پہلے وہ اس مطلب کے لئے قرآن مجید کا فارسی ترجمہ ۱۲۳۹ھ میں شروع کرنے کا فیصلہ کر چکے تھے۔

تاریخ ہند کا یہ عظیم الشان واقعہ انقلابِ فرانس سے (۵۸) سال پہلے ہو گزرا

ہے۔

حکیم الہند نے اپنا نصب العین معین کیا اپنے پروگرام کی تدوین کی۔ جمعیتِ مرکزی بنائی اور اسکی شاخیں ملک میں پھیلیں۔ اس طرح حزبِ ولی اللہ ایک مسلم پارٹی کی صورت میں ظاہر ہوا۔ اس نے حکومتِ موقتہ (Provisional Government) بنائی۔ لیکن ۲۴ ذیقعد ۱۲۴۱ھ (۶ مئی ۱۸۲۱ء) بروز جمعہ کو بالاکوٹ کے معرکہ شہادت میں اس کا خاتمہ ہو گیا۔

اس صدی میں اس تحریک کے لئے تین امام ظاہر ہوئے اور ایک مارت منعقد

- (الف) امام ولی اللہ ۱۷۳۱ ء تا ۱۷۶۳ ء
 (ب) امام عبد العزیز ۱۷۶۳ ء تا ۱۸۲۲ ء
 (ج) امام محمد شجاع ۱۸۲۲ ء تا ۱۸۴۷ ء
 (د) حکومت موقتہ کے امیر شہید سید احمد ۱۸۲۶ ء تا ۱۸۳۱ ء۔
 اس سال اس تحریک کا پہلا دور پورا ہوا۔

اس دور میں عزت علی اللہ میں ایک ایسا انسان بھی پیدا ہوا۔ جو نہ امیر تھانہ امام
 لیکن اپنی مبارک زندگی اور شہادت سے اپنے جد امجد کی تحریک کو زندہ کر گیا۔ وہ
 مولانا محمد اسلم شہید بن عبدالغنی بن ولی اللہ ہے۔
 اس تحریک کا دوسرا دور امام محمد شجاع نے ۱۸۳۱ ء سے شروع کیا۔ آپ
 ۱۸۴۷ ء تک دہلی میں رہے۔ اور ۱۸۴۷ ء تک مکہ معظمہ میں دہلی میں انکا نائب مولانا
 مملوک علی، اُن کے بعد الامیر احمد داد اللہ بارہ برس دہلی میں رہے یعنی ۱۸۵۹ ء تک۔
 اس کے بعد مکہ معظمہ میں۔

اُن کا پہلا نائب یعنی مولانا محمد قاسم ۱۸۵۹ ء تک، پھر مولانا رشید احمد ۱۹۰۵ ء
 تک شیخ الہند مولانا محمود حسن ۱۹۲۰ ء تک۔

اس سال تحریک مذکور کا دوسرا دور ختم ہوا۔
 تیسرے دور کو مولانا شیخ الہند نے ۱۹۰۵ ء سے تقوڑا عرصہ پہلے شروع کیا
 ۲۵ اکتوبر ۱۹۰۵ ء ہندی بیت الحکومتہ دہلی
 علی اللہ ہندھی
 ”مستی اہم الصامۃ تھم ہوئی“

عرض مرتبہ حاشیہ

کَمْسَبِيضِيْعٌ نَعْرًا إِلَىٰ أَرْضٍ خَبِيْثًا

زیر نظر مقالہ، حضرت مولانا غلام فیضیہم نے خود اپنے قلم سے ۱۱ اکتوبر ۱۹۴۲ء کو شروع کر کے ۲۵ اکتوبر کو ختم کیا مقالہ جدید حقائق کا مرقع ہونے کے علاوہ بھولی ہوئی تاریخ کا تذکرہ، اور محنت کردہ واقعات کی اصلی تصویر ہے۔ اس سے اس میں اخلاق کا پیدایہ ہونا ضروری امر تھا۔ ساتھ ہی حضرت نے مقالے کو مختلف قطعات کی صورت میں قلم بند فرمایا۔ بنا بریں میں نے محسوس کیا کہ خود حضرت مولانا سے سبقا پڑھ کر ہی اسکو حل کیا جاسکتا ہے چنانچہ حضرت نے کمال شفقت سے مقالہ مذکورہ مجھے ۲۴ اکتوبر ۱۹۴۲ء سے پڑھانا شروع کیا جو تین مجلسوں میں ۲۶ اکتوبر کو ختم ہوا۔ شکل و مطلق مقامات پر جو کچھ آپ ارشاد فرماتے ہیں ساتھ ساتھ قلمبند کرتا جانا یا بعد ازاں حافظے سے کام لیکر صفحہ قرطاس پر لے آتا۔ ایسے تمام مقامات پر میں نے حضرت کا حوالہ ضروری سمجھا۔ اسکے علاوہ حضرت کی کتاب التہجد والتمنہ التجید بید سے میں نے ضروری اقتباسات جا بجا نقل کر کے اشکال کو رفع کرنے کی کوشش کی ہے۔ اسکے ماسوا تاریخی مستندات سے بھی مناسب مقامات پر حوالے نقل کر کے واقعات کی توضیح کی گئی ہے بعض مقامات پر تکرار محسوس ہو گا

مگر حوائی میں ہونے کے علاوہ اس قیم کے فراموش شدہ حقائق و واقعات، اور محرف کردہ تاریخ میں تکرار گوارا کیا جاسکتا ہے۔ تاکہ تحریف کا پورا اداع کسی صورت سے ہٹ سکے۔

اس اہم کام میں جس قدر محبت اور روا روی برقی لگی ہے۔ وہ اس سے ظاہر ہے کہ لٹنیا پڑانا تاریخی، علمی، اور حکمت کا خزانہ ۲۵ اکتوبر ۱۹۷۷ء کو شروع ہو کر ۱۱ نومبر کی سحر کو ختم ہوتا ہے۔ اسکے ساتھ یہ بھی ملحوظ خاطر رہے کہ مجھے اپنے ذاتی اور منصبی فرائض کے ادا کرنے سے بھی چارہ نہ تھا۔ زیادہ وقت اور صرف کرنا پڑتا تھا۔ ان حالات میں ان تمام کوتاہیوں کو میں اپنے ذمہ لیتا ہوں جو ناظرین کرام کو متعلقے کی ترتیب و تالیف میں نظر آئیں گی۔

نہ نکلے، نہ برگ سبز، نہ درخت سایہ دارم
ہمہ حیرت کہ دہشت کی بچہ کار کشت مارا؟

ہذا اما لنرم

محمد نور الحق العلوی

ماج پورہ لاہور



حزب ولی اللہ کا پہلا دور حکیم الہند امام ولی اللہ

۳۱ الیہ ۱۰۶۶ھ

جس سال عالمگیر کے تخت پر سلطان محمد شاہ تمکن ہوا۔ اسی سال دہلی کے

۱۰۶۶ھ کا زمانہ | تا تاریخ ۱۰۶۷ھ | ۱۵ ذیقعد ۱۰۶۷ھ بروز شنبہ سریراٹے دارائی ہند گردید۔
 نام مبارک شہ رخ غلہ ارزائی گرفت۔ و مقرر شد کہ ابتدائے سال سلطنت محمد شاہ بعد از عزل فرخ سیر
 دہ بروجہا شنبہ ۱۰۶۷ھ و ربیع الثانی ۱۰۶۸ھ وقوع پذیرفت (نویسند۔ و ایام فوت کہ ہفت ہشت
 ماہ۔ از زمان سلطنت فیض الدراجات و ربیع الدولہ و غرض نیکو سیر لہ۔ اعتبار نہ نمایندہ سیر التاخرین
 یہ عجیب اتفاق ہے کہ امام ولی اللہ در سلطان کی ولادت کا سال ایک ہے صحت جینیہ کا
 فرق ہے۔ شاہ صاحب کی ولادت ماہ شوال میں ہے اور سلطان غالباً ماہ ذیقعد میں پیدا ہوئے۔
 و یکجہ تازیخ ذکر کا۔ اللہ دہلوی۔

۱۱۔ ام ولی اللہ کی ولادت بروز چہار شنبہ ۳۰ شوال ۱۱۳۷ھ اور وفات ۱۱۷۷ھ ہوئی۔ اور سلطان محمود عالمگیر کی وفات بروز جمعہ ۲۸ رذیقہ ۱۱۷۷ھ ہوئی۔ اس حساب سے شاہ صاحب کی ولادت سلطان محمود کی وفات سے چار سال پہلے ہوئی۔ اور شاہ عالم ثانی نابینا کھلی بادشاہ (جو ۱۱۷۷ھ سے ۱۱۸۷ھ تک تختِ دہلی پر تھیں رہے) کے عہد میں آپ کا انتقال ہوا۔

بنابرین شاہ صاحب کو نسلِ سلاطینِ دہلی کی سلطنت دیکھنے کا اتفاق ہوا یعنی ۱۔ عالمگیر اعظم ۲۔ بہادر شاہ اول ۳۔ مغل الدین جہاندار شاہ ۴۔ فرخ سیر ۵۔ رفیع الدرجات ۶۔ رفیع الدولہ ۷۔ محمد شاہ ۸۔ محمد شاہ ۹۔ عالمگیر ثانی ۱۰۔ شاہ عالم ثانی۔ آخر الذکر نابینا سلطان کے عہد میں شاہ صاحب کی وفات سے تقریباً ۲۰ سال بعد کلاپٹ نے بمقامِ ادا کو بنگال و بہار اٹریسہ کی دیوانی بادشاہ سے لے کر کمپنی بہادر کے حوالے کی۔ سیر المتاخرین میں سے قرمان اسٹوریوئی ہر سہ صوبہ بنگال و بہار اٹریسہ بنام کمپنی بہادر اور وزیر شجاع الدولہ بادشاہِ دہلیہ علم و فراست نمود چارنا چاق قبول نمودہ بروز غواہش او فرانس اسٹوریو شہزادہ ۱۱۷۷۔ نیز دیکھو تاریخ ذکاء اللہ ص ۳۱۴۔

دہلی میں محمد شاہ کی سلطنت جس خطرِ آبِ گدردہ ہی تھی شاہ ولی اللہ اس کو اچھی طرح جانتے تھے۔ چار میں وہ کہ سلطنتِ عثمانیہ اور دوسری اسلامی حکومتوں کا مطالعہ کرتے رہے۔ آپ ایک خط میں لکھتے ہیں: "احوالِ مہندہ بھٹی نیست کہ خود مولدِ منشا فقیر است۔ بلادِ عرب نیز ویدیم۔ واحوالِ مردمِ ولایتِ اترکتابت اسکا شیعہ مذہب کتابِ تہذیب نے اللہ تعالیٰ انمولین غمِ فہیم۔"

تاریخِ ہند کا عالم جانتا ہے کہ مذکورہ بالا سلاطین کے عہد میں ہندوستان کو کمین کن لڑنے خیر و اقبال و حوادث سے گزنا پڑا۔ ساداتِ ہادیہ کا تسلط۔ فرخ سیرکان کے ہاتھوں بعد سبکی قید میں رہا۔ پھر توراتی امرا کے ہاتھوں ساداتِ ہادیہ کا زوال۔ مرہٹوں کی بغاوت اور انکا عروج۔ سکھوں کی بغاوت اور شاہ کی طیف۔ سادہ جہلی میں قتل عام۔ محمد شاہ ابدالی اور مرہٹوں کی پانی پت میں حتی کا باطل پر فلبہ۔ بیشت ہند میں روہیلوں کی شرکت و مسابست۔ ایرانی و توراتی امراء کی رقیبانہ چھٹیش۔ ہندوستان میں یونین

مناض صوفی، عالم مولانا عبدالرحیم بن وحید الدین العمری (متوفی ۱۳۱۳ھ) کے
مدرسے میں حکیم الہند نام ولی اللہ دہلوی اپنے باپ کی مستند کس پر جلوہ افروز ہوئے
یہ ۱۲۱۹ء تا ۱۲۳۱ء کا واقعہ ہے۔

۲۔ حکیم الہند نے بارہ برس پڑھانے میں صرف کئے جو کچھ اپنے والد اور اُن کے متعا

اوام کی لپٹائی ہوئی تھیں پھر انگریزوں کا نجات دہیار و خیر میں عمل و دخل، اور اس قسم کے کچھ
اقتلا بات شاہ صاحب نے اپنی آنکھوں سے دیکھے۔

ظاہر ہے کہ ان لمذہ خیر حوادث کا اثر دہلی پر پڑا۔ جو شاہ صاحب کا مستغرق تھی۔ اس سے
اُن کا متاثر ہونا لازمی امر ہے۔ انہی واقعات و حوادث کے پیش نظر انہوں نے اپنا انقلابی نظام نامہ
حکومت مرتب کیا۔ اسی انقلابی دستور عمل کی نثر میں مقالہ زیر بحث میں کی گئی ہے و بآلہ الشفاء
لے قلت وقد تحقق عظمیٰ الشیخ الاجل عبد الرحیم ہوالذی بذہنہ و براعتہ
والتجدید الذی بذہنہ و عابدیہ الامام ولی اللہ ھ التمسید فی الملتہ التجدید ید ۱۳۹
۱۳۹ چوں سال خیم درآمد فقیر بکتاب نشست۔ و در سال ہفتم والد بزرگوار برناذیادہ
کہ دند۔ و بروزہ و اشقین فرمودند، و ظہیر نیز دریں سال واقع شد۔ و خیال و خاطر ماندہ است۔ کہ
اس پر ہمیں سال فرارین خطیم ختم کردم۔ و در سال دہم شرح ملا جامی سے خواندم۔ و راہ مطالعہ فی الجملہ
نشاد۔ و سال چہارم دوم زوج صورت گرفت۔ و دریں معنی والد بزرگوار غایت استعمال کردند۔ و
پانزدہم سال بود کہ با والد بزرگوار اجیت کروم۔ و با اشغال صدقہ خصوصاً نقشبندیہ مشائخ مشغول
شدم۔ و حال سال طرفہ از بیضاوی خواندم و حضرت والد بزرگوار طعام وافر میاں ساعتہ و خواص
عوام را دعوت فرمودند۔ و فاتحہ اجابت و کس خواندند۔ و با جملہ آذینون متعارفہ بحسب رسم ایردیار
در سال پانزدہم فرار حاصل شد۔ و در سال ہفتم از فقیر حضرت ایشاں حجت حق پرستند و جزو طیف
۱۳۹ بعد از وفات حضرت ایشاں فقیر۔ و از دو سال کا پیش پر رس کتب دینیہ و عقیدہ موافقت نمود
و در ہر علمی حرم واقع شدہ (جزو طیف)

سے سیکھا تھا۔ اسی میں سے قرآن حکیم کا ترجمہ اور حکمتِ علیہ اور اشراقِ قلبی سے علمی حقائق کا انکشاف بھی توجہ کا خاص مرکز بنے رہے۔ اس فکرِ عینیت سے وہ دہلی کی سوسائٹی کا مطالعہ کرتے رہے۔ اُس زمانے کی دہلی میں ایک طرف خرابی پیدا ہو گئی تھی۔ تو اس

فتح الرحمن از مننِ غلطی، ہر یں فقیر آں بود کہ چند بار در عذر سے قرآن مجید باتہ پر محافی و شانِ خدوہ در جمع بہ تفاسیرِ محمدِ امت ابشاں حاضر شد۔ و این معنی سبب

فتحِ عظیم افتادہ جزوِ لطیف
والد بزرگوار غالباً در ملتضایاں۔ دول از تلاوت سہر روز در سہر رکوع بہ تدبیر و بیان محافی
آں می خوانند (انفاس العارفین)

تسویہ ترجمہ زہرا وین در ۱۳۱۵ھ و شروع ترجمہ قرآن در ۱۳۱۵ھ و انتہا فتح ارکان در ۱۳۱۵ھ
و افتتاح تدریس فتح ارکان در ۱۳۱۵ھ اشاعت ہر صاحب فتح ارکان کے شروع میں لکھا ہے کہ حج سے
واپس آ کر (اور او ازل ۱۳۱۵ھ جزوِ لطیف) پانچ سال بعد ترجمہ لکھا گیا۔ اور گیارہ سال بعد
پہلی بار اس کی تعلیم شروع ہوئی اس سے مراد اجیرت دہلوی کی ایک غلطی نمایاں ہو جاتی ہے وہ
لکھتا ہے کہ شاہ ولی اللہ نے ترجمہ قرآن لکھا۔ اس سے دہلی میں اس قدر شورش برپا ہوئی کہ وہ
حج کے لئے مجبور ہو گئے۔ کتاب التہمید از مولانا غم فیضیہم۔

[خاندان] شاہ ولی اللہ و تہذیبات الہیہ ۱۳۱۵ھ میں اپنے زمانے کی تین چیزوں کو خصوصیت سے
ذکر کرتے ہیں۔ (الف) البرہان [عقل و حکمت عملی اس کا ایک شعبہ ہے] و ذالک باختلاف
علوم ایونیاتین و اشتغال العلوم بالکلام (ب) الوحیدان [اشراقِ قلبی کشف]
اس زمانے کے لئے یہ عنوان اس طرح بنا کہ ہمارے زمانے کے لوگ شرقاً و غرباً صوفیہ کے علوم قبول
کرنے پر مجتمع ہو چکے ہیں یہاں تک کہ ان کے اقوال اور حالات کتاب و سنت کی نسبت لوگوں کے
قلوب زیادہ چسپاں ہوتے ہیں۔ بلکہ امتہ اناس کوئی چیز ان کے رموز و اشارات کے بغیر قبول کرنے
نہیں۔ (صفحہ ۱۴۔ ۱۵) (صفحہ ۱۴، ۱۵، ۱۶ دیکھو۔)

کے ساتھ بھی ملک ایک خوبی بھی یقیناً باقی تھی۔ طبقہ امر میں اصف جاہ حبیباً فرمانہ اور طبقہ مصروفیہ میں مرزا محمد ظہیر جانجانی اسی زمانے کی یادگار ہیں شہر میں مختلف کھیتوں اور باکمال اساتذہ موجود تھے۔ گویا ایک مفکر کے لئے کافی وسیع میدان موجود تھا۔

تھے اکبری دربار میں ایک انقلاب پیدا کر دیا۔ وہ دربار اکبری کی، اور ہندوستان کی ہنریت انجامی کی تاریخ لکھتا ہے۔ اس تاریخ کی اساس حکمت عملی ہے۔ وہ اکبر کے سوا کسی کو ماننے کے لئے تیار نہیں کیونکہ وہ اسی نقطہ نظر سے اپنی فرمانروا کو دنیا میں اپنے عہد کا بہترین انسان ثابت کرنا چاہتا ہے یہی حکمران محمد شاہ ملک و دربار شاہی میں غالب رہا۔

بنابریں شاہ صاحب نے اپنے شہر کی اعلیٰ سوسائٹی کو قرآن کی طرف متوجہ کرنے کے لئے جو راستہ بنایا ہے اس میں بہت زیادہ کامیابی کی توقع ہے۔ اکبر کے عہد کے حکمت عملی میدان میں آج بھی قلمی شاہ صاحب سی کے پیش نظر قرآن کو سامنے لے آئے ہیں۔

ذہنیات کی تبدیلی صدیوں کو دونوں کی طرح طے کرتی ہے۔ جو کام ایک انسان ایک دن میں کر سکتا ہے اگر اسی کی جماعت کی ذہنیت کو بد لکھ ہم وہی کام کرنا چاہیں تو اس میں سو برس ختم ہو جائیں گے۔

ہمارے خیال میں ہندوستانی مسلمانوں میں آج تک دوسری مسلم اقسام کی نسبت قرآن عظیم کی طرف جس قدر زیادہ توجہ رہائی جاتی ہے، ان صدیوں کی پیچیدگیوں کا نتیجہ ہے۔

محمد نور الحق خفرہ۔ ۲۶ اکتوبر ۱۹۴۱ء

اے اصف جاہ اولیٰ حضور نظام کا بدمعہ ہے سلطان عالمگیر کے دربار کا پروردہ اور سربراہِ رد ہے عالمگیر کی سلطنت ختم ہو گئی مگر اصف جاہ کی اولاد اب تک حکمران ہے اصف جاہ نے دہلی کی سلطنت کو تقویت دینے کے لئے سکیم تیار کی وہ اپنی عقل اور دانش کو دربار محمد شاہ کی تقویت کا ذریعہ بنانا چاہتا تھا، لیکن ناکام رہا اس پر اس نے اپنی عقل کو خود اپنی شخصی ترقی و ترقی بقیہ برصغیر ۱۹۔ اے برصغیر ۱۹۔

کے لئے لگا دیا جس میں وہ کامیاب ہوا۔ محمد شاہ ابتدا میں اس کا طرفدار تھا، مگر بداندیش
درباریوں نے بادشاہ کو آصف جاہ سے بدظن کر دیا۔ بعد ازاں اس نے خود اپنے لئے جو کچھ
کرنا تھا کیا۔ پہلے وہ اپنی تمام قوتیں دوبارہ کے لئے صرف کرنا چاہتا تھا۔ مولانا
سیکدائی ندوی مقدمہ سیرت سید احمد شہید ص ۱۱ میں لکھتے ہیں: شاہ عبدالرحیم کے تمکا
کا ایک خوجہ جامعہ عثمانیہ حیدرآباد کے کتب خانہ میں میری نظر سے گذرا، اس میں آپ کا ایک خط
نظام الملک آصف جاہ اولیٰ کے نام ہے جس میں انہوں نے نواب مرحوم کو مرثیوں سے بھرا
کرنے کی ترغیب دی ہے آصف جاہ کے حالات اور اسکے کارناموں کے لئے سیر المتاخرین
اور تاریخ ہند از ذکار اللہ بلند شہم کافی ہے۔ وفات ۱۱۹۱ھ۔

۳۔ مرزا مظہر جانجاناں شہید شمس الدین حبیب اللہ مجددی قدس سرہ۔ ازادات
عظام علوی است۔ ابواجد اوسے از امرائے نادر شاہی بودند۔ و قربت پسلسہ تہویر یہ
وانتقد۔ از ہر فن و علوم ظاہری بہرہ کامل حاصل نمود۔ بہ شب چہار شنبہ، محرم الحرام ۱۱۹۵ھ
پاسے از شب گذشتہ بود کہ چند کس بردرو ازہ خانقاہ دستک زدند۔ خادم عرض نمود کہ بعضی
مردم برائے زیارت حاضر آمدہ اند فرمود بیانید۔ ایں کہ کس اندروں آمدند۔ ازیشان یکے
مغل زادہ بود حضرت مرزا از حم قریب دل رسانیدہ قرار نمودند تا سہ روز بقید حیات بود، برتر
جمعہ بوقت شام جاں حق تسلیم کرد۔ اُن شب شنبہ بود و گچہ اُن دہم محرم الحرام ۱۱۹۵ھ
نزدیکہ الامضاء

قال مولانا شیخ محمد فہیم فی کتاب التہجد النور الخامس فی تذکرۃ اصحاب
الامام عبد العزیز دہلوی من المظہرین۔ فصل فی تذکرۃ فہم الطریقۃ
الاحمدیۃ المجددۃ الامام شمس الدین حبیب اللہ رحیم مظہر جانجانا
من المقدون الامام ولی اللہ الدہلوی قال الشیخ محسن فی الیام
الجہن بعد ذکر الامام الدربانی الشیخ احمد السمرندی من اجلۃ صحابہ

المتاخرین قیم الطریقہ شیعہ شمس الدین المظہر المعروف بمجلد جانل الشہید
الدہلوی من ذریتہ محمد بن المحققہ۔ کان ذاتصال کثرتہ۔ قرء الحدیث علی الحاج
محمد افضل السیالکوتی۔ واخذ الطریقۃ المجدویۃ من اکابر اہلہا۔ وکارولہ
فی اتباع السنۃ والفقہۃ المکشفیۃ نشان عظیم۔ شہدائۃ الصوفیۃ والمحدثون
بفضلہ وجلالہ کشفیخہ السیالکوتی وابی عبد العزیز والحاج فاخر الالہ لیاوی
ولہ شعر بدیع ومکاتیب نافعۃ۔ واصر المحدث محمد حیات السنک المحدث فی علی
قولہ یحجب العمل بالحدیث بشعرہ وان خالف المذهب۔ توفی بیلۃ عماشوراء
وقد اصرخ بعضهم علم وفاتہ بما ورد فی بعض الاحادیث عن عائشہ ومات شہیداً
ومن اجلۃ اصحابہ القاضی ثناء اللہ الاموی ثم العثماني من علماء ما فی قن بلدتہ
تقرب دہلی۔ کان فقیہاً اصولیاً زاهداً مجتہداً لہ اختیارات فی المذهب وتصبیقا
عظیمہ فی الفقہ والتفسیر والزہد وکان شیخہ المظہر لفتخ بہ انتہی۔ قلت
لصاحب الامام حبیب اللہ محمد مظہر والامام ولی اللہ احمد کالافخوین المترا^ص
المناصرین۔ ولا یزال الدہلی ینتخب اہلہا علی اہلاد۔ تو فی الامم محل مظہر فی ش^{۱۹۵}
شہید ابا غنیال خدام بعض الشیعۃ من امراء دہلی۔

قال رضی اللہ عنہ

بر لہجہ تربت من یافتند از عجیب تحریرے

کہ این مشنول را جز بے گناہی نیست تعقیبے

امیر روایات میں ہے کہ حضرت مرزا صاحب کی قتل میں خوف علیجان حاکم
دہلی کا ہاتھ تھا جو مرزا نے نصی تھا

۳۔ امام علیؑ نے اپنے اس بارہ برس کے مطالعے میں اصلاحی پروگرام کے دو اصول معین کر لئے۔
(الف) علمی اصلاح کے لئے قرآنِ عظیم کی حکمتِ عملی کو اسکے ہجرِ ثابِت کرنے کا عنوان بنانا۔

(ب) دولتِ ولایت کے تمام اخلاقی اور علمی مفاسد کا مرجع اور مدار، اقتصادِ عدمِ توازن کو قرار دینا۔

۴۔ وہ اپنے فکر کو مدلل کر کے، اُسے قوم میں شائع کرنا چاہتے تھے۔ اس کے لئے جس قدر علمِ حدیث کی ضرورت انہیں محسوس ہوئی وہ دہلی میں حاصل نہیں

نظر یہ اعجازِ قرآن | قرآنِ حکیم ہاجرہ منوں نے سفرِ حج سے پیشتر شروع کر دیا تھا۔ تسویدِ ترجمہ

زہرا دینؑ میں ہوئی۔ کتابِ تہبید۔ لیکن آئندہ اسی مقالہ میں تصریح فرمائیں گے کہ شاہ صاحبؒ نے ترجمہ کا کام غالباً ۱۱۳۵ھ میں شروع کرنے کا ارادہ کر لیا تھا، فلسفی مزاج مدعیانِ اسلام نے بہت پہلے اس اعجازِ قرآن کو جو عربی بلاغت سے وابستہ

ہے۔ چند ادا بہت نہیں دی۔ اس پر ان کے مخالفین نے بہت کچھ لے دے کی ہے لیکن اگر اُن اقوال کی یہ توجیہ کی جائے کہ محبیِ اقوام چونکہ عربی بلاغت کے سمجھنے سے قاصر تھے اس لئے اُنکے سامنے امجادِ قرآن کا معیار عربی بلاغت نہیں ہونا چاہیے۔ بلکہ ان اقوام کے لئے اعجاز کا

معیار کوئی دوسری چیز بنانا ضروری ہے۔ قویہ قول قابلِ قبول ہو سکتا ہے عبدالرحیم خاں مستزلی عالمِ سنہ ۱۲۸۵ھ میں نقل ہے۔ وکلوا النظر لہد ابراہیم بن سیدان یذرعہ ان نظہر القہاق

و تالیفہ لیسما بحجۃ للبنی صلی اللہ علیہ وسلم وان اخلق یقتداہ و ان علی شہدہ

ابوالعلاء احمد معتمدی نے ایک کتاب اسی باب میں لکھی ہے جس کا نام اقتحوتہ

ہے یعنی خدا تعالیٰ نے از جانب خود قوائے بشریہ کو معارفِ قرآن سے روکا ہوا ہے ورنہ انسان ۲۲ صفحہ ۲۲ دیکھو۔

ایسا قرآن بنا سکے۔ وقال فی ذالک ان النعم ان لم یخمدن العاوة یا افضلہ حتی صامحہ
 لدنی صلی اللہ علیہ وسلم لان کل خصیم وبلغ قدس علی الایان ہنملہ الا انہم
 حقوا من ذلک لان یكون القرآن فی نفسہ معجزاً لفضاحتہ۔ وهو مذہب
 لجماعۃ من المتکلمین والرفقۃ منہم لبشر المرطبی والمرقزی ابو القاسم مد
 معجم الادب علی اقوت المحوی ص ۱۳۹ محمد نور الحق علوی۔

اقتصادی توازن عام طور پر تصوف فلسفہ اخلاق سے شروع کیا جاتا ہے۔ اقتصاد
 انسانیت سے براہ راست انکا تعلق نہیں مانا جاتا۔ اس نے ہماری سیاست کو کھوکھلا کر دیا ہے
 ہمارے بڑے عقلمند اور زیادہ بااخلاق صدیقیہ سب اجتماعی سیاست سے دور رہنا اپنا
 کمال سمجھتے ہیں اور یہ کتب تصوف کی جس بڑی کوتاہی ہے۔ مگر شاہ ولی اللہ اس اصول کو حجتہ اللہ
 میں متعدد مواقع پر نہایت وضاحت سے سمجھاتے ہیں چنانچہ حجتہ اللہ ص ۳۳ میں فرماتے ہیں: اگر
 کسی قوم میں تمدن کی مسلسل ترقی جاری ہے تو اسکی صنعت و معرفت اعلیٰ کمال پر پہنچ جاتی ہے
 اسکے بعد اگر حکمران جماعت، آرام و آسائش، اور زینت و تفاخر کی زندگی اپنا شعار بنالے
 تو اسکا بوجھ قوم کے کاریگر طبقات پر اتنا بڑھ جائے گا کہ سوسائٹی کا اکثر حصہ حیوانوں جیسی زندگی
 بسر کرنے پر مجبور ہو گا۔ انسانیت کے اجتماعی اخلاق اسوقت برباد ہو جاتے ہیں جب کسی جبر سے انکو
 اقتصاد کی تلخی پر مجبور کر دیا جائے اسوقت وہ گدہوں اور بلیوں کی طرح صرف روٹی کمانے
 کے لئے کام کریں گے جب انسانیت پر ایسی مصیبت نازل ہوتی ہے تو خدائے تعالیٰ انسانیت
 کو اس سے نجات دلانے کے لئے کوئی راستہ ضرور اہم کرنا ہے یعنی ضروری ہے کہ قدرت
 الہیہ انقلاب کے سامان پیدا کر کے قوم کے سر سے اس ناجائز حکومت کا بوجھ اتار دے چنانچہ
 کسری و قیصر کی حکومت نے ہی مقبرہ (آرام و آسائش، رفاحت و بالغم) اختیار کر رکھا تھا
 اس مرض کے ازالے کے لئے امتیں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیدا کیا گیا۔ فرعون کی ہلاکت

ہو سکتا تھا۔ اس کی تحصیل تکمیل کے لئے انہوں نے سفرِ حجاز اختیار کیا۔ کامل اساتذہ کی صحبت، اور اعلیٰ اعلیٰ کتبوں کے مطالعے سے دو سال میں انہوں نے حدیث

اور قیصر و کسریٰ کی تباہی اسی اصول پر لوام نہوت سے شمار ہوتی ہے (بقیہ صفحہ ۲۴)

یہاں ضمنی طور پر شاہوں کے ذیل میں کہ دہلی کے بادشاہوں اور امیروں کی حالت بھی کسریٰ و قیصر کے لگ بھگ جا پہنچی ہے فرماتے ہیں۔ وھاتر او من ملوک بلاد فیینیٹ عن حکایاتھم

دوسرے موقع پر جہاں ربڑ سے بحث کی ہے (دیکھو ترجمہ البیان صفحہ ۱۷) کہ اسلام نے ربڑ کو قطعی طور پر بند کر دیا ہے وہاں تفصیل سے بتایا کہ رفاہیت بالنعہ کے مرض سے سوسائٹی کو محفوظ کر دینا ضروری ہے۔

اس طرح پورا فلسفہ نہایت اعلیٰ طریق پر مرتب ہو جائے گا انسانی اجتماع زندگی کے لئے اقتصادی نظام ایسا جو نا ضروری ہے جو انکا ضروریات کو پورا کرے اور اسکے بعد ان کے پاس کچھ وقت بچ جائے تاکہ وہ اپنے طوائف کی تکمیل کر سکیں۔ اقتصادی نظام کی درستی کا نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ انسانی اجتماعیت کے اخلاق مکمل ہونگے۔ اور ان اخلاق کی تکمیل ہی قبرا اور حشر کی مصیبتوں سے نجات دلائے گی۔ پھر ان اخلاق کی تکمیل دوسرے درجہ پر جنت کی نعمتوں سے مستفید کرے گی۔ اور تیسرے درجہ پر جا کر اس کو ربیب رب العالمین کے لئے تیار کرے گی۔ اگر اسے نبوت کا مقصد ٹھہرا جائے اور جہاں نبوت نہ ہو وہاں انبیاء کے اتباع (صدق و حکیم) ان کا کام کریں تو نہرت انسانیت کے لئے ایک فطری چیز بن جائے گی، اور یہی شاہ ولی اللہ کی خلافت کی روح ہے مولانا محمد نواز الحق صلی - ۱۹۳۷ء اکتوبر ۱۹۳۷ء

۱۷ سفرِ حجاز۔ بعد ازاں، دوازہ سال، شوقِ زیارتِ حرمینِ محترم میں دمرافقا - وود
آخر ۱۳۷۷ھ (فقیر) حج مشرف شد و بسال ۱۳۷۸ھ بہ عبادتِ مکہ معظمہ و مدینہ منورہ مہر واد

وقت میں مجتہدانہ کمال پیدا کر لیا جو تجدید انقلاب کے لئے ایک ضروری امر ہے
اس کے ساتھ اُن کی قوت اثراتی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت
سے استفادہ کا موقع ہم پہنچایا۔ فیوض الحرامین میں انہوں نے وہ فلسفی سیاسی
اجتماعی فوائد جمع کر لئے ہیں جو اس طرح حاصل کئے۔

(بقیہ صفحہ ۲۳) از شیخ ابوطاہر قدس سرہ وغیرہ از مشائخ حرمین عترتین موفی گشت۔ و در
میان برہمہ منہ انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضور شدہ فیض ہایافت و بامتو طمان حرمین۔ از
علماء وغیر ایشان صحبت ہائے نگین افتاد۔ وخرقہ جامعہ شیخ ابوطاہر کہ حاوی جمیع خرقہ صوفیہ
تواں لغت پوشیدہ۔ و آخر ایں سال حج گزارہ سال ۱۰۸۰ متوجہ وطن مالموف شدہ۔ و دروز
جمعہ چہار دہم جب در کف صحت و سلامت بہ وطن برسید۔ و اہا بذعمتلا یک فحش جز لطف
مقدمہ صنفی میں ہے۔ اجتہاد و در عصر فرض بالکفا یہ است۔ و مراد از اجتہاد
اجتہاد^{لے} در ایں جانہ اجتہاد مستقل است بشکل اجتہاد شافعی کہ در معرفت تعدیل
در حج رجال، و معرفت لغت و مثل آں ماحتاج شخصی دیگر نبود۔ و ہم چنین در دلائل مجتہدانہ
مستوف بارشلو کسے نہ۔ بل معرفت احکام شرعیہ از اولہ تفصیلیہ و تفریح و ترتیب مجتہدانہ اگرچہ
با و شاد صاحب نہیبہ بودہ باشد۔ و امکنہ گفتیم کہ اجتہاد و در عصر فرض است بچند آں
است کہ مثل کثیر الوقوع غیر محصور اند۔ و معرفت احکام اہل و دران ہا واجب، و آنچه
مستور و مدون شدہ است غیر کافی۔ و دران ہا اختلاف بسیار۔ کہ بدوین رجوع بادلہ حل
اختلاف آں نتوان کرد۔ و طرق آن بامجتہدین غالباً منقطع۔ پس بہ غیر عرض بر قواعد اجتہاد
راست نیاید۔ ص ۱۱ طبع قدیم۔

حضرت مولانا نے ۲۵ راکتوبر ۱۹۰۷ء کو مجھ سے فرمایا، جب تک کوئی انسان اپنے
فکر مستقل اعتماد نہ رکھتا ہو وہ کوئی انقلاب پیدا کر ہی نہیں سکتا۔ استعوار فکر کے

تین درجے ہیں (اول) شریعت میں خلافت راشدہ کو نام بنانا ضروری ہے۔ جو شخص اپنے آپ کو اس سے بھی مستثنیٰ بنالے اور قرآن عظیم کو اپنے مستقل فکر و عمل کو ناپلاسے اسے ہم مجتہدین میں شمار نہیں کرتے وہ دراصل اپنی مورد وثوقی ذہنیت کو قرآن کا لباس پہنا دیتا ہے۔ خلافت راشدہ کا اتباع کرنے والا ایک حکیم اگر اپنا مستقل فکر رکھتا ہے اور اس کے فکر میں اور خلافت راشدہ میں کوئی واسطہ نہیں آتا۔ اور وہ خلافت راشدہ کے دستورِ عمل کو پڑھ کر اپنے فکر سے تطبیق دے لیتا ہے تو یہ سے مجتہدِ مطلق مستقل، اس کی مثال ائمہ ثلاثہ ہیں۔ کیونکہ امام احمد کو ہم امام شافعی کے اتباع میں شمار کرتے ہیں۔ اگر امام شافعی کے مذہب کے ساتھ امام احمد کا مذہب ملا کر مدون کیا جائے تو یہ ایک بڑی چیز ثابت ہو گا۔ جیسے صاحبین کا مذہب امام ابو حنیفہ کے مذہب سے ملکر بہت بڑی چیز بن گیا ہے جس نے چار دلائل عالم کو مسخر کر رکھا ہے۔ قلت قال الشیخ فی کتاب التمهید ونحن نحسب ان مذهب الامام احمد فقه المذہب الشافعی۔ قال الامام ولی اللہ فی کتاب "الانصاف" ومذہب مذهب احمد من مذہب الشافعی بمذہب مذهب ابی یوسف ومجمل من مذہب ابی حنیفہ الا ان مذہبہ لم یجعم فی التدوین مع مذہب الشافعی کما دون مذہب امام مذہب ابی حنیفہ فلذلک لم یعد مذہباً واحداً فباتوا فی۔ ولبس قل ونبہ مع مذہبہ عسیر اعلیٰ من تلقاها علی وجہہا ففتح فخرج من الفقہاء الخباہلۃ ان یکرروا متبحرین فی مذہب الامام الشافعی وکذلک فخرجوا من الشوافع ان یتبعوا فی الفقه المذہبی۔ فان اصطلح المحدثۃ ولما لکیۃ علی مثل ذالک یؤد خیر المسلمین۔

(دوم) دوسرا درجہ یہ ہے کہ ایک مجتہد مستقل کو استاد مان کر یمن اُس سے سیکھ لیا جائے مگر استاد کی طرح اس عالم کا اعتماد بھی براہِ راست خلافت راشدہ پر ہو۔ جیسے صاحبین ایسے ائمہ کو مجتہدِ مرتب کہا جاتا ہے یہ دوسرا درجہ ہے اجتہاد کا اور انقلاب کے لئے کم از کم

۵۔ اب ان کی انقلابی قوت علمی اپنے مرتبہ کمال پر پہنچ گئی جو کچھ انہیں مستقبل میں پیش آنے والا ہے اُسے انہوں نے خواب میں دیکھ لیا چنانچہ انہوں نے شب جمعہ ۱۲ ذی قعدہ ۱۳۱۲ھ ہجری ۱۸۹۵ء کو مکہ معظمہ میں ایک الہامی خواب دیکھا۔ اس کا حاصل ہم اپنی زبان میں تحریر کرتے ہیں۔

(بقیہ صفحہ ۲۵) اس درجہ کا مجتہد ہونا از بس فروری ہے۔
(مضمون) اس کے بعد ایک تیسرا درجہ تجویز کیا گیا ہے جسے مجتہد فی المذہب کہتے ہیں۔ اس کا تعلق خلافت راشدہ سے نہیں ہوتا۔ مجتہد مستقل اور اس کے اتباع میں جتنے مجتہد منسوب پیدا ہوئے ان کے اختلافات کو یہ ایک اصول کے اندر حل کر دیتا ہے اس لئے ایک مذہب کی کتابیں پڑھ کر یہ استذکال بہر تہا ہے نیز شخص داخلی انتظام کے لئے داخلی معنی بننے کے لئے بہت کارآمد ہے۔ یہی نظام داخلی کو مستحکم بنا دیتا ہے جیسے خفیہ میں شمس الائمہ شری وغیرہ ائمہ معنی فقہ میں جس قدر مجتہد گزریے اس کی تفسیر نہیں ملتی۔ غرض ان کے ایک ایک گاؤں میں دس دس مجتہد فی المذہب گزرے ہیں۔ مذہب جنفی کے بقا اور استحکام کی یہی وجہ ہے سلطنتیں مٹ گئیں۔ مگر حکام میں مذہب جنفی موجود محفوظ ہے۔ اور اس کی مخالفت ترک اسلام کے مترادف سمجھی جاتی ہے ۱۲ محمد نور الحق شب ۲۷

شاہ صاحب کا الہامی خواب | اصل خواب نبیوں الحرمین علیہ السلام میں مذکور ہے حضرت مولانا غلام فیضیہ کتاب التہدید حصہ اعداد ۱۵ میں فرماتے ہیں: "استبدادی حکومتوں کا خاتمہ ہے کہ حکمران کے ماسوا کوئی شخص سیاسیات پر لائے زنی نہیں کر سکتا۔ اس لئے حکماء اسلام کا ایک طبقہ جو شعرو شاعری کا مذاق رکھتا ہے اپنی منظوم تصانیف میں قصص و حکایات، یا مراثع و قصائد کی صورت میں اپنی رائے ظاہر کرتا ہے۔ اور جنہیں اس طرح اظہار خیالات کا موقع نہیں ملتا۔ ان کے انکار صادقہ کا سلسلہ واقعات مستقبل کی صورت اختیار کر کے خواب میں نظر آتا ہے۔ ان کے معتقد اس بشارت کو سنتے ہیں اور اس کی تفسیر میں غور کرتے ہیں اور حقیقت واقعہ عیاں ہو کر نظر آنے لگتی ہے۔"

(بقیہ صفحہ ۲۶) شاہ صاحب نے اپنا انقلابی نظریہ حجاز میں مکمل کر لیا تھا۔ جسے آپ نے فیوض الحرمین میں ایک خواب کی شکل میں لکھا ہے۔ فرماتے ہیں شب جمعہ ۱۲ ذی قعدہ ۱۱۴۱ھ کو میں نے مکہ معظمہ میں خواب دیکھا کہ خدا تعالیٰ نے مجھے اس زمانے کا نظام قائم کر رکھنے میں ایک واسطہ بنایا ہے۔ میں نے دیکھا کہ کفار کا سردار مسلمانوں کے شہروں پر غالب آگیا ہے۔ اس نے ان کے اموال لوٹ لئے۔ اور انہیں قید کر لیا۔ اور اجمیر جیسے شہر میں کفر کے خصوصی احکام جاری کر دیئے۔ اور اسلامی قانون کے خاص کام منسوخ قرار دیئے۔ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی سے متاثر ہو کر میں غضب سے بھر گیا۔ اور میرے غضب کا اثر اس عجم میں بھی پھیل گیا جو میرے گرد جمع ہو رہا تھا۔ انہوں نے مجھ سے دریافت کیا کہ اس وقت خدا تعالیٰ کی رہنمائی کس طرح حاصل ہو سکتی ہے؟ میں نے جواباً کہا کہ تَعَالٰی تَعَالٰی کُلَّ نَفْسٍ مِّنْهُمْ بِسُيُودَةٍ عَلَّامَةٍ کو توڑ دو، اس کے بعد وہ عجم آپس میں جنگ شروع کر دیتا ہے۔ پھر میں ایک شہر کے قریب پہنچا تا کہ اس کو برباد کر دوں۔ ادھر وہ لوگ بھی میرے پیچھے پیچھے چلے آئے۔ اور گھانا شہروں کو برباد کرتے ہوئے اجمیر پہنچ گئے۔ یہاں میں نے دیکھا کہ ان لوگوں نے کفار کے سردار کو ذبح کر ڈالا۔ اور اس کی دگ مائی گردن سے خون بڑے زور سے بہہ رہا ہے۔

اس خواب کی تعبیر میں خود کرنے سے یہی معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ مرہٹوں کی بڑھی ہوئی قوت کی شکست کا اشارہ ہے۔ اور شاہ ولی اللہ ایک طرح ہراس کے سراجام جینے کا واسطہ ہیں۔ اجمیر کا ذکر اس لئے آتا ہے کہ وہ ملی کارو عانی مرکز اجمیر تھا خواجہ معین الدین چشتی قدس سرہ اجمیر میں تشریف لائے۔ اور یہیں سکا جنت اسلام کا کام شروع کیا جس کے نتیجے میں وہ ملی فتح ہوئی۔

اس خواب کے دو سال بعد ۱۱۴۲ھ میں حاجی راؤ شمالی ہند پر حملہ آور ہوا۔ اور ۱۱۴۳ھ میں نادر شاہ کی بیٹا رے تمام سابقہ انتظامات کمزور ہو کر منسوخ ہوئے۔ نادر شاہ کے بعد احمد شاہ ابدالی نے اس سلسلہ کو جاری رکھا جس میں مسلمانوں کی خانہ جنگی اور ان کے نظام سلطنت کی بربادی ظاہر کرنے کے واسطہ کوئی قائمہ نظر نہیں آتا۔ مگر اسی احمد شاہ نے ۱۱۴۹ھ قعدہ ۱۱۴۹ھ میں بانی پت پر مرہٹوں کا خاتمہ کر دیا۔

ہندوستان کے جن مسلمان امیروں نے احمد شاہ کو اس حملے کی دعوت دی تھی۔ ان میں نواب نجیب اللہ پیش پیش تھے جسے یہ تاریخی حقیقت معلوم ہے۔ کہ نواب نجیب اللہ شاہ ولی اللہ کے خاص

الف انہیں یقین دلایا گیا۔ کہ وہ ان مفاسد کے علاج میں ایک مستقل ذمہ دار حیثیت کے مالک ہیں یعنی ان کا انقلابی کمال اپنی مستقل حکومت کا مقصد ہی ہے۔

ب۔ انہیں بتایا گیا۔ کہ پہلا نظام توڑ کر اس کے عوض وہ نیا نظام قائم کرنے کا فریضہ بنیں گے یعنی وہ ہندوستان میں مسلمان کے تمام دینی علوم اور سیاسی و اجتماعی تحریکات میں مستقل راہ ہوں گے۔

بقیہ صفحہ ۲۷ سرشار میں سے تھے۔ اُسے ہماری تجویز قبول کرنے میں کوئی حذر نہ ہوگا وقت و سبب بھی بہن ما يتعلق بذال - نور،

اس واقعہ کے قاعدے ثلاث مائیک نظام کو شاہ ولی اللہ نے اپنے انقلابی نظریہ کا عنوان قرار دیا اور تفسیر وحدیت و فقہ تصوف کی تمام کتابوں میں جو پکڑیں کے قریب ہیں۔ مناسب مواقع پر اجتماع کے فساد کی تفصیل اور انقلاب کی ضرورت پر کافی ضبط سے بحث کی ہے۔ محمد راجہ علی

۱۔ مستقل حکومت الخ جہد جس طرح کبھی منسوب ہوتا ہے اسی طرح بعض حکومتیں بھی پہلے خاندان حکومت کے تابع ہو کر منسوب کا درجہ پیدا کر لیتی ہیں اس کے بالمقابل جہد مستقل کی طرح اصل انسانیت پر غور کر کے نئے اصول و ضوابط پر ایک حکومت پیدا ہوتی ہے اسی کو حقیقی مستقل حکومت کہنا چاہئے۔ شاہ صاحب کے علوم کا تقاضا ہے کہ ایسی حکومت پیدا کی جائے جس کو خلافت راشدہ کے سوا کبھی اور سے انتساب نہ ہو۔

۲۔ اگر شاہ صاحب کے اصول کو چھوڑ کر کوئی شخص اسلام کی علمی طاقت کو محفوظ رکھنا چاہے تو کامیاب نہیں ہو سکے گا۔ نیز اگر ان کے سیاسی اصول ترک کر کے حکومت بنانا چاہے گا تو یقیناً ناکام رہے گا تعینات الیہ میں ہے کہ مجھے تقرب الی اللہ کا ایک نیا طریقہ عطا کیا گیا ہے جس سے تمام پائے طریقے منسوخ ہو گئے ہیں۔ لوگوں کو پائے طریقوں سے محبت ہے جس سے ان کو ایک قسم کی لذت محسوس ہوتی ہے مگر تقرب الی اللہ ان طریقوں سے حاصل نہیں ہو سکتا۔

(بقیہ غور و تدبیر، یہاں پر اس حد و تمیز کرنے کی ضرورت ہے کہ امام ولی اللہ اپنے طریقے میں خدا یاد کرنے کے اشغال اور حکومت بنانے کے قوانین، ہر دو چیزوں کو ایک مرتبہ پر جمع کر دیتے ہیں۔ انہوں نے حکومت کا نام خلافت ظاہر رکھا ہے۔ اور حکومت پیدا کرنے والی جماعت کا نام خلافت باطنہ تجویز کیا ہے۔ کلمہ کی اصطلاح میں اگر اس کا ترجمہ کیا جائے تو پہلے حدیجے کو گورنمنٹ کہا جائے گا۔ اور دوسرے حدیجے کو وہ پولیٹیکل پارٹی جو اس گورنمنٹ کو پیدا کرتی ہے۔ قلت و جمیع فیوض المحرمین۔ نور الحق۔

یہ دونوں چیزیں سیاست میں آگے پیچھے نہیں کی جاسکتیں، بلکہ مادی عزت کی مستحق ہیں، صاحب ان کے لئے سیاست کا وہ خصوصی نقطہ جو اسلام میں شمل تھا۔ یعنی خلافت۔ اس کو وہ جسے بنا کر دونوں جماعتوں کو ایک نقطے پر جمع کرنا چاہتے ہیں۔ ان کی پولیٹیکل پارٹی کے لئے ذکر و فکر ضروری ہے۔ ورنہ وہ دینی حکومت کبھی پیدا نہیں کر سکے گی۔

اب وہ جس وقت اپنا طریقہ کا نقطہ استعمال کرتے ہیں۔ تو اس میں ان کی ساری تحریک علمی ہو یا اخلاقی و جہانی یا سیاسی سب کے سب یکساں داخل ہیں۔

اسی تمیز کے بعد ہمارا یہ کنایہ صحیح ہو گا کہ شاہ صاحب کے خلاف کوئی طریقہ ذکر و فکر کا مقرب الی اللہ نہیں ہو گا۔ اور اسی طرح شاہ صاحب کے اصول چھوڑ کر کوئی سیاسی تحریک حکومت ہو یا حکومت پیدا کرنے والی جماعت۔ وہ دینی حکومت پیدا کرنے میں کامیاب نہ ہوگی۔ شاہ صاحب کے مذکورہ ذیل جملوں کا مطلب ہم یہی سمجھتے ہیں کہ طریقت و اشغال۔ اور مذہب و سیاست سب چیزیں ان ہی کے اتباع میں تقرب الی اللہ کا باعث بن سکتی ہیں۔ غنم تروی منہا بعد مذہبہ۔ ولا طریقاً فی السلوک بعد طریقہ۔ یشتمل علی درجہ بلجن بہ نعم تری اهل الطرق والذہب۔ لیستسکون برصور الذہب والطرق ویشغلون بالاشغال المفیدۃ لنوع من السلوک۔ واما الجذبہ فمفتود فذلک القیامۃ الی وحدۃ لہذا الوصی وحدۃ من کمالہ قبل ان یوجد فی الناسوت مصلہ

انفرض یہ تصریحات بظاہر طریقت کے لئے لکھی گئیں۔ مگر ہماری سمجھ یہ ہے کہ سیاسی اصول میں

ج۔ انہیں سمجھایا گیا۔ کہ ان کی اصلاحات نافذ ہونے کے لئے باہمی لڑائیوں کا طویل سلسلہ پیش آنے والا اس طرح سلسلے خواب کا حاصل نہ نکلا کہ حکیم الہند مکمل اجتماعی انقلاب کے شروع کرنے والے ہیں۔

اس عزم کے ساتھ وہ دہلی واپس آئے۔ اور سب سے پہلے انہوں نے اپنا ترجمہ قرآن و فتح الرحمن، مکمل کیا جس میں اپنا پروگرام جمالا مندرج کر دیا۔ اور ۱۱۵۶ھ ۱۷۴۳ء سے اس کی تدریس شروع کر دی۔

بقیہ صفحہ ۲۸) بھی وہ دنیا بھر کے امام ہیں۔ ہندوستان تو رہا بجائے خود۔ یورپ میں بھی ان کے اصول سے ہٹ کر کوئی حکومت نہیں رہ سکتی۔ ہم اس موضوع پر ایک مستقل کتاب لکھوا سکتے ہیں۔ مگر ہماری ملک کی فضا اس کے موافق نہیں ہے۔

شاہ صاحب کا اجمالی پروگرام | فتح الرحمن کے حاشی میں آپ نے تمام وہ چیزیں درج کر دی ہیں جو ان کی تجدید کے لئے ہنر و اساس ہیں۔ سب سے پہلا امر یہ ہے کہ حکومت مکہ میں پیدا ہوئی۔ اور اس کا نظام لڑائی کے بغیر مستقل تھا۔ وہ عدم تشدد کی پابندی سے حکومت پیدا کرنے کا مستقل نظام تھا۔ یہ سورہ رعد کے آخری فائدہ میں انہوں نے درج کر دیا ہے۔

قلت قال تعالیٰ اولوہ ذوا انا ناتی الا دض ننقصہا من اطرافہا واللہ یحکمہ لامعقب تحکمہ۔ وهو سریر المحاسب تیئنے روز بروز شوکت اسلام ہدین عرب منتشرے شود۔ دوار الحرب ناقص سے گرد و اطراف آں۔ عامہ مفسرین این آیت را مدنیہ دانند۔ و نزدیک ترجمہ لازم نیست کہ مدنی باشد۔ و مواد از نقصان دوار الحرب اسلام۔ سلم و غفار و بہینہ و مزنیہ و قہائل بن است پیش مذہب جرت حاشیہ فتح الرحمن غرض کہ میں عدم تشدد کے اصول پر ایک حکومت بن چکی تھی۔ نور الحق۔

شاہ صاحب نے اپنے تقووف کے طریقہ کی بیعت کو اسی نظام کی نقل بنایا۔ یہ دوران کی

(بقیہ صفحہ ۱۶) سیاست میں تصوف کو دینی بلند درجہ دینے کا حقیقی سبب ہے۔ جو شخص حکومت کے سارے مناصب چلانے کے لئے افراد کی تربیت عدم تشدد کی پابندی میں پہلے مکمل نہیں کر لیتا۔ وہ لڑکر کوئی نیا نظام حکومت پیدا نہیں کر سکتا۔ لڑکر پچھلی حکومت کو توڑ سکتا ہے۔ مگر اس کی جگہ نیا نظام قائم کرنے کے لئے اس کو آدمی میسر نہیں ہوں گے۔ تعینات منظم ۱۲۱۱ء میں ایک اشارہ ہے۔ کہ آپ کو اس الہام کے مکمل کرنے کے لئے انبیاء کی طرح صبر سے کام کرنا چاہئے۔ جس میں ان سے وعدہ کیا گیا ہے۔ کہ وہ امام ہندی کی طرز کے آدمی ہیں۔ اس کا مطلب یہی ہے۔ کہ وہ اپنی جماعت پہلے تیار کریں۔ چنانچہ وہ اس میں کامیاب ہوئے۔ شاہ عبدالعزیز نے نظام حکومت چلانے کے لئے پورے آدمی تیار کر دیئے۔

یہاں ایک خدشہ پیدا ہوتا ہے۔ کہ پھر وہ شکست کیوں کھا گئے؟ ہم اپنی پانی ذہنیت میں اس شبہ سے بہت متاثر ہے۔ پھر رو کر کسی کو دو چار جلی کٹی سا کر اپنا جی ٹھنڈا کر لیتے ہیں۔ مگر اٹانے سیاست میں جب ہمیں یورپ کی انقلابی تحریکوں کے مطالعے کا موقع ملا۔ تو یہ اصول سمجھ میں آیا۔ کہ ایک اعلیٰ انقلاب کے لئے متعدد پارٹسٹ کھانا ضروری ہے۔ اسی لئے اسلام کی ابتدائی تاریخ میں یا بھی خانہ جنگیاں پیدا ہوتی رہیں۔ یہ چیز اصل میں انقلابی تحریک کے لوازم میں سے ہے۔ اسکے بعد ہم مطمئن ہو گئے۔ کہ اگر شاہ صاحب کی تحریک ایک پارٹسٹ کھا گئی۔ تو یہ حقیقت میں تحریک کی شکست نہیں ہے۔ اس کے بعد ہم نے اپنے دیوبندی اساتذہ کے کام کو نئے شاہ صاحب کی تحریک کا دوسرا وعدہ قرار دیا۔ لکھا سمجھتی تفصیل دے اصل المقالہ: نور اس دوسرے دور کو ہم مولانا شیخ الہند کی وفات پر ختم کرتے ہیں۔ اس دور میں بھی وہ تحریک دوبارہ شکست کھا چکی ہے۔ مگر وہ اپنے نتیجہ میں تیسرے دور کے لئے مبادی تیار کر گئی ہے۔ اور میں اسی امید پر زندہ ہوں مجھے اس تحریک کی آخری کامیابی میں کسی قسم کا شبہ و تردد اس کیلئے نہیں ہے۔

سوشلسٹ انقلابی تحریک سب سے پہلے فرانسیسی انقلاب کے موقع پر شروع ہوئی۔ اور ٹوٹ گئی۔ پھر دوسری بار مسلم ہوئی۔ اور شکست کھا گئی۔ بعد ازاں دوس میں سین نے اس کو

تیسری بار مستحکم کیا۔ اندھاس کا نام اسی مناسبت سے تھڑا نیشنل تجویز ہوا۔ اصل کارل مارکس کے
اسم میں اندھین کے موجودہ نظام نامہ میں بہت کچھ تبدیلی آچکی ہے۔ مگر وہی تحریک اپنے تیسرے دور
میں کامیاب ہو کر رہی۔ اور زمین کے ایک بڑے قلعہ پر اپنی حکومت قائم کر سکی۔

اسی طرح میں تیسری اجتماعی تحریک شاہ صاحب کے اصول کے لئے تجویز کرنا چاہتا ہوں
دافع جس میں مصطفیٰ کمال کا قومی انقلاب ایک جزو ہوگا۔ اب، شاہ ولی اللہ کا عقلی و اقتصادی
فلسفہ اس پر حکومت کرے گا دج، اور عدم تشدد کی پابندی سے انڈین نیشنل کانگریس کے اندر رہ
کر حکومت بنانے کے لئے لائق آدمی تیار کرنا ضروری ہوں گے۔ میں ان چیزوں کی ذمہ داری لے
کر ایک نئی پارٹی مولانا شیخ الہند کی یادگار میں قائم کرنا چاہتا ہوں۔ یہ ہر اصول حضرت شیخ الہند
کے متعین کردہ ہیں۔

۱۔ شاہ ولی اللہ کے فلسفے کو وہ درجہ تکمیل میں داخل کر چکے ہیں۔

۲۔ ان کے زمانے میں ترکی کی نقل علی گڑھ کالج میں موجود تھی۔ مولانا شیخ الہند کالج کی تحریک
اپنے اندر سبھم کرنے کا ارادہ کر چکے تھے۔ ان کے آگے کام کرنے والوں میں اگر ایک طرف مولانا کاشمیری
اور مولانا بشیر احمد تھے۔ تو دوسری طرف ڈاکٹر انصاری اور مولانا محمد علی بھی تھے۔ علی گڑھ کالج اگر ایک
قدم آگے بڑھنے کا۔ تو مصطفیٰ کمال کی نقل کرے گا۔ ہم اس ترقی یافتہ علی گڑھ کو اپنے اندر لینا چاہتے
ہیں۔ دیوبندی جماعت کا جو آدمی جو صد نہیں رکھتا اس کو سیاسیات سے کنارہ کش ہو جانا چاہئے اس
کو کوئی حق نہیں کہ اپنے کسی کام کو مولانا شیخ الہند کی طرف منسوب کرے۔

و تخلص شعرائہم للشعر وقد مسخت بشیخ الہند حالاً

۳۔ کی زندگی کے لئے شاہ صاحب نے جو سیاسی اصول مقرر کیا ہیں، اس کی اتباع اور
تیار کرنے کے لئے انڈین نیشنل کانگریس میں وسیع میدان ملتا ہے۔ اس اصول کو پیش نظر رکھ کر ہم
کانگریس میں نئی پارٹی بنانا چاہتے ہیں۔

ہماری قوم پرانے اصول حکومت بھول چکی ہے۔ اب یورپین طریقے کے نظام حکومت پر

(بقیہ صفحہ ۳۲) کامیاب ہو سکے گی۔ افغانستان، ترکی، عربی ممالک سب کے سب یورپین طریقے پر اپنی حکومتوں کی تجدید کر رہے ہیں۔ اب ہم شاہ جہاں کی حکومت کا احادہ نہیں کر سکتے۔ روج وہی رہے گی مگر صورت یورپین ہوگی۔ ہمیں ڈومینین ٹیس قبول کرنا ہے۔ اس تیاری کے لئے ہمیں یورپ کی ایک بڑی حکومت کا تعاون حاصل کرنا ہوگا۔ ہم بہت سی مصلحتوں کو ملحوظ رکھ کر برٹش کامن ویلتھ میں رہنا منظور کرتے ہیں۔

مگر کانگریس کے عام طرفداران ان چیزوں کو صحیح طور پر نہیں سمجھ سکتے۔ یورپ میں جس طرح انقلاب ہوا۔ اسی قسم کے انقلاب کی وہ یہاں توقعات باندھے بیٹھے ہیں۔ لیکن ہمارا ملک یورپ سے بہت سی بنیادی امور میں مختلف ہے۔ اُن کے یہاں (۱) تعلیم عمومی نے اور (۲) پریس کی ترقی نے اور (۳) فوجی خدمت کے لزوم نے انقلاب کے لئے میدان تیار کر دیا۔ ہمارے عوام علم سے بے بہرہ اور فوجی جوہن سے ہزاروں کوس دور ہیں۔ لہذا وہ یورپ کے طریقے پر انقلاب کو کبھی سنبھال نہیں سکتے۔

اس کا دو بار تجربہ ہو چکا ہے۔ پہلے روس میں ہوا۔ روس کی عمومی تعلیم اچھی نہیں تھی۔ تاہم خیال کر لیا گیا۔ کہ ہم اس انقلاب کو کامیاب بنا کر دکھا دیں گے۔ مگر وہ اس میں سو فیصدی خلی ہوئے شکست کے بعد انہوں نے عوام کی تعلیم کو اس قرار سے گرجا اور ڈکٹیٹر شپ سے کام لے کر ایک حصہ ملک کو تیار کیا۔ اور اس کے مناسب انقلابی نظام بھی تبدیل کر دیا۔ تب کہیں جا کر وہ حکومت بنا سکے جو لوگ کارل مارکس کے متبع ہیں وہ لینن کے کام کو کبھی تعریف کی نگاہ سے نہیں دیکھ سکتے۔ اس میں انہوں نے بہت سی تبدیلیاں منظور کر لی ہیں۔ جو اس ملک کے لئے ضروری ہیں۔ روس کے انقلاب کو ہندوستان میں بڑھ کر پڑھنے والے ایسے امور سے کبھی واقف نہیں ہو سکتے۔

دوسری بار انقلاب ترکی میں ہوا۔ روسی عوام میں غے الجملہ ابتدائی تعلیم تھی۔ ترکی اس سے بالکل بے بہرہ تھا۔ مصطفیٰ کمال مجبور ہوا۔ کہ عربی زبان اور عربی رسم الخط کو قطعی طور پر ترک کر کے اپنے ساتھیوں کو مادری زبانِ روسی حروف میں سکھائے۔ اپنی ڈکٹیٹر شپ کے زور سے

وہ بیت جلد ایک پارٹی بنانے میں کامیاب ہو گیا۔

ہمارا ملک روس اور ترکی ہر دو سے پیچھے ہے۔ ہمارے ہاں ایک مختصر متوسط طبقہ پیدا ہوا جو یورپ کے تمام علوم جانتا ہے۔ وہی کانگریس کو چلا رہا ہے اور وہی انقلاب کی توقعات باندھے ہوئے ہے مگر انقلاب عوام کی مشارکت کے بغیر کبھی کامیاب نہیں ہوا۔ اور یہ لوگ ہندوستانی عوام کے نزدیک جانا بھی پسند نہیں کرتے۔

گاندھی جی ان تمام چیزوں کو سمجھتے ہیں۔ مگر گجرات سے باہر ہندوستان کے کسی ٹکڑے میں اپنی طرز کی حکومت نہیں بنا سکتے۔ گاندھی جی ادنیٰ طبقہ کی خدمت اور تربیت کے لئے متوسط طبقہ کو دھواں کو لیڈر مانتا ہے، متوجہ کر سکتے ہیں۔ ہم اس کی پوری تھوڑکتے ہیں۔ مگر یہ انقلاب کے مبادی میں معمولی درجے کی چیز ہے۔ انسانیت کے مفادِ عامہ کے لئے انقلاب میں اپنے مقصد کے لئے..... اپنی جان قربان کرنے کا جذبہ پیدا کرنا انقلاب کی اصل اساس ہے۔ یہ چیز گاندھی جی کی شخصیت میں علاوہ الکمال موجود ہے۔ لیکن ان کے معتقدوں میں شاید فی صدی ایک میں ہو اس لئے ہم گاندھی پارٹی کے مصنوعی شور و غلب سے متاثر نہیں ہوتے۔

ہم اپنے تعلیم یافتہ نوجوانوں میں قرآن حکیم کے ارشاد کے مطابق انسانیت کی اصلاح کے لئے قربانی کا جذبہ نہایت آسانی سے پیدا کر سکتے ہیں۔ قرآن عظیم کا ہر مقصد معین کرنے میں لام ولی اللہ ہماری نظر میں متفرد ہیں۔ اس لئے ہم ان کے سوا کسی کی تفسیر کو قبول نہیں کر سکتے۔

ہم جس طرح اپنے نوجوانوں کو قرآن عظیم کی تعلیم سے اس مقصد عالی پر لے آتے ہیں۔ اسی طرح اگر ہندو تعلیم یافتہ نوجوان ہم پر اعتماد کرے۔ تو ہم اس کو ولی اللہ فلاسفی پڑھا کر عبکوت گیتا کی تعلیم سے اس مقصد پر لے آئیں گے۔ یہی طرز ہمارا بائبل ماننے والی اقوام کے ساتھ ہے گا۔ ہم ولی اللہ فلاسفی پر ساری بائبل پڑھا کر انسانیتِ عامہ کے مفاد پر ان کو جمع کر دیں گے۔

انقرض مولنا شیخ الغد میں تین چیزیں بتائیں اول یہ کہ آپ نے دیوبند میں شاہ ولی اللہ کا فلسفہ اور مولنا محمد تقی کا حکمت داخل کرائی۔ دوم سیاسی تحریک میں دیوبندی جماعت کی بات

اس زمانے میں ایسے باخبر لوگ موجود تھے جنہیں اس انقلابی تحریک کا احساس ہوا انہوں نے عوام میں شورش پھیلا کر فوجپوری سے نکلنے وقت حکیم المندر پر حملہ کر دیا۔ حکیم المندر نے اپنے پروگرام کی تفصیل میں بیسیوں کتابیں لکھیں۔ وہ سب پہلی کی پہلی زبان یعنی عربی۔ اور شاہی زبان یعنی فارسی میں لکھی گئیں جن میں اپنے اصول اور مسائل منتشر کر دئے تاکہ مابہل لوگوں کی دست برد سے محفوظ رہیں۔

(بقیہ صفحہ ۳۶) علی گڑھ پارٹی کو مساوی دھبے پر شامل کرنا منظور کر لیا۔ سوئم یہ کہ انڈین نیشنل کانگریس کے اندر جا کر بیرونی ممالک اسلامیہ کی سیاست سے علیحدگی اختیار کر کے کام کیا جائے۔ واللہ التوفیق۔

شاہ صاحب قاتلانہ حملہ | شاہ ولی اللہ پہلے بزرگ ہیں جنہوں نے گیارہ سو برس کے بعد مسزین ہندوستان میں قرآن کا ترجمہ فارسی زبان میں کیا لیکن سبب اس کی اشاعت ہوئی تو متحکم پرچ گیا۔ کٹ ملاؤں نے سمجھ لیا۔ کہ ہماری روزی کی عمارت ڈھا دی گئی۔ اب جہلا کبھی قابو میں نہیں آئیں گے۔ اور ہر بات پر بحث کرنے کو تیار ہو جایا کریں گے۔ حلالہ کفر کے فتوے دینے کے شاہ صاحب کے جانی دشمن ہو گئے۔ اور قتل کرنے پر تل گئے۔ ان کے اشارے پر چند بدعاش شاہ صاحب کی تاک میں رہنے لگے۔ اس سازش کا آپ کو وہم و گمان بھی نہ تھا ایک روز شاہ صاحب عصر کی نماز فوجپوری میں پڑھ رہے تھے۔ ابھی آپ نے سلام پھیرا ہی تھا۔ کہ دروازہ پر شور و غل کی آوازیں آنے لگیں۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ آوارہ گردوں کی ایک جماعت حملہ آور ہونا چاہتی ہے۔ شاہ صاحب کے ساتھ فقط چند خدام تھے۔ اور یہ جماعت بڑی تعداد میں جتنی شاہ صاحب نے بھاگ کھاری باولی وائے دروازے سے نکل جائیں۔ مگر انہوں نے اس طرف انکھیر لیا۔ شاہ صاحب کے پاس ایک چٹری تھی وہ آپ نے حملہ آوروں سے دریافت کیا کہ آخر آپ لوگ میرے قتل دہے

(بقیہ صفحہ ۳۵) کیوں ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ تو نے قرآن کا ترجمہ کر کے عوام کی نگاہ میں ہماری وقت برباد کر دی۔ اگر یہی حالت رہی تو ہماری آئندہ نسلوں کو کوئی ذرہ برابر وقعت نہیں دے گا۔ آج نے نہ صرف ہمیں برباد کیا ہے، بلکہ ہماری اولاد کو بھی تباہ کر دیا۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ یہ کس طرح ممکن ہے کہ خدا تعالیٰ کی حامی نعمت کو خنڈا فرادیا؟ ان کی اولاد کے لئے خاص کر دیا جائے؟ کچھ دیر رو و بدل دی قریب تھا کہ وہ کوئی بڑا اقدام کریں۔ کہ شاہ صاحب کے خدام نے تواریخ مسودت لیں۔ اور وہ اوباش جوان ملاؤں کے ساتھ تھے۔ تواریخ دیکھتے ہی بھاگ کھڑے ہوئے۔ اور آپ سلامت گھر پہنچ گئے حضرات ولی مآب واضح ہے کہ یہ طرز بیان مولف حیات ولی نے مرزا حیرت دہلوی سے لیا ہے۔ اس ادبی فسانہ طرازی کو چھوڑ کر اصل واقعہ کو حقیقی طور پر معلوم کرنے کی ضرورت ہے عوام میں اور امام ولی اللہ میں کیا بات ہوئی۔ اور کس طرح تواریخ دکھا کر ان کو ڈرایا گیا۔ یہ سب سخن گسترانہ امور ہیں۔ اصل واقعہ اتنا معلوم ہوتا ہے کہ شیوہ حکام کو یہ بات ناگوار گزری کہ عوام قرآن سے واقف ہوں۔ مولانا غلام فیض محمد امیر الروایات میں ہے کہ پہلی میں نجف علیخان کا تسلط تھا۔ اس کے حالات کے لئے میرزا حسین اور تاریخ ذکا، اللہ دہلوی ملاحظہ ہوں۔ نور، جس نے شاہ ولی اللہ کے پیچھے آکر ڈاکو بن بیکار کر لئے تھے۔ تاکہ وہ کوئی کتاب یا مضمون نہ تحریر کر سکیں۔ اور اسی نے مرزا مظہر جانجانی کو شہید کروا دیا تھا۔ اور شاہ عبدالعزیز و شاہ رفیع الدین کو اپنے قہر سے نکال دیا تھا۔ بحوالہ مشن۔ م ۲۷۰

فائدہ کا اقرآن کریم کا فارسی ترجمہ، ہندوستان میں سب سے پہلے ملک العلماء شہاب الدین ہندی ولی آبادی امتونی قسطنطنیہ مولف بحر مروج و بدیع المیزان وغیرہا ترجمتہ نے ابجد العلوم ۸۹۳ھ۔ نور نے اپنی تفسیر بحر مروج میں لکھا ہے۔ بحر مروج میں وہ ہر ایک فن کے متعلق تحقیق قرآنی حلیمہ و طلیحہ عنوانوں سے لکھتے ہیں۔ مثلاً: سب سے پہلے ایک آیت نقل کر گئے۔ اور اس کے نیچے لکھیں مجھے (الترجمہ) پھر فارسی ترجمہ کر دیئے۔ پھر لکھیں گے۔ لا عزاب۔ پھر اللہ لغت، پھر نشان نزول وغیرہ۔ ساری کتاب سی طرح مکتب کی ہے۔ تو اب اس میں ترجمہ قرآن ایک مستقل باب مکمل صورت اختیار کر گیا۔ اس کتاب کی پہلی جلد طبع ہو چکی ہے۔ ملک العلماء اسکے حاشیہ کا فیروادیر سید شریف کے ترجمہ فارسی کو دیکھ کر مولانا جامی نے ایک جہت پیدا کر کے شرح ملاحی لکھی۔ ملک العلماء کی شرح کا فیہ کا نعتیہ خوشخط نسخہ پنجاب۔ بریلیو سٹی کی لائبریری میں موجود ہے۔

اس پروگرام کی نوعیت سمجھنے کے لئے جاننا چاہئے کہ امام ولی اللہ امت محمدیہ میں ایک عظیم الشان صدیق اور حکیم تھے اس طریقیے کے ارباب کمال، انبیاء کی طرح اپنا مخاطب تمام انسانیت کو بناتے ہیں۔ اگرچہ بنیاد ہر وہ اپنی قوم کو دعوت دیتے ہیں مگر امام ولی اللہ کی کتاب میں غور سے پڑھی جائیں تو صاف نظر آئے گا کہ ان کی زبان اگرچہ دہلی کی زبان ہے لیکن ان کا مخاطب دہلی کے اعلیٰ طبقے کے توسط سے، ایک طرف یہود و نصاریٰ اور مسلمانوں کی عربی و عجمی قومیں ہیں۔ تو دوسری طرف یونان، ایران، ہند کے صابی، آریں، قومیں بھی مساوی دیجے پر خطاب میں شریک ہیں:

اَوْبَانِ عَالَمِہِ کَا اسْتِجَادِ دُور کرنے کے لئے مولینا محمد اسماعیل شہید (رحمۃ اللہ علیہ) نور،

کی کتاب العَبَقَات اَقْلَت رَاجِحٌ مَّا وَاَقْبَلُو بَعْدَا۔ نوں سے چند سطرں نقل کرنا

اے یعنی شاہ ولی اللہ صاحب قرآن شریف کی تشریح کرتے ہیں۔ تو اُس میں یونان اور ہند کو بھی ملنے دیکھتے ہیں۔ یہ چیز ہمارے اہل علم پر گراں گزرتی ہے۔ وہ شاہ صاحب کو ایک طریقیے اور ایک مسجد کا مجدد اور امام وغیرہ وغیرہ سب کچھ مانتے ہیں۔ مگر انسانیت کا ذمہ دار قرار دینا انہیں سخت ناگوار گذرتا ہے۔ ہم صلاحیت پسند بزرگوں کے استبعاد کو دور کر سکتے ہیں۔ ضدی طبیعتوں کو خطاب کرنا نہیں چاہئے۔ قرآن شریف نے مَن تَوَقَّى وَاَدْبَرَ کو اپنے مخاطبین کی صف سے نکال دیا ہے ہم ایک حکیم امت محمدیہ کے کلام میں قرآن شریف کے اسی اصول پر عمل کرنا چاہتے ہیں۔ اس لئے ضدی طبیعتوں کو مخاطب بنانا نہیں چاہئے:

شاہ صاحب کا مقصود اصلی انسانیت عامہ استبعاد دور کرنے میں امام ولی اللہ کا

(بقیہ صفحہ ۳۸) صریح فیصلہ نقل کر دینا کافی ہو گا۔

(الف، بدورِ بازغ میں ارتفاقات کا بیان لکھتے ہوئے فرماتے ہیں:-

اذا نحن امعنا فی تصویر هذه الارتفاقات باحكامها وعلومها فلا تغفل عن
فككتين احدهما اننا نذكر صورة ولا نريد ها بخصوصها بل اياها وما يماثلها و
يقاربها مما يصححه القواعد الكلية التي علمناها وتختلف بحسب علوم كل قوم
وعاداتهم بعد دخولها في تلك القواعد والثانية ان ميزان الارتفاق الاول هو
حاجة كل محقق من بني آدم من قبل طباعه وميزان الثاني هذا الارتفاق الاول
مع العلوم التجارية والاخلاق الصالحة وعلى هذا القياس واه)

(ب) اس سے زیادہ تفصیل بدورِ بازغ کے مقالہ ثالثہ کے شروع میں ہے چنانچہ لکھتے ہیں:-

”هل تستطيع ان تعلم ان الارتفاقات التي بنى عليها نظام البشر والاقترابات
التي اودعت في طباع البشر ولا سيما الاحسان والتعب والاجتناب عن الشرور
كلها امور حبيبة في بصور كثيرة فمن هذا المنكاح مثلا فمن اتى بالاعلان الداف
راغنا فقد اتى بالواجب عليه كما ان من جعل من شرطه الشهود والايجاب و
القبول لفظا فقد اتى به ايضا وذلك لان الواجب الاصل هو تعيين المنكوحه
بحيث لا يشارك فيها احد وهذا حاصل في الفصلين كذلك التقريب الى الله
تعالى يمكن بالتجرد وقلع خواص الانسانية ويمكن بالتأدب بأداب الجوارح مع
بقاء اصل الانسانية وخواصها وقس عليه جميع ما اعطيناك من اممات المسائل
في الارتفاقات والاقترابات فانما يمكن ان يحصل في صور شتى.

ولا تغتر بما سقنا اليك من تصورها وتنهيدها على الملة الخنفيه فانها

على طريقة التمثيل لا غير

فلا تظن الواجب الاصل محصورا فيه بل الحق ان الواجب الاصل لا يكاد

ضروری ہیں۔ مولینا شہید مقررین کے وہی کمالات کا تذکرہ کرتے ہوئے حکیم اور
عبدیق کے حق میں لکھتے ہیں

وَ اِنَّهُ لَوْ وَسَّدَ لَهُ وَسَادَةً لَقَضَىٰ بَيْنَ اَهْلِ التَّوْرَةِ بِتَوْرَاتِهِمْ وَ
اَهْلِ الْاَنْجِيلِ بِالْاِنْجِيْلِ وَ اَهْلَ الْقُرْآنِ بِقُرْآنِهِمْ - وَ سَرُّهُ اِنَّهُ مَا مَضَىٰ مِنْ
اجْتَمَاعٍ عَلَيْهِ جَمْعٌ غَفِيرٌ مِنَ الْعُقُلَاءِ، وَلَا سَيِّمًا اَصْحَابَ الْاِتِّصَالِ بِالْغَيْبِ
كَمَا هَا بَيْنَ النَّصَادِي وَالْيَهُودِ وَ اَشْرَاقِيَةِ الْيُونَانِ وَ اَصْحَابِ النُّوُورِ
الْمُظْلَمَةِ مِنَ الْفَرَسِ - وَ جُوكِيَةِ الْهِنْدِ، اَلْاَوَّلَةُ مَقَامٌ رَاسِخٌ فِي خَطِيْرَةِ
الْقُدُسِ وَ اَصْلٌ مُّؤَسَّسٌ فِيهَا.

دقیقہ صفحہ ۳۸، یذہل عند ملت من الملل ولا ان ينكروا احد ممن يسمي بشرا وان عصاه
انما النزاع والخلاف في التصوير بصورة معينة والشهيد على وضع خاص انتهى مثلاً
ان نصوص سے ثابت ہوتا ہے کہ امام ولی اللہ کی تصانیف میں جس قدر قواعد کلیہ مذکور
ہیں۔ وہ ان کے فلسفے کا متن ہیں۔ اور جس قدر مسائل شریعت بیان ہوئے۔ وہ ان قواعد کی
مثالیں ہیں۔

ان قواعد کو ان مثالوں میں مختصر نہیں سمجھنا چاہئے۔ اس طرح متدین اقوام کے عقل مند
افراد ایک بین الاقوامی تحریک پر مجتمع ہو سکتے ہیں۔ قرآن عظیم کا خصوصی قانون فقط اس میں قومی
سپرٹ کو صحیح اصول پر محفوظ کر دے گا۔ واللہ الموفق۔

کتبہ جلیل اللہ السندھی ۱۱ اکتوبر ۱۳۲۷ھ ہندی

ثم اختلط به الفساد من اهل الافكار الحرية وشوب المخزونات
 المخزونات من التقليدات والرسوم والخطا في التعبير وعدم المطابقة
 بين العاقلة وبين المتلق من الغيب وحمل الخلف كلام سلفهم على ما لم يريدوا
 واشباه ذلك. فالحكيم يدرك اصلهم المؤسس في حظيرة القدس ممتاناً
 عن التغاليط لتيقظ روحه. فتنبه ولا تكن من الغافلين "والمصبات"
 اپنی قوم کی تخصیص محض اس لئے ہے کہ اُن کے تعلیم یافتہ حصے کو دنیا کے سامنے
 علمی نمونہ بنا سکیں۔ اگر زیادہ غور سے اُن کی کتابیں پڑھی جائیں۔ تو یہ محسوس ہوگا کہ
 وہ اپنی قوم کے ہر فرد کو انسانیت عامہ کی تعلیم کے لئے تیار کر رہے ہیں۔ اُن کے
 زمانے کی وہی ایک ایسا مرکز تھی جس میں اقوام عالم کے سب نمونے ملتے ہیں وہی
 میں یہ استعداد ہے کہ اُسکے توسط سے یہ تعلیم سارے ہند، اور پھر ساری دنیا میں
 پھیل سکے۔

لے اشادة الے مآثر من قوله عمر فيهم "اگرچہ وہ بظاہر اپنی قوم کو دعوت دیتے ہیں۔"
 خود الحق

دہلی کی مرکزیت | دہلی کی اس مرکزیت کا سنگ بنیاد اس وقت سے بہت پہلے سلطان
 الشمس الدین التمش خلیفہ خواجہ بختیار المستوفی ۳۳۲ھ کے عہد سے رکھ
 دیا گیا تھا۔ خواجہ منیا، الدین برنی، تاج فیروز شاہی ۷۵۱ھ میں اور قاضی منہاج الدین طہقات

دبقیہ ۲۴، نامری ۲۶ میں فرماتے ہیں۔ ازہر شمس الدین سلطان از خوف قتل و کمال چنگیز خان ملک و امرائے نامدار کہ سالہا سال سری و سرکاری کردہ بودند۔ و وزیرا و معارف پیار و بد رگاہ شمس الدین چو بستند۔ از وجود آنچنان ملک و وزیرا و معارف کہ در بلیح مسکون نظیر خود نداشتند بارگاہ شمس الدین در گاہ محمودی و بخیری شدہ بود۔ از اول حمد دولت او اجتماع علمائے بانام و سادات کرام و ملک و امراء و صدور و کبرا، زیادت از ہزار ملک ہر سال بذل فرمود۔ و خلایق اطراف گیتی بدہلی جمع آورد۔ تا آنکہ شہر دہلی از فضل و کرم او محط رجال آفاق گردیدہ

۲۵۔ اس کے بعد سلطان غیاث الدین بلبن متوفی ۶۸۷ھ جس کے عہد میں خیرالاحصاء کہا جاتا ہے، کے عہد میں ماوراءالنہر خراسان، عراق، آذربائیجان فارس، روم و شام کے ملک و حکمران چنگیزیوں کی دست برد و ترکنا ز سے بھاگ کر بلبن کے زیر سایہ دہلی میں با عزت زندگی بسر کرنے لگے تھے۔ ان نوواردوں کے اسما کی مناسبت سے دہلی میں پندرہ حملے آباد ہوئے جن کے اسما کی تفصیل تاریخ فرشتہ ۲۵ میں موجود ہے۔ ان کے علاوہ اکناف حام میں سے ہرفن اور ہر علم کی بے نظیر اور بیگانہ دہر ہستیاں بلبنی بارگاہ میں مجتمع ہو گئیں جن کی وجہ سے دانشمندی نے بارگاہ بلبنی کو بارگاہ محمود اور بخیری پر ترجیح دی ہے ۛ

۳۔ سلطان علاء الدین غمی اسکندر بہند متوفی ۷۱۶ھ کے عہد کا نقشہ امیر خسرو متوفی ۷۲۵ھ نے ان کبھی نہ بھولنے والے الفاظ میں کھینچا ہے۔ ۵

خوش ہندوستان و رونق دیں	شہریت را کمال عسرت و تمکین
زعیم باعمل دہلی بخارا	ز شاہ گشتہ اسد ام آشکارا
سماں برفغانی روش خاص	ز دل ہر چار آئیں را بہ اخلاص
نکیں با شرفی نے مہر بازید	جماعت را وسعت را بجاں صید

قال الامام عبد الغزیز بن ولی اللہ الدہلوی ۵
يَا مَنْ يُسَائِلُ دَهْلِيَّ وَرَفْعَهَا عَلَى الْبِلَادِ وَمَا حَادَثَهُ مِنْ شَرَفٍ

حکیم الہند اپنی دعوت سے دہلی کے اعلیٰ طبقے کو کامیابی سے متاثر کر سکے۔
اس کے لئے دو تاریخی شہادتیں کافی ہیں۔

(الف) مرزا محمد ظہر جان باناں فرماتے ہیں "حضرت شاہ ولی اللہ محدث رحمہ اللہ
طریقہ جدیدہ بیان نمودہ اند۔ در تحقیق اسرار معارف و غوامض علوم طریز خاص و ارنزد
بایں ہر علوم و کمالات، از علما و ربانی اندیش مثل ایشان در محققان صوفیہ کہ جامع اند
در علم ظاہر و باطن و علم نوبیان کردہ اند چند کس گذشتہ باشند۔ در اربع کلمات طلیعات
ص ۸۳ و ۸۴، لفظ الحق،

(ب) دوسری شہادت سلطان محمد شاہ کے دربار کا فیصلہ ہے۔ وہ امام ولی اللہ کے

وَأَنهَآ دَرَّةٌ وَ الْكُلُّ كَالْبَدَنِ
غَيْرُ النَّجَازِ وَ غَيْرُ الْقُدْسِ وَ الْقَبْرِ
خَلْقًا وَ خُلُقًا بِلَا عَجَبٍ وَ لَا مَلَكٍ
لَمْ تَقْتُلْ عَيْنُهُ إِلَّا عَلَى الضَّعِيفِ
نَوَاقِلُهُ الشَّمْسُ الْقَمَرُ وَ تَلَكُّهُ
كَمَرٍ مِنْ آبٍ قَدْ عَلَا بِأَيْنٍ دِيْنِي شَرَفِ
أَنهَآ رَحْلِي جَرَتْ فِي أَسْفَلِ الْغُرَفِ

وَأَنهَآ دَرَّةٌ وَ الْكُلُّ كَالْبَدَنِ
غَيْرُ النَّجَازِ وَ غَيْرُ الْقُدْسِ وَ الْقَبْرِ
خَلْقًا وَ خُلُقًا بِلَا عَجَبٍ وَ لَا مَلَكٍ
لَمْ تَقْتُلْ عَيْنُهُ إِلَّا عَلَى الضَّعِيفِ
نَوَاقِلُهُ الشَّمْسُ الْقَمَرُ وَ تَلَكُّهُ
كَمَرٍ مِنْ آبٍ قَدْ عَلَا بِأَيْنٍ دِيْنِي شَرَفِ
أَنهَآ رَحْلِي جَرَتْ فِي أَسْفَلِ الْغُرَفِ

کتاب التہدید۔ نقل من آثار الصنادید الشیخ السید احمد خان (مرزا الحق)

مدرسے کو پرانی دہلی کے ایک چھوٹے سے احاطے میں دیکھنا نہیں چاہتے بلکہ جہاں آباد
کا ایک پورا محلہ اس کے لئے خاص کر دیتے ہیں۔ یہی مدرسہ مذکورہ بالا تحریک کا
مرکز تھا۔ امام ولی اللہ اور اُن کے بعد امام عبدالعزیز (متوفی ۱۲۳۹ھ) اور آپ کے
بعد امام محمد اسحاق (متوفی ۱۲۶۲ھ) نے اسی محلے میں بیٹھ کر اُس تحریک کی رہنمائی
کی۔ جو سلطنتِ دہلی کی تجدید کے لئے کام کرتی تھی
اس کے بعد دوسرے دور میں مدرسہ دیوبند بنایا گیا۔

مدرسہ رحیمیہ | شاہ ولی اللہ صاحب نے اپنے والد کی وفات کے بعد مدرسہ رحیمیہ میں جس
کی بنیاد شاہ عبدالرحیم ڈال گئے تھے طلبہ کو درس دینا شروع کیا۔ بارہویں صدی کے آغاز اور
گیارہویں صدی کے اختتام پر شاہ عبدالرحیم نے پرانی دہلی میں اس مقام پر ایک مدرسہ قائم
کیا جو آبِ ہندوؤں کے نام سے مشہور ہے۔ اور اس کا نام مدرسہ رحیمیہ رکھا۔ عجمت ولی
ولی اللہ کالج | جب شاہ صاحب کے علمی کمال کا شہرہ بڑھا اور طلبہ اطراف و اکناف
سے آنے لگے تو مدرسہ رحیمیہ اُن کے لئے ناکافی ثابت ہوا۔ سلطان محمد شاہ
نے امام ولی اللہ کو بلا کر شہر میں ایک عالی شان مکان دے کر دارالحدیث کا اس میں افتتاح کرایا
اس کے بعد قدیم جگہ خیر آباد ہو گئی۔ یہ نیا مدرسہ کسی زمانے میں نہایت عالی شان اور خوبصورت
تھا۔ اور بڑا دارالعلوم سمجھا جاتا تھا۔ اس کے استحکام کی یہ حالت تھی کہ شورشِ مشرق اپنے پہلی
حالات پر قائم رہا۔ اگر اس کے ساتھ یہ واقعہ پیش نہ آتا۔ کہ اس شورش میں مبینہ ثوث پئے
گئے۔ کٹری تختے تک لوگ اٹھائے گئے۔ تو آج بھی شاید وہ باقی رہتا۔ اس کی وسعت اور کثرت
کا یہ عالم تھا کہ اب متفرق لوگوں کے مکانات اس جگہ بن گئے ہیں۔ مگر محلہ شاہ عبدالعزیز صاحب

حکیم الہند نے اپنے پروگرام کی تدوین کے ساتھ اپنے رفقا کی مرکزی جماعت بھی
تیار کی جو تعلیم و ارشاد کے ذریعے سے انقلابی تحریک کی اشاعت، ایک طرف صوفیہ
اور علماء میں، اور دوسری طرف امراء و اولیائے دولت میں کرتی رہی۔ ان میں
سے مولانا محمد عاشق پھلپتی، مولینا نور اللہ بدخاوی، مولانا محمد امین کشمیری
مشہور ہیں۔

واقعہ صفحہ ۴۳ کے مدرسہ سے نام سے مشہور ہے۔ اور آج تک پکارا جاتا ہے۔ شاہ ولی اللہ صاحب
کے بعد ان کے چاروں صاحبزادوں نے وہی مشغلہ درس و تدریس جاری رکھا۔ اور اس مدرسہ
نے تعلیم و دنیا میں وہ نام پیدا کیا کہ ہندوستان میں شہر ہو گیا۔ جب شاہ صاحب کے
صاحبزادہ، اس کوئی نہ رہا۔ تو مولانا محمد اسحاق صاحب برکلی دمتوفی ۱۲۶۲ھ نور، نے دیر سے کی
خدمت اپنے فرائض کی۔ اس دیر سے کی مسجد کا حال شاہ عبدالغفریہ صاحب اس طرح بیان فرماتے ہیں
”دران ہنگام بزرگاں بسیار و اولیا، بسیار از یاران والد متکلف مسجد بودند و موقوفات شاہ
عبدالغفریہ ۱۲۵۹ھ جب مولانا محمد اسحاق نے ۱۲۵۶ھ میں ہجرت کی تو مولینا مخصوص اللہ دمتوفی ۱۲۶۳ھ نور
اور مولینا موسیٰ خٹک مولانا رفیع الدین دمتوفی ۱۲۶۳ھ نور، اس کی نگرانی فرماتے گئے ان حضرات کے
انتقال کے بعد مولوی موسیٰ صاحب کے ایک صاحبزادے میاں عبدالسلام بہت صغیر سن ہے۔ اور ایک صاحبزادی
رہ گئیں۔ خاندان بھریں کوئی ایسا نہ تھا جو عبدالسلام صاحب کو پڑھاتا تھا تا بغرض یہ سلسلہ جو کئی پشت
سے اس خاندان میں جاری تھا بند ہو گیا۔ اب چونکہ ایک جائیداد رائے بہادر لالہ شیو پرشاد کی ہے اس لئے
اس گلی پر مدرسہ لائے بہادر لالہ رام کشن داس کا تختہ لگا دیا گیا ہے۔ ملاحظہ کتاب دار الحکومت
دہلی ص ۲۵۶ و ۲۵۷۔ از مولوی محمد بشیر صاحب سبحان من لا یزول ملکہ و هو الحی القیوم ۱۲۸۵ھ

مولانا غم میضم کتاب التمجید حصہ دوم میں فرماتے ہیں علم
 طور پر صد اہل علم شاہ ولی اللہ صاحب سے مستفید ہوئے

حرمین شریفین سے با مذاق عالم اُن سے علم سیکھنے کے لئے وہی آتے رہے۔ لیکن ان کے مکمل نظریے
 کو سمجھنے والے تین چار رقعا سے زیادہ نہیں ہیں۔ (الف، اُن کے مامول زاو بجائی شاہ محمد عاشق
 (ب، جمال الدین شاہ محمد امین ولی اللہ کشمیری (ج، شاہ نور اللہ بدایونی (د، شاہ ابوسعید ریوی
 پہلے تین حضرات شاہ عبد الغفری کے استاد ہیں۔ اور چوتھے حضرت شاہ ابوسعید خلیفہ ولی اللہ و جد
 ماوری حضرت سید احمد شہید ہیں۔ امیر شہید آپ ہی کے نواسے ہیں۔ (ح و ط ۲۱)

الشیخ محمد عاشق [بن الشیخ عبید اللہ بن الشیخ محمد قدس سرہ (وہوضی اللہ عنہ جری ابوالی)
 اودع محبتی من اولی ترعہ وکان سیدی ابوالدیرانی وایاہ محتایین اللہ -
 فیقول اندیر فی ذلک، وعسی ان یکون لہ شان۔ ثم اَلِہِم طلب طریق الحق منی
 ومنہ محبتہ عظیمہ فی مستوحیة بظاہرہ وباطنہ وقلبہ وقالیہ ولسانہ۔ ودرق
 الاقبال التام علی الاخذ منی فما زال یبصہ ویبصہ حتی دایت فیہ تیقظ لطیفہ
 انا والحجرا لیمت وحتی فیہ تمکنا تاماً واستقر اذاً قویاً۔ وامنت من ثقلب
 احوالہ وتذبذب اقوالہ۔ ورایتہ قد انفتح لہ باب الذی بلیہ و بین علیہ الثانیۃ
 فہو یاخذ ما یاخذ من منبہ من غیر تقلید ورضیت اخلاقہ واعمالہ المستحسنات
 اطوارہ وواضاحہ۔ وھو یحمد اللہ (منہ نصی ووجاء علی وحافظ ہراری ناظر
 کتب۔ بل ہو کان الباعث علی تسوید کثیرا منها والمبایشر لتہیضہ واطن ان علم
 تبہ فی الناس، من جہتہ۔ فالہمت ان ابشہ الناس خبرہ ولا ارج سہر مکتونا و
 لا اذرہ فالہستہ اخرقہ الصوفیۃ الیاس اجازۃ کما البسہا سید ابوالدین
 اجازۃ وانا بقر کما البسہا ابوطاہر المذنی۔ وخرقہا مستوحیۃ کجیم خرق
 الاولیاء۔ واجزت نہ ان یلقن الاشغال الصوفیۃ الی سمعہا معنی او لہ

یہ اس کے بعد اپنے مرکزی جمعیت کی شاخیں اطرافِ مملکت میں قائم کرائیں۔
نجیب آباد کا مدرسہ اور دائرہ (تکبیر) شالہ حکم اللہ دئے پیل،
حکیم السنڈ کی انقلابی تحریک کے مرکز تھے :

بقیہ صفحہ ۴۵۔ یسعم وان يتصرف فی المریدین السائلین ویاخذ الفتوح من طبقۃ
الناس اجمعین وان یدرس الحدیث والفقه والتفسیر وسائر علوم الدین
عما اخذ منی وشارك فی اخذنا ومن مشائخنا الحرمین المحترمین الخ فیهیات
الہیۃ ۱۲۵ و ۱۲۶

روزے دراؤ آخر ایام خود۔ بایں فقیر و صلاح آثار محمد عاشق شاہ کردہ والد ماجد فرمود
کہ بالیکہ دوستی دارند۔ وایں دوستی سبب اتہاج و سرور من مے شود۔ ستر ایں کلمہ من بعد
بنظور پیوست کہ ایں عزیز بایں فقیر ارتباط طریقت پیدا کرد۔ متبع شد۔ و امید ایں است
کہ ایں دوستی مقرر فائد بسیار باشد جو انفس العارفین مثلاً بعد از والد ماجد از یاد ان عمدہ
ایشان مثل شاہ محمد عاشق۔ و خواجہ محمد امین ولی اللہی نیز علوم، حاصل کردم۔ شاہ محمد عاشق
در سماع و قرأت بر شیخ ابو طاہر و دیگر مشائخ حرمین شریک حضرت ایشاں بودند و بحالہ نافذ
قال الشیخ محمد حسن فی "الیا فہ الحجتی" ومن اجلۃ اصحاب الشیخ و فی اللہ
الشیخ محمد عاشق، قد شادکہ فی الاخذ من مشائخ الحجاز۔ ومن مؤلفات
کتاب فی السانک معروف۔ و الشیخ محمد امین الکشمیری بخارا و الدہلوی
قہار، کان یتنسب الی شیخہ و یعرف بالنسبۃ الیہ و هما اللذان اخذ
عنہما الشیخ عبد العزیز۔ كما ذکرہ فی بحالہ ۱۲۷ م۔ سہ مولانا نور اللہ بخاری
آپ نام ولی اللہ کے تلمذ سے ہیں۔ تلمیذات % اول صفحہ اول پر شاہ صاحب نے اُن کو

سندھ میں ملا محمد معین کا مدرسہ محلہ ان کا ایسا مرکز تھا جس سے مشہور عارف

اہل حق، نواب نجیب الدولہ ایسا حافل اور ہوشیار تھا۔ کہ کمر ہوتے ہیں امانت اور ایمان داری تو اس وقت اس پر ختم تھی۔ وہ اپنے پرانے آقاؤں۔ نواب دونے خاں رحیلہ۔ اور نواب ذیر شجاع الدولہ کی فرماں برداری کئے جاتا تھا۔ اس وقت بھی ہوا مگر اس ٹوٹی بھوٹی سلطنت کو بھارا ہوا تھا تو تاریخ ہند از ذکار اللہ ص ۳۱۶

دائرہ شاہ **عَلَمُ اللہ** | میر شاہ عالم اللہ محمد عالم گیر کے مشہور عالم ربانی اور صاحب سلسلہ شیخ تھے۔ آپ شیخ آدم بنوری کے بڑے خلفاء میں سے تھے۔ اس طرح سے آپ اور حضرت مجدد کے درمیان صرف حضرت شیخ بنوری کا واسطہ تھا۔ سر تا پا اتباع سنت کا نمونہ تھے۔ شاہ غلام علی صاحب نقشبندی دہلوی کے در المعارف میں ہے کہ آپ کے انتقال کی رات عالم گیر نے خواب میں دیکھا کہ آج رات جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی۔ بادشاہ کو اس خواب سے بہت تشویش ہوئی۔ علماء سے تعبیر دریافت کی۔ تو انہوں نے کہا۔ کہ یہ تاریخ بکھل گئی چاہئے۔ اس رات کو سید عالم اللہ صاحب کی وفات ہوئی ہوگی۔ کیونکہ وہی اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سب سے زیادہ مشابہ ہیں۔ سرکاری وقائع نگار کی اطلاعات سے معلوم ہوا کہ اسی شب کو سید صاحب انتقال فرمایا۔ میرا محمد امیر شہید کی ولادت اسی دائرے میں جو اب مکینہ علم اللہ کے نام سے مشہور ہے۔

صفر ۱۲۰۳ھ میں اپنے والد سید محمد عرفان کے گھر ہوئی۔ حقیقت یہ احمد ۱۲۰۵ھ نور الحق سہ ایض معین الدین ہنٹوی عرف مخدوم ٹھارو (بضم جھولہ) مخدوم محمد شمس الدان کے صاحبزادے عبداللہ کے استاد ہیں۔ شیخ عبدالحق دہلوی کے طریقہ کے خلاف شاہ ولی اللہ کے طریقہ کو ترجیح دینے کے لئے آپ نے مراسلات البلیب لکھی۔ اس کتاب کا الدرستہ ان نیز عشر خصوصاً طور پر مطالعہ کرنا چاہئے جس میں انہوں نے امام بخاری کی تاریخ صغیر کی اس عبارت کا رد لکھا ہے۔ جہاں

شاہ عبداللطیف بھٹائی بھی خصوصی تعلق رکھتے تھے۔

اہل حقہ مقلد ہم، انہوں نے امام ابوحنیفہ پر جرح کی ہے۔ کتاب مذکور لاہور میں طبع ہو چکی ہے۔ اہل حدیث ہی نے طبع کرائی۔ اس کا رد شیخ عبداللہ مذکور نے لکھا جس میں شیخ عبدالرحمن کے طریقے کی تریح ہے۔ کتاب کا نام ذب الذباباۃ عن الدلائل ہے۔ دارالرشاد سندھ میں اس کا ایک نسخہ خطیہ موجود ہے۔ پورا تذکرہ شاہ معین الدین کا تحفۃ الکرام تاریخ سندھ میں موجود ہے۔ کتاب مطبوعہ ہے۔ کاش میرے پاس بھی اس کو کوئی نسخہ ہوتا۔ کراچی مدرسہ مظہر العلوم میں کتاب موجود ہے۔ دھن شعورہ ۵

سگت را خون دل دادم کہ با من آشا گردو نذرانم ز بخت بد کہ او دیوانہ خواہ شد
شاہ عبداللطیف بھٹائی | شاہ عبداللطیف بھٹائی کی کتاب الرسالہ مطبوعہ سندھ
 زبان میں وہی درجہ رکھتا ہے۔ جو فارسی میں شہسوی مولانا
 روم کا ہے۔ اُس کو ہندو اور مسلمان سب مساوی طور پر پڑھتے ہیں۔ اس کتاب کا ترجمہ انگریزی
 میں بھی ہو چکا ہے۔

شاہ محمد معین مصنف "دراسات اللیب" اور شاہ عبداللطیف ہم مسلک بزرگ ہیں اور
 وحدۃ الوجود کے دونوں یکساں حارف ہیں۔ شاہ محمد معین جب فوت ہوئے لگے۔ تو آپ نے
 وصیت فرمائی کہ میرا جنازہ تیار کر کے مسجد میں رکھ دینا جب تک شاہ عبداللطیف نہ آئیں مگر
 کا انتظار ضروری ہے۔ شاہ عبداللطیف صحراؤں پر تھے۔ کیا معلوم کہ وہ کس صحرا میں ہونگے اور
 اُن کو کس طرح اطلاع ملے گی۔ اور کب آئیں گے؟ مگر جنازہ تیار ہونے کے بعد ٹھہری دیر بعد آپ
 تشریف لے آئے۔ اور امامت کرائی۔ بعد ازاں آج کے بعد ٹھہرے ہمارا تعلق منقطع ہو گیا ہے
 فائدہ۔ کپتان الیگزینڈر مہیشن اپنے سفر نامہ میں لکھتا ہے کہ شہر قلعہ سندھ میں مختلف
 علوم و فنون کے چار سو کا بج تھے۔ علامہ نقوی جو ہندوستان کی سیاحت کے لئے تشریف لائے

حکیم السند نے دہلی کی حکومت کے اشتراک سے اپنے پروگرام کا ایک حصہ مکمل کر لیا۔ وہ ہے معرکہ پانی پت۔ پانی پت کا واقعہ حکیم السند کے مذکورہ بالا خواب کی تعبیر تھی۔ اس تعبیر کے دو برس بعد ۱۷۸۷ء (۱۲۰۳ھ) میں امام ولی اللہ نے وفات پائی۔

اگر اہل علم حکیم السند کی تصانیف انہماک سے پڑھیں تو انہیں اُن کے مخصوص نظریات پر یقین حاصل ہوگا۔ اُن کے وہ افکار جو اُن کو بالبدایت معلوم ہونگے، ہم اُن میں سے پانچ بطور نمونہ یہاں ذکر کرتے ہیں:-

بقیہ صفحہ ۴۹) اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں: محمد شاہ تغلق کے عہد میں صرف دہلی شہر میں ایک ہزار مدارس تھے۔ پروفیسر ماسٹر سرکاری کاغذات کی بنا پر لکھتا ہے کہ برطانوی حکومت سے قبل بنگال میں ۸۰ ہزار دینی مدارس تھے۔ اس کے دوسرے نقطوں میں یہ معنی ہوئے کہ آبادی کے ہر چالیس افراد کے لئے ایک مدرسہ قائم تھا۔ ریلوٹ وارڈ نے ۱۸۲۱ء میں بیان کیا تھا کہ انڈیا ڈسٹرکٹ سکولوں سے بھرا ہوا ہے۔ وہاں ہر کتیس لڑکے پر ایک سکول ہے۔ (العلقاد از مش۔ ص ۳۷۷)

معرکہ پانی پت | امام ولی اللہ کی ۱۲۰۳ھ کی مذکورہ بالا خواب کے دو حصے ہیں جملہ اول کی تفصیل حسب ذیل ہے:-

دایت ملٹ الکفاد قد استولی علی بلاد المسلمین۔ اس خواب کا مشاہدہ یوں کرایا گیا کہ لال قلعے پر مرہٹوں نے قبضہ کر لیا۔ نور و ہم ماہ ذی الحجہ ۱۲۰۳ھ قلعہ دلاں قلعہ بہت بھاؤ افتاد۔ دھرم سر لے شاہی و جمیع کاہانہ لے سلطنت باختیار مرہٹہ رفت۔ و ذلک

بقیہ صفحہ ۵۰، تقدیر العزیز العلیہ سیر الملتا آخرین ۹۱۲ قولہ۔ وٹھاپا موالیم
جس وقت ولی قلعہ پر مٹھوں نے قبضہ کیا۔ اس وقت کی ٹوٹ گھسٹ کا اندازہ لگانے کے
لئے ذیل کا حصہ پڑھئے۔ دنائت و تنگ چشتی بہاؤ بھر تیرہ بود کہ مسقت دیوبین خاص شاہی را
کہ از نقرہ مینا کار بود۔ بر کندہ مسکوک ساخت۔ و طلا زکات۔ و نقرہ آلات مزار اقدام
بنوی و مقبرہ نظام الدین معروف بہ اولیاء۔ و مرقد محمد شاہ مثل عود سوز، و شمع دان و
قنادیل و غیرہ طلبیدہ مسکوک نمود۔ ۹۱۲۔ ”نک الکفاز بھاؤ کی مذکورہ ذیل دنائت بھی
قابل تعجب ہے۔ میر غلام علی خزانہ عامرہ ۱۲۸۰ میں لکھتے ہیں۔ بہ بالا جی راؤ بااں اقتدار کہ سلطنت
دکن و ہند بدست آوردہ بود۔ نان باجرہ سے خورد۔ نان گندم خوش نداشت۔ باو بجان خام
و ابرہ خام و کرسنہ خام بر غبت تمام سے خورد۔ چچل اصل پیشہ بر اہمہ گداؤی است۔ و در کیش
ہندو ال مقرر شدہ کہ صدقات را بہر اہمہ باید داد۔ طباع آں قوم نسلا بد نسل بدریوزہ گری
مقتد شدہ۔ و طاعی و ابن الغرضی لازم ماہیت بر تنہی گردیدہ۔ بنا بریں باوجود حصول مرتبہ
سلطنت و امارت شیوہ گداؤی و فطینت آں فایدہ سے رود۔ ہر حاجی کہ بحکام و متصدیان
براہمہ مذکور در جوع سے کند نظر آں فایز ہیں کہ رائے ماچہ آوردہ سے
بدست خلق عالم کاسہ دریوزہ سے بیختم گدا چوں پادشاہ گرد گدا ساز و جہانے را
و مدار غذائے آں خواہ غنی باشد یا فقیر بردال تور در ہر است و با دال علی از
روغن کہ آں را در ہندی بگھاڑ گویند نئے کنند۔ و از خایج نیز روغن بیکار نمی برند کہ جوست
اورا و دہناید۔ و مرچ سرخ و صلیت (حیدنگ) و زرد جو بہم دو ماکولات اشیا بسیار استعمال
سے شود۔ مرچ سوئے آنچہ دیکھتہ داخل نمودہ اند۔ ہنگام خوردن باطعام بافراط سے خوردہ
قولہ۔ اظہر فی بلدۃ اجمیر شعائر الکفر و ابطال شعائر اسلام سے
دہلی جس کا روحانی مرکز اجمیر ہے۔ اور خواجہ معین الدین نے وہیں سے اشاعت و تبلیغ اسلام
کا کام شروع کیا تھا جس کے نتیجے میں دہلی فتح ہوئی۔ اسی دہلی پر ملک الکفار کا قبضہ ہو

دبقیہ منوہا اچکا ہے جس کے بعد اس نے شائر کفر کا اعلان کر دیا۔ اور شاعر اسلام کو ختم کر دیا۔ میرا لٹاخرین میں ہے۔ بھاؤ قلعہ داری شاہجہان آباد بہ ناروشکر بہمن توفیق نمودہ۔ جیسے راجہ راست قلعہ ہماہ اوکر دھو ۹۱۲۔

الغرض امام ولی اللہ نے جس رنگ سے خواب میں دیکھا۔ انہیں خصوصیات کے ساتھ ملک الکفار مسلمان ہند پر غالب آیا۔ اور ان کے مرکز سیاسی پرائس نے قبضہ کر لیا۔

خواب کا دوسرا حصہ | احمد شاہ ابدالی نے یکایک ہندوستان پر حملہ کر کے مرہٹہ تحریک کو پانی پت کے میدان میں ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا۔

میرا لٹاخرین میں ہکا فواج دکن مع بھاؤر شیوراؤ، دیواس راؤ وغیرہ مزاران مسائل گشتہ بیخ و بنیاد عمر و دولت مرہٹہ برگزہ گشت و تادم تے انجراحت مذکور در ہندوستان نمایاں نہ بود۔ و در تمام قلمرو ہندوستان یک نفر مرہٹہ نے نمود ۹۱۳۔ در حقیقت اس کا سبب خواب مذکورہ بالا کا یہ ٹکرا ہے۔ دأیتشی فی المناظر قاتلہ المہمان اعفی بدلہ ان اللہ اذا اراد شیئاً جعلنی کالجاردحہ لا تماع مرادہ۔ آپ کے بارہ ہونیکا تحقق عالم اسباب کے رو سے اس طرح ہوا۔ کہ سب سے پہلے بھاؤ نے اپنی حکومت کے استحکام کے لئے نواب شجاع الدولہ والئے اودھ سے ساندہ مارز شروع کی۔ اسی سلسلے میں اپنا ایک برہمن سفیر اس کے پاس بھیجی۔ اس کے جواب میں شجاع الدولہ نے کہا۔ از مدتے براہمہ دکن برہندوستان مسلط شدہ اند۔ روادار آبرو۔ در فافہ و آسائش احدے از غلق نیستند ہمہ را برائے خود و انجام خود می خواہند۔ مردم از دست ایشان بجاں آمدہ۔ برائے پاس ناموس و آبروئے خود۔ در فافہ عالمے شاہ ابدالی را بہمنت از ولایت طلب داشتہ۔ و مدمات اورا بہ نسبت ایڈائے مرہٹہ سہل انگاشتہ سیر۔ اس کے بعد نواب نجیب الدولہ وغیرہ امرا ہند کے متعلق تحریر ہے۔ نواب نجیب الدولہ و واجہائے ہندوستان از دست مرہٹہ و عماد الملک بجاں آمدہ زوال دولت و ملک خود از دست برد مرہٹہ برائے العین مشاہدہ نمودہ ہوا لٹن

اسد عاجز دست احمد شاہ ابدالی نگاشتہ خوانان و روڈ اور ہندو شندھ سیر قولہ بتقا تلون
 بینہم وقولہ فقام رجل وسألنی عن المسلمین اقتتلوا فیما بینہم فتوقف
 عن الجواب فلما اصرح بتاریخ ہند شاہد ہے کہ مرہٹوں کی اس جنگ میں مسلمانوں کی ایک
 جماعت اُن کی فوج میں بھرتی ہو کر میدان جنگ میں لڑی۔ عرب اور ہندوستانی فوج کے
 علاوہ توپ خانے کا سردار ابراہیم گار دی تھا۔ اس نے ہمت کر کے توپوں کی زنجیر بندی کی۔
 اور مرہٹوں کو کچھ دیر تک بچائے رکھا۔ سیر میں ہے "تاریخ ۶ جہادی الاخریٰ بدوڑ چار شنبہ
 ۱۱۴۰ھ بھاؤ فوج ہارا ترتیب دادہ ابراہیم خان راہب توپ خانہ فرنگی پیش رو گذار شستہ۔
 اقواج مرہٹہ ہر ہر گویاں از سنگر بہ لشکر ابدالی رو آوردند۔ و ابراہیم مگرگ باز گولہ توپ
 از مد گذار نید۔ و بھاؤ مغلیہ ملازم خود را حکم پیش رفتن داد۔ و آل اسپاں راعناں دادہ
 مقابل عساکر ابدالی آمدند ۱۱۴۰ھ قولہ فبطش بہ القوم فذبحوہ فلما رأیت
 اللام یخرج من اوداجہ متدفق فقلت لہ تاریخ ہاشمی میں مذکور ہے کہ بھاؤ نے دلی
 پر قبضہ کرنے کے بعد ارادہ کیا کہ اپنے بھتیجے لبواس راؤ پسر بالاجی راؤ کو تخت دہلی پر بٹھا کر
 یہ اعلان کر دے کہ اب سے ہندوستان کے تخت و گلیں کے مالک مرہٹہ برہمن ہیں۔ مگر جنگ
 پانی پت کے غلٹے تک اُس نے اس اعلان کو ملتوی کرنا مناسب خیال کیا۔ لیکن اسی
 جنگ میں لبواس راؤ امیدوار تخت و تاج۔ اور تخت بخش والا بھاؤ ہر دو کام آئے۔ سیر
 المتاخرین میں ہے۔ از سیر داران اول لبواس راؤ پسر بالاجی راؤ۔ کہ شاہزادہ آندا بود۔ در
 حین شباب بزم تفنگ گشتہ شد۔ و بعد او سپہ سالار سدا شیرواؤ معروف بھاؤ۔ برادر عم زاد
 بالاجی راؤ ہلاک گردید۔ و از سرداران نامور غنیمت کسے حال سلامت نہ برد۔ و ادو کس
 و بعد ازین شکست فاش بالاجی راؤ ہم غصہ مرگ گشتہ۔ پس از پنج ماہ و سیزدہ روز نوزدیم
 ذی قعدہ سال مذکور بہ لہور و برادر ملحق گردید۔ و ابراہیم خان گار دی اسیر گشتہ ساعتے سترایہ
 ہایان میدان بود۔ پس از زدن آب شمشیر از سرش گذشت ۱۱۴۰ھ

«الف» قرآن عظیم اپنے انٹرنیشنل انقلابی نظام میں مستقل مؤثر ہے یعنی
 رہتی دنیا تک مسلمانوں کی کوئی جماعت جب بھی اس پر عمل کرے گی۔ اس سے
 وہی نتائج پیدا ہونگے جو دورِ اوّل میں دینانے دیکھے یہ قرآن کی تاثیر ہے
 کسی آدمی یا زمانے کی تخصیص نحو ہے۔»

بقیہ صفحہ ۵۲ ہے تفسیر وجعل علی کا بجا رحمتہ کی۔ اور یہی معنی اس ارشاد کے ہیں۔
 ونفث من تلك الحضرة في نفسی لا من جهة هذا العالم۔

قولہ رحمتی وصلنا الاجمیر۔ بعینہ اسی طرح ابدالی مع افواج قاہرہ کے شہر میں
 کو فتح کرتا ہوا دہلی پہنچا۔ اسی تبارہ کا تقاضا ہے کہ شہر و ابدالی فتح کے بعد حکومت ہذا
 حقداروں کے حوالے کر کے خود سیدھا قندیلار روانہ ہو گیا۔ یہاں حکومت کرنے کا خیال تک
 اُس کو نہ آیا۔ فللہ الحمد فی الاولی والاخرہ۔ محمد و الحق۔

لہذا اس نام کی انقلابی حقیقت کا اور اک اسی ایک اصول سے وابستہ ہے۔ کہ اسکے
 تمام تر انقلابی اثر کی اصل الاصول قرآن عظیم کی تعلیم ہے۔ اور اس کا اثر کسی دور سے مخصوص
 نہیں ہے جب کبھی کوئی جماعت صدق دل سے اس پر عمل کرنے کے لئے تیار ہوگی۔ نتائج
 یکساں مرتب ہونگے، عیسائی دنیا اسی چیز کو عام نظروں سے اوجھل کرنے کے سعی کرتی رہتی
 ہے۔ جرجی زیدان نے تو صاف صاف لکھ دیا کہ خلافتِ عثمانی کا نظام محض محبت و اتفاق
 کا نتیجہ تھا۔ یعنی قرآن میں یہ طاقت نہیں کہ وہ اتنا عظیم الشان انقلاب پیدا کر سکے۔ چند
 افراد اتفاق سے مجتمع ہو گئے۔ اور انہوں نے ایک بار ایسا کر دکھایا۔ لیکن ہمیشہ یوں ہو
 یہ غلط ہے۔ اس تعلیم کے اثر کو زائل کرنے کے لئے وہ نہ مات لطیف اور دقیق حربے کام
 میں لاتے ہیں۔ مثلاً زمانہ حال کی مجالس نے میرت کا نظام بھی اسی قسم کا ایک مختار ہے۔

دج، قرآن عظیم نے تمام ادیان پر جس غلبے کا دعویٰ کیا ہے۔ وہ اسی دور
 بول ہیں پورا ہو چکا ہے اُس کی تکمیل کے لئے کسی نبی یا ولی کا انتظار غلط ہے
 قرقر شیعہ اہل بیت کے نام سے غلط پروپیگنڈا کر کے مسلمانوں کی ذہنییت
 جس قدر مسموم کر چکے ہیں حکیم الہند کی تصانیف اس کا علاج ہیں۔

دقیقہ صفحہ ۵۶ شروع ہوئی۔ اور حضرت عثمان کی شہادت (۳۵ھ) تک وہاں وہ تسلسل قائم رہا
 اس لئے اس خاص معاملے میں مدینہ طیبہ کا مقابلہ نہ تو مکہ معظمہ کر سکتا ہے۔ اور نہ بصرہ و
 کوفہ وغیرہ۔ اسی اساس پر ہم موطا مالک کو قرآن شریف کے بعد اہل درجے کی اسلامی
 روایت مانتے ہیں۔ ہم امام بخاری، مسلم، ابو داؤد، ترمذی، وغیرہ ائمہ محدثین کے بہت ممنون
 ہیں۔ مگر انہوں نے موطا کی اس شان کو برقرار رکھا۔ اور دوسرے ائمہ اس دور کی اصطلاحات
 کے مطابق موطا کو اول درجے کی کتاب ثابت کر دیا۔

خروج مہدی کا عقیدہ | قال الامام ولی اللہ فی ازالة الخلفاء۔ باقی ماندہ اینجا
 مسئلہ درخایت اشکال در حدیث ابن ماجہ اشارہ بقصد
 خروج ابوسلم از خراسان واقع شدہ۔ و اہل خلیفہ را مہدی گفتہ اند و ترغیب بر نفرت اونہوہ
 اند۔ (۱) اخروج ابن ماجہ عن حدیث علقمہ عن عبد اللہ بن مسعود قال
 بینما نحن عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا قبل فقیۃ من بنی
 ہاشم قلما راہم النبی صلی اللہ علیہ وسلم اغرو دقت جندناہ و تغبت
 لونہم فقلت ما نزال تروی فی وجہک شیئاً تکرہہ فقال انا اہل بیت اختار
 اللہ لنا الاخرۃ علی الدنیا وان اہل بیتی سیملقون بعدی بلاؤ و تشرید
 و تطرید حتی یاتی قوم من قبل المشرق معہم آیات سورۃ نفع عین

بقیہ صفحہ ۵۷، الخیر فلا یعطونہ فیقاتلون فیمنہم یرون۔ فیعطون ما سألوا۔
 فلا یقبولون حتی یدفعواھا الی رجل من اهل بیتی فیملأھا قسطاً
 کما سألواھا جوداً فمن ادراک ذلک فلیأتهم ولوحیوا علی ثلج (۲)، واخرج
 ابن ماجہ عن ثوبان قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقتل عند
 کنزکم ثلثۃ کلہم ابن خلیفۃ۔ ثمر لا یصلہ الی واحد منہم ثم یطعم المرأیا
 السودۃ من قبل المشرق فیقتلونکم قتلاً لم یقتلہ قومہ۔ ثم ذکر شیئاً
 لا احفظہ۔ فقال فاذا را یتموہ فیا یعموا ولوحیوا علی ثلج۔ فانه خلیفۃ اللہ
 المہدی (۳)، واخرج ابن ماجہ عن عبد اللہ بن الحارث بن جریر الزبیدی
 قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یخرج ناس من المشرق فیؤثثون
 للمہدی سلطانہ۔

تحقیق ایں سرحدیث پیش فقیران است کہ مراد از ہدی خلیفہ بنی عباس است
 نہ امام ہدی کہ در آخر زمان ظہور نماید۔ ایں جامدی گفتن و خلیفۃ اللہ نامیدن و حش
 بہ نصرت او نمودن بچینت آن است کہ خلافت ایں فریق در پردہ تقدیر معصم شد آن را
 تغیر و تبدل نیست۔ پس او ہدی است۔ راہ نمودہ شدہ بسوئے تدبیرے کہ شفقی باشد
 بہ استقرار خلافت۔ نہ بچل خارجیان دیگر کہ تدبیر آتہا متلاشی شد و بجز ہرج و مرج باچیز
 بدست او شالی نیامد۔

و او خلیفۃ اللہ است باین معنی کہ خلافت در قدر الہی معصم گشت و باو باید بود۔
 و رد او نباید نمود۔ زیرا کہ مطلوب اہم در شریعت قطع نزاع است و تقیل ہرج مرج
 و خلافت مستقرہ ہر است اگر چه صاحب آن مکرر اچہ علی ضلیع باشد۔ از خلافت متلاشیہ
 نحو صاحب آن افضل باشد۔

قلت المہدی الذی فی آئۃ آخر الزمان ان ثبت لا یزید علی کونہ من اشراط

بقية مفر ٥٨ - الساحة التي لا يكون بعدها استقرار شريعة وقانون. قلنا
 ينبغي ان يجعل فلاسفة المسلمين معلوماً بظهوره قلت الاحاديث الثلاثة
 التي رواها امام ولي الله وان كانت مروية في كتب الطبقة الثالثة لكنها
 قبلنا لان اصلها ثابت - قال الامام ابو داود عن ملال بن جهم قال سمعت علياً
 يقول قال النبي صلى الله عليه وسلم يخرج رجل من طرية النهر يقال له الخارث
 حراث على مقدمته رجل يقال له منصور يوطئ او يمكن قول محمد
 كما مكنت قریش رسول الله صلى الله عليه وسلم وجب على كل مؤمن
 نصرة - او قال اجابته -

قلت وتلك الاحاديث صحيحة في المهدى العباسي كما قد روي
 الامام ولي الله الدهلوي - وكذا لك يتبين منها ان المراد من اهل
 البيت ههنا بنوها شهم كلام - وان المراد بقوله يبداء الارض قسماً
 ليس الا انه يعمل على السنن وتيقيد بضوابط العدل الاسلاميه - مثل
 عمر بن عبد العزيز - فان سفیان الثوري كان يقول ان كان المهدى
 فهو عمر بن عبد العزيز وكرة السيوطي في تاديخ الخلفاء - ولا يكون المهدى
 مثل الامراء الظالمين الذين يستثنون انفسهم من القواعد - قلت
 فيمكن ان المهدى العباسي مصداق كل حديث جاء فيه ذكر رجل
 من اهل البيت الا بهامر والاحمال - منها حديث ابن مسعود اخبرنا ابو داود
 عن حاصم عن زر عن عبد الله عن النبي صلى الله عليه وسلم قال لو لم
 يبق من الدنيا الا يوم يطول الله ذلك اليوم حتى يبعث رجل مني - او
 من اهل بيتي يواطئ اسمي - واسم ابية اسم ابني - يبداء الارض
 قسماً وعدلاً كما ملئت ظلماً وجوراً - فان المهدى العباسي اسمه

محمد بن عبد الله وهو من اهل بيت النبي صلى الله عليه وسلم من بني هاشم
 قلت وهذا الذي اشار اليه الامام ولي الله من ان المهدي يخرج في آخر الزمان
 وقد اشتبهوا انه يكون من اولاد فاطمة وعلي. وقد اتفق على
 ذلك اصحاب الكشف من المتأخرين. وتوغل فيه الناس بعد سقوط
 بغداد. فلم يرد فيه حديث يعين انه من اولاد علي الا وقد ضيعت. قلت
 الذي يظهر من منبع الامام ابي داود انه يجعل المهدي واحداً من الاثمة
 الاثنا عشر ولذلك الخرج هذا الحديث اول باب المهدي. وذكر احاديث
 تشير الى خلافة عبد الله بن الزبير وقصة خضعت الجيوش. فان
 الامام ما لكان يعدة من الاثمة دون عبد الملك بن مروان.
 وذكره اول احاديث تشير الى ان المهدي من اهل بيت النبي صلى
 الله عليه وسلم على الابهام ثم ذكر احاديث فيها ذكر انه من اولاد فاطمة
 او من اولاد الحسن. ثم ذكر في آخر الباب حديثاً لا يتطبق الا على المهدي
 العباسي. فكان فيه رمز الى تضعيف ما تقدم من الروايات المتخالفة لها
 قال الشيخ ابو الطيب شمس الحق في عون المعبود. زعمت المشيخة خصوصاً
 الامامية منهم ان الامام الحق بعد رسول الله صلى الله عليه وسلم علي
 ثم ابنه الحسن. ثم اخوة الحسين. ثم ابنه علي زين العابدين. ثم ابنه
 محمد الباقر. ثم ابنه جعفر الصادق. ثم ابنه موسى الكاظم. ثم ابنه
 علي الرضا. ثم ابنه محمد التقي. ثم ابنه علي النقي. ثم ابنه الحسن العسكري
 ثم ابنه القائم المنتظر المهدي. وزعموا انه قد اختفى خوفاً من اعدائه و
 سيظهر فيملاء الارض قسطاً وعدلاً كما ملئت جوراً وظلماً. ولا امتناع
 في طول عمره وامتداد حياته. قلت تحريز محل النزاع بين اهل السنة و

الشيعة عندي ان القرآن نزل على النبي صلى الله عليه وسلم وبشرا يظهر
دينه على الاديان كلها ولكن فقم اكثر بلاد الكفار انما تحقق بعده على
أيدي الخلفاء الراشدين ثم على أيدي بني امية ثم على أيدي بني العباس
ثم ملوك الهند وغيرهم. والشيعة لا تسلم لهم خلافة لهم. قالوا الموعود
في القرآن كان لم يتحقق عندهم لا يمكن انجاز هذا لوعدهم الا اذا
كان على أيدي رجل من اولاد علي بن ابي طالب وسيدة النساء فاطمة
وهذا اساس عقيدة المهدي عند الشيعة.

واما عند اهل السنة فكل ما كان موعودا في القرآن فقد انجز الله
وعده على أيدي المهاجرين والانصار الذين اتبعوه. وعلى بن ابي طالب
واولاده داخل في جملتهم. ثم اذا تتبعنا احاديث النبي صلى الله عليه
وسلم وجدنا ان النبي صلى الله عليه وسلم اخبر ان في امته رجلا لون
كذابون. ثم اخبر بان لا يكون فيهم ائمة راشدون محمديون يجددون
من الدين ما افسده الكذابين المبتلون. واخبر ايضا ان الائمة
الراشدين كما يكونون في سائر ميقات قرايش كذا اخبر بانهم يكونون
في بني هاشم بيت النبي صلى الله عليه وسلم.

فتدلة المنافقين من امته نبينا صلى الله عليه وسلم يريدون ان يجعلوا
الامامة والمهديته نبوة بعد النبي صلى الله عليه وسلم. فتثبت ولا تكن من
الوهابين. قال الامام ولي الله في فيوض الحرمين سالتني صلى الله عليه
وسلم سواك روحانيا عن الشيعة فاوصي الي ان مذهبهم باطل وبطلان
مذهبهم يعرف من لفظ الامام وما عرفنا ما افقت عرفت ان الامام عندهم هو
المعصوم المقتضى الطاعة الموصى اليه وحيا باطنيا وهذا هو معنى النبي

چاہا خلاق کو حکیم الہند دنیا اور آخرت کی فلاح کا مدار قرار دیتے ہیں اُن
کا مرکز عدالت ہے کسی سوسائٹی میں عدل پیدا نہیں ہو سکتا جب تک
رزق کمانے والی جماعتوں پر اُن کی طاقت سے زیادہ بوجھ ڈالنے سے
احترازِ کلی نہ کیا جائے۔ نزولِ قرآن کے زمانے میں کسریٰ و قیصر نے تمام تمدن
دنیا کے اکثر حصے کو اقتصادی پریشانی میں مبتلا کر کے اخلاق سے محروم کر
دیا تھا۔ اس لئے قرآن عظیم کا سب سے بڑا مقصد اُن کا زور توڑ کر ایسا نظام
نافذ کرنا ہے جو اقوامِ عالم کو اس مصیبت سے نجات دلائے۔

بقیہ صفحہ ۶۰۔ فمن ہبہم لیستلزم انکار ختم النبوة۔ کتاب التہمید
الموقف الثانی۔

لہ قال الاحام ولی اللہ فی کتاب المہمعابت، این فقیرا آکا کا بندہ اند
کہ انجہ از باب تہذیب نفس در شرع مطلوب ہے شود۔ اقامت چار خصلت است و فنی
اضداد آہنا۔ حق سبحانہ بنیاد برائے ہیں چہار خصلت فرستادہ و شرائع ہمہ ارشاد بایں
چار خصلت و تحریریں بر کسب آن کا و نصب مظان آہنا است۔ و ترغیبات و شرائع
برسوتے ایں چہار خصلت معروف اند۔ و ترغیبات بر اضداد آں راجع۔ و ترغیبات از
اشارہ و کوا سب ایں چہار خصلت است۔ و ائمہ عبارت از مظان و کوا سب اضداد آہنا۔
و اُن اخلاق کہ در مصاد وجود آہنا نفع سے دہد و فقدان آہنا ضرر سے کند ہیں چہار
خصلت اند۔ و ہر کہ حقیقت ایں چہار خصلت بطریق ذوق و وجدان دانست۔ و
طریق اخفا و شرائع و ایصال آہنا و ہر دورہ و ہر طبقہ بایں خصال شناخت سے فقیہ

دبقیہ صفحہ ۶۲ فی الدین وراسخ فی العلم است۔ و ہر کہ از اشباح شرا یغ بہ ایں خصال پے برو
 ویرنگ آنا رنگین شد و نفس مے آنا را در اصل جو ہر خود قبول کرد۔ مے از عین است۔
 بالجملہ معرفت ایں چہا رخصلت یکے از امور عظام است۔ مگر پریں بندہ ضعیف درود فرمود۔ و
 ذلک من فضل اللہ علینا و علی الناس و لکن اکثر الناس لا یشکرون۔
 (۱) یکے از انما لہارت است۔ و حقیقت آں و میل بسوئے آں و ہر نفس از نفوس سلیمہ
 و ولعت نہادہ اند۔ پس اگر نفس بر سلامت فطرت خود یا شد۔ و بیج عارضی اورا تشویش
 نہ بد لا محالہ بر لہارت بود۔ نہ پنداری کہ مراد از لہارت ایں جا و منو و غسل است بلکہ روح
 و منو و غسل۔ و نور آنا و حقیقت آں حیثیتی است۔ و ہدایتہ کہ از اں جز بہ آں و نور تہمیر نتوان
 کرد۔ و ایں صفت اشبہ حالات انسان است بہ حال ملا اعلیٰ و تجربہ ایشان از الوات
 بہیمیہ و سرور و امتیاز ایشان بہ خود۔ و انس ایشان بمقامے کہ ایشان را دادہ اند۔ و چوں کہے
 بہ عالم ملا اعلیٰ پیوند۔ و آنجا آنسے و سروری و امتیاجی بہ غیر نہایت مے بیند۔ پس چوں ایں
 شخص ایں حالت را در نفس خود را رخ مے سازد و ملکہ مے گیرد در میان مے و ملا اعلیٰ مناسبتہ
 پیدا مے شود۔ و بابے از روح جنت و علامہ آں بر مے مفتوح مے گردد۔

(۲) دوم خضوع برائے خدا تعالیٰ (و انہات) و چشم دل بہ سوئے مے تعالیٰ دو ختن
 تفصیل ایں رحال ایکہ نفس سلیمہ در حال فراخ از تشویشات خارجیہ و طبیعیہ و چوں صفات الہی
 و کبریا و جلال مے یاد و ہند و بوجہ از وجہ روئے اورا ہداں جانب متوجہ گردانند لا محالہ
 اورا حالتے در مے گیرد۔ از جنس حیرت و دہشت و رنگے احاطہ مے کند از رنگ مے مقدس
 مجرد چوں ازیں حیرت و دہشت تنزل مے کند و بہ حالت سقیہ فرود مے آید بہیں حیرت
 و دہشت خشوع و خضوع و انہیات مے شود مثل حالت عبیدہ در حضورئی و ارث خویش۔ یا
 موتائی پیش ملوک۔ بالجملہ اشبہ حالات نفس بہ ملا اعلیٰ در ہیمان ایشان در جلال و کبریا فی
 او تعالیٰ۔ صفت خشوع و خضوع و مناجات است۔ چوں نفس بر ایں کیفیت رنگین شود

بقیہ صفحہ ۶۳ پایے مفتوح گردد میان این نفس و ملا و اعلا از جہت این حالت و تشریح گردد
از ایشان برین نفس معارف جلیله کہ شیخ اُن تجلیات اللہ باشد۔

۱۲، خصلت سوم ساحت است۔ و حقیقت ہے اُنست کہ نفس منطوق بہ ہمہ خلیسہ نہ
شود۔ از طلب لذت و حسب انتقام و بخل و حرص و شل آں پس ہر شعبہ این خصلت بہ
اعتبار آں داعیہ مسے مے گردد یعنی عدم قبول نفس داعیہ شہوت فریج و بطین را عفت گویند
و عدم قبول داعیہ وفا بہیت و ترک عمل را اجتہاد گویند و عدم قبول داعیہ بھخر و فرغ را صبر
گویند۔ و عدم قبول داعیہ محبت انتقام را عفو گویند۔ و عدم قبول داعیہ غلب را سخاوت گویند
و عدم قبول داعیہ حرص را قناعت گویند۔ و عدم قبول داعیہ مخالفت شرع را در حدود و
مقادیر کہ تعین شدہ اند۔ تقویٰ گویند۔ و اصل این ہمہ خصلت یک چیز است و اُن خالص
بودن رائے کلی پرودائی خلیسہ۔ و ہر کہ این خصلت در نفس وے راسخ شد چوں بہرہ جمیع
ہیأت خلیسہ کہ درین عالم بر نفس وے هجوم کردہ باشند یکسر متلاشی مے گردند و وے
چہل ذہب خالص از بوتہ بر آید۔ و اُن خصلتے است کہ دور بودن از عذاب قبر غالباً
بر وے موقوف است۔ و صوفیہ آں را زہد و حریت و ترک دنیا گویند۔۔

۱۳، خصلت چہارم عدالت است۔ و اُن خصلتے است کہ صدور اقامت نظام
عادل و سیاست کلی از وے باشد۔ و وے را شعب بسیار است۔ مثل ادب و کفایت
و حریت و سیاست مدینہ و حُسن معاشرت۔ و بالجلہ این ہمہ یک اصل دارند۔ و وے
آں است کہ نفس ناطقہ بوجہ واقع شدہ کہ نظام نیک را اختیار کند و بہ امتداد آں
مترفع است۔ و ہر کہ این خصلت در وے بوجہ اتم متحقق شد میان وے و میان آنکہ
و سائلہ و حضرت حق انداز ملا، اعلا و اقامت نظامات عادلہ و راصل فطرت ایشان
ہناہ اند۔ و ایشان را ہمت قویہ در باب استحسان نظام عادلہ اند۔ و نسبتے بلیغہ
واقع مے شود۔ و از دل این جماعت بہ سوئے وے رقائے نورانیہ مثل اشعہ شمس سیلان مے

وبقیہ صفحہ ۶۴، نماید۔ وایں رفاق بسبب ظہور بیکے از نعمت و رقابت می باشد۔
و بالجواب این سخن دوازست۔ ہر کہ اس را بہ تفصیل خواہد باید کہ بر کتاب حجتہ اللہ الیہا لغز
رجوع کند۔ التقاط از ہجاء نسخہ خلیفہ ص ۵۶ ببعد۔

ثم قال الامام ولی اللہ فی الحجۃ ص ۸۶ احل من الحجۃ والرمم لما توارثوا
الخلافة قروناً كثيرة وخاضوا فی لذة الدنیا ونسوا الدار الاخرة فعميتوا
فی مرافق المعيشة وتباهاوا بها وورد علیہم حکماء الافاق يستنبطون لهم
دقائق المعاش ومرافقه۔ فما زالوا يعملون بها ويزيد بعضهم علی بعض و
يتباهون بها حتی قبل انهم كانوا يعيرون من كان یلبس من صنادیدهم
منطقة او تاجاً قیمتها دون مائة الف درهم او لا يكون له قصر فخام ولا يكون
لزوجہ فی المطامع وتحمل فی الملابس۔ وذكر ذلك بطول۔ وما تراه من ملوك
بلادك یغنيك عن حکایتهم۔ فدخل ذلك فی اصول معاشهم وتولد من ذلك
داء عضال دخل فی جمیع اعضاء المدينة وافرة عظيمة لم یبق احد منهم من
اسواقهم وروستاقهم وغنیهم وفقیرهم الا قد استولت علیہ۔ وانجزته
فی نفسہ وأهاجت علیہ غموماً وهموماً لا ارجاء لها۔ وذلك ان تلك الاشياء
لم تكن لتحصل الا ببذل الاموال الخطيرة ولا تفصل تلك الاموال الا
بتضعیف الفہرائب علی الفلاحین والتجار واشباہهم والتضییق علیہم
فان امتنعوا قاتلهم وخذلواهم وان اطاعوا جعلواهم بمنزلة الحمین و
البقر۔ ويستعمل فی النعم والدیاس والحصاد حتی ساروا لا یرفعون
رؤسهم الی السعادة الاخریة۔ اصلاً۔ ولا یستطیعون ذلك۔ ربما كان
اقلیم واسم لیس فیہم احد یحتمل دینہ وصار جمهور الناس عیالاً علی
الخليفة یتکفون منه تارة علی انهم من الغزاة والمدبرین للمدينة یتربعون

وبقية سفر ١٤٥، برسومهم ولا يكون المقصود رفع الحاجة ولكن القيام بسيرة
سلفهم. وتارة على أنهم شعراء جرت عادة الملوك بصلاتهم وتارة على أنهم
زهاد وفقراء يقيمون الخليفة ان لا يتفقد حالهم. وكل ذلك هو الفن الذي
تتعمق افكارهم فيه وتضيق اوقاتهم معه. فلما كثرت هذه الاشغال تشبه
في نفوس الناس هيئات خسيصة ما عرضوا عن الاخلاق الصالحة. و
ان شئت ان تعرف حقيقة هذا المرض فانظري الى قوم ليست فيهم الخلقة
ولا هم متعمقون في الدلائل الاطعمة والالتسبة. تجد كل احدهم منهم بيده امره
وليس عليه من الضرائب الثقيلة ما يتقل ظهروه. فهم يستطيعون التفرغ لامر
الدين والملة ثم تصور حالهم لو كان فيهم الخلافة وملاؤها وسخروا المرحية و
تسلطوا عليهم.

فلما عظمت هذه المصيبة واشتد هذا المرض سقط عليهم الله والملائكة
المقربون وكان رضا تعالى في ما لجه هذا المرض بقطع مادته. فبعث نبيا اميا
صله الله عليه وسلم. لم يجالط العجم والمروم ولم يترسم برسومهم. وجعله
ميزانا يعرف به الهدى الصالح المرضى عند الله من غير المرضي وانطقه بذي
عادات الا حاسم وقبح الاستغراق في الحياة الدنيا والاطمئنان بها. و
نفث في قلبه ان يحرم عليهم رؤس ما اعتادوا الاعاجم وتباها بها كلبس
التحرير والفتى والادجوان واستعمال اواني الذهب والفضة وحلى الذهب
غير المقطع واللباب المصنوعة فيها الصور وتزيين البيوت وغير ذلك وقضى
بزوال دولتهم بدولته وديارهم بديارهم وبانه هلك كسرى فلا كسرى بعده وهلك
قيصر فلا قيصر بعده. بالتقاط.

وقال الامام في الحجة سنة ١٠٠٠ وسر تحريم الربوا ان الله تعالى يكس

(بقية صفح ٩٣) الرفاهية البالغة كالحري ولا اتفاقات المحجرات الى الامعان في
 طلب الدنيا كآية الذهب والفضة وحلى غير مقطوع من الذهب كاسرا
 والحلخال الطوق والتدقيق في المعيشة والتطيق فيها لان ذلك
 مرد لهم في اسفل السافلين. مبادف لا تفكرهم الى النوان مظلمة
 وحقيقة الرفاهية طلب الجيد من كل امرتفاق والاعراض عن رويهم
 والرفاهية البالغة اعتبار الجودة والمداوة في الجنس الواحد و
 تفصيل ذلك انه لا بد من التعيش بقوت ما من الاقوات والتمسك
 بنقيد ما من النقود والحاجة الى الاقوات جميعها واحداً والحاجة
 الى النقود جميعها واحدة ومبادلة احدى القبيلتين بالآخرى
 من اصول الاتفاقات التي لا بد للناس منها. ولا ضرورة في مبادلة
 شئ بشئ يكفي كفاية. ومع ذلك فاجب اختلاف امرتهم وعاداتهم
 ان تفاوت مراتبهم في التعيش وهو قوله تعالى "فسمنا
 بينهم معيشتهم في الحياة الدنيا ورفعنا بعضهم فوق بعض
 درجات ليتخذ بعضهم بعضاً سخرياً" فيكون منهم من يأكل
 الارز والحنطة. ومنهم من يأكل الشعير والذرة ويكون منهم
 من يتحلى بالفضة. واما تميز الناس فيما بينهم بأقسام الارز
 والحنطة مثلاً واعتبار فضل بعضها على بعض فكذلك اعتبار الصنائع
 الدقيقة في الذهب وطبقات عيارة. فمن عادة السرفين
 والاعاجم والامعان في ذلك تعمق في الدنيا فالمصلحة
 حاكمة بسد هذا الباب.

قرآن عظیم کی اس انقلابی دعوت کو زندہ کرنے کا ارادہ جب کسی مسلم
سوسائٹی میں پیدا ہوا تو اس کے لئے ضروری ہے کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم
کے ساتھ شرفائے قریش کے جو خاندان مہاجرین و انصار کا شرف حاصل کر چکے
ہیں۔ اُن کی ذہنیت اور اُن کی معاشی، معاشرتی، سیرت کو اپنا امام بنائے
یہ انقلابی روح پیدا کرنے کے لئے حکیم المند عربی زبان اور عرب
اول کی سیرت کو ایک معیار قرار دیتے ہیں۔ اُن کا یہ مطلب نہیں کہ سفہاء عرب
اگرچہ جاہلیت کو زندہ کر رہے ہوں، اس صورت میں بھی انہیں کی اقتدا
کی جائے۔

لہ شرفائے قریش، ایک اجتماع فقط اجتماع ہی سے متاثر ہوتا ہے۔ اسی لئے قرآن عظیم
نے انبیائے سابقین کی صالح جماعتوں کا تذکرہ کر کے مسلمانوں کو ایک ایسی جماعت بنانے
پر آمادہ کر دیا۔ اب نزول قرآن کے بعد جب کسی مسلمان اجتماع کو پھر پھر کھڑے ہوں تو انہیں
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کے پہلے اجتماع سے متاثر ہونا چاہئے تاکہ قرآن
کا اصلی مفہوم ان کے اذنان میں اتر سکے۔

لہ عرب اول عرب قوم کا اتباع اور چیز ہے۔ اور عرب اول کے انقلابی طبقے کا اتباع
پاکل دوسری چیز ہے۔ انقلاب پیدا کرنے کے لئے انقلابی سیرت سامنے رکھنی چاہئے قریش
اپنے شر کے حاکم تھے۔ انہوں نے گھر چوڑا، اپنی حکومت کو خیر باد کہی۔ پردیس میں جا کر اپنی محنت
سے نئے گھر بنائے۔ تاکہ وہ قرآن کے انقلاب کو کامیاب بنا سکیں۔ اُن کی یہ سیرت قرآن

جملہ معترضہ | حکیم السند کے اس چوتھے اصول کو ہم اُس وقت تک نہیں سمجھ سکے جب تک ہم نے یورپ میں جا کر سوشلزم کا مطالعہ نہیں کیا جن رفقائے ہمیں اس مطالعے میں مدد دی وہ جیٹونا کارل مارکس کے متبع تھے۔ اُس کے احترام میں اس قدر مبالغہ کرتے ہیں سے ہیں تکلیف ہوتی۔ اور اس فضیلت کا مدار وہ اُس کے اقتصادی نظام کو بتاتے۔

ہم حیران رہ گئے جب اس قسم کے انقلابی پروگرام کے تمام ضروری حصے ہم نے حکیم السند کی تصانیف میں جو کارل مارکس سے بہت پہلے گزے ہیں نہایت بسط سے مدون پائے۔ امام ولی اللہ ^{۱۹۲۰} میں فوت ہوئے۔ اور کارل مارکس ^{۱۸۱۸} میں پیدا ہوئے۔

دقیقہ صفحہ ۶۸ سمجھنے کے لئے ذہنیت تیار کروینی ہے۔ ایک شخص اپنے گھر بار کا دلدادہ ہے اور چاہتا ہے کہ قرآن بھی سمجھے۔ ع ایں خیال است و محال است و جنوں ہیں اپنی قوم کی ذہنی پسپائی نہایت صدمہ ہوا جب ہم نے یورپ کے انقلابیوں کی اولوالعزم دیکھی۔ ہم اپنے نوجوانوں سے مایوس نہیں ہیں۔ مگر ہم پرانے پارسا کو کوئی درجہ نہیں دے سکتے۔ لے کارل مارکس نئی ششہ میں پیدا ہوا۔ اس نے ششہ میں وفات پائی۔ اس کا اثر کیسی فیصلہ ^{۱۸۴۸} میں شائع ہوا۔ اور اس کی قائم کردہ پہلی انٹرنیشنل کا اجلاس ششہ میں منعقد ہوا جس پر اس کے پروگرام کا پہلی مرتبہ تعارف کروایا گیا۔ اس سب سے شاہ صاحب پہلی انٹرنیشنل سے ۱۹۰۲ سال پیشتر اور مارکس کے اعلان انٹرنیشنل کی مشاعت سے ۸۵ سال پیشتر رسالہ فرما چکے تھے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سراج الہند امام عبد العزیز

۱۱۷۶ھ ۱۲۳۹ھ

جب امام ولی اللہ فوت ہوئے تو مولانا عبد العزیز اُس وقت سترو برس کے نوجوان تھے ابھی طالب علمی سے بھی فارغ نہیں ہوئے تھے مگر امام ولی اللہ کی جمعیۃ مرکزیت نے مولانا عبد العزیز ہی کو حزبِ ولی اللہ کا رہنما (امام) ماننے کا فیصلہ کیا سب سے پہلے وہ امام ولی اللہ کے طریقے پر مولانا عبد العزیز کی علمی تکمیل پر متوجہ ہوئے مولانا محمد عاشق اور مولانا محمد امین نے علم حدیث میں اور امام ولی اللہ کی انقلابی تحریک کے اصول میں! اور مولانا نور اللہ دجو مولانا عبد العزیز کے خسر بھی تھے، فقہ حنفی میں مولانا عبد العزیز کی تربیت مکمل کر کے انہیں امام عبد العزیز کے درجہ تک پہنچایا۔

ملہ تین عفت تاب صاحبزادیوں کے سوا آپ کے اولاد نہ تھی۔ اور صاحبزادیاں بھی صاحب اولاد ہو کر آپ کی حیات ہی میں رحلت کر گئیں سب سے بڑی صاحبزادی مولانا رفیع الدین

دقیقہ صفحہ ۱۷ کے صاحبزادے مولانا عیسیٰ سے منسوب ہوئی تھیں۔ منجمل صاحبزادی جناب شیخ محمد افضل سے منسوب ہوئی، جن سے مولانا اسحاق صاحبزادے اور مولانا محمد یعقوب صاحبزادے کے چھوٹے بھائی پیدا ہوئے۔ تیسری صاحبزادی حضرت مولانا عبداللہ علی کے عقد نکاح میں تھیں۔ جو ایک فاضل اہل اور نہایت شریف و خلیق تھے۔ اور امیر شہید کی معیت میں ایک عربیہ کنگ ہستان اور اس کے اطراف میں رہے۔ شاہ عبدالعزیز آپ کے چھوٹا بھائی تھے۔ کیونکہ آپ کے والد مولانا بہتہ اللہ ان کے والد مولانا نور اللہ میں ۱۲۔ نور۔ اور نومبر ۱۹۲۱ء

شاہ عبدالعزیز کی امامت امام ولی اللہ کی اپنی صحبت سے راسخین نے العلم کا ایک مختصر سا طبقہ تیار ہوا جس کے سرکردہ حضرات مذکورہ بالا یعنی مولانا محمد عاشق۔ خواجہ محمد امین کشمیری اور مولانا نور اللہ تھے انہی کے ذریعے سے شاہ صاحب کے علوم محفوظ ہوئے۔ اور آگے پھیلے۔ اس کے ساتھ شاہ صاحب کے شاگردوں کا ایک دوسرا طبقہ بھی پیدا ہوا جس میں ان کی اولاد بھی داخل ہے۔ امام عبدالعزیز ہر دو کے مسٹر امام ہیں۔ شاہ ولی اللہ کے خواص سے اگر دس آدمیوں نے استفادہ کیا ہے۔ تو شاہ عبدالعزیز کے خواص سے دس ہزار مستفید ہوئے۔ شاہ ولی اللہ کے زمانے میں سلطنت دہلی میں نے مجاہد اسفناک خاں۔ شاہ عبدالعزیز کے عہد میں دہلی فتح ہو گیا۔ انگریزی ریجنٹ ٹرمٹی میں موجود رہا۔ انگریزی حکومت شاہ ولی اللہ اور ان کے علوم۔ اور ان علوم کی تاثیر سے ایسی ناواقف نہیں تھی۔ جیسے ہندوستانی ناواقف تھے۔ ہندوستانی شاہ عبدالعزیز کو اس عہد کے چند بڑے علماء میں سے ایک مجیدہ عالم مانتے تھے۔ جیسے شاہ ولی اللہ صاحب کو اپنے زمانے میں دہلی کے بڑے آدمیوں سے مانا جاتا تھا۔ مگر شاہ عبدالعزیز کا کمال یہ ہے کہ انہوں نے شاہ ولی اللہ کے علوم حاضر اہل علم تک پہنچا دیے۔ جو چیراں علماء کے اذنان پر غالب ہے۔ اس میں وہ خود تو عمل کرتے ہیں۔ پھر ان علمی کتابوں میں جو اقوال شاہ ولی اللہ کی تحقیق کے خلاف موجود ہیں سب پر بالذریعہ لطافت سے جرح کرتے ہیں۔ یہ چیز ان کے ذاتی کمالات میں مافی جاتی ہے۔ اہل علم جانتے ہیں۔ کہ

بقیہ صفحہ ۷۲) اس طرح جرح کرنے والا عالم ایک لمبے زمانہ سے پیدا نہیں ہوا، اس کے آخر میں آپ شاہ ولی اللہ کا قول بہت ہلکے الفاظ میں نقل کر دیتے ہیں۔ وہ دماغ میں جذب ہو جاتا ہے۔ ساتھ ہی اُسے نہ اپنی طرف منسوب کرتے ہیں۔ اور نہ شاہ ولی اللہ کی طرف۔ اس طرح آپ عالم اہل علم کو امام ولی اللہ کی تحقیقات سمجھنے کا اہل بنا دیتے ہیں۔ اس کی مثالیں تختہ اثنا عشریہ اور تفسیر غزنی میں کثرت سے ملیں گی۔ آپ نے اپنے خواص اہل بیت کو اور جو ان میں مندرج ہو سکا شاہ ولی اللہ کی کتابوں کا محقق بنا دیا۔ اس طرح کم از کم آپ نے ساتھ برس کام کیا۔ یہاں تک کہ وہ علم اور وہ حکمت زمین پر راسخ ہو گئی۔ اب اگر یہاں یورپ کی ایک بڑی عقلمند انقلابی حکومت نہ ہوتی تو شاہ عبدالعزیز کے علوم ہندوستان کے بادشاہ ہوتے۔ مگر اس عقلمند انقلابی حکومت میں اتنی استعداد ہے کہ اس کی صورت کو مسخ کر کے اُس سے دنیا کو متغیر بنا دے۔ مگر جن لوگوں کی طبیعتوں میں جلی ذوق فطری طور پر موجود تھا، اُن پر اس مخالف پروپیگنڈے کا کچھ اثر نہیں ہو سکا۔

۲، شاہ عبدالعزیز کا مقصد حیات اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی تھا، کہ شاہ ولی اللہ کی انقلابی سکیم کو ہندوستان میں کامیاب بنائیں۔ شاہ ولی اللہ کو امام ہوا کہ جو چیزیں تھیں جینے کا وعدہ کیا گیا ہے۔ ان کے لئے کافی مہر کی ضرورت ہے (دیکھو تفہیمات ص ۱۱)، اس کام کو پورا کرنا شاہ عبدالعزیز کا مقصد تھا۔ شاہ عبدالعزیز کے ساتھ اُن کے اپنے بھائی شاہ رفیع الدین اور شاہ عبدالقادر بہترین معاون ثابت ہوئے۔ عقلی مسائل کیلئے جس قدر تحقیقات کی ضرورت ہوئی، اس کو شاہ رفیع الدین پورا کرتے رہے۔ کشفی مسائل میں خصوصیت کے ساتھ شاہ عبدالقادر ممتاز تھے۔ عقلی علوم کی تعلیم شاہ عبدالعزیز کا اپنا کام تھا۔ اس طرح عقل نقل کشف کی جامع سوسائٹی پیدا کرنے کی کوشش جاری رہی۔

اس کے نتیجے میں چار ممتاز شخص پیدا ہوئے۔ (۱) مولانا عبدالحمی۔ یہ حضرات شاہ دہر سربلذانی، کے تلامذہ میں اول درجہ کے عالم تھے۔ اور امام عبدالعزیز کی طرح جامعیت کے مالک تھے۔ (۲) حضرت مولانا شاہ اسماعیل شہید۔ یہ عقلیت میں شاہ رفیع الدین کے قائم مقام تھے۔ دہم، حضرت مولانا عبدالغنی یہ شاہ عبدالعزیز کی طرح نقلی علوم پڑھانے کے مرکز تھے۔ (۴) حضرت سید احمد بریلوی۔ جو ان کے مدرسے

فقیر مغموم کے شاگرد تھے۔ مرقۃ کشفی میں اپنے زمانے کے عارفین بلکہ بہت سے متقدمین پر بھی سبقت لے گئے تھے۔ اُن کی تربیت شاہ عبدالعزیز اور شاہ عبدالقادر کی صحبت میں مکمل ہوئی۔ جب یہ انقلابی جماعت تیار ہو گئی تو شاہ عبدالعزیز نے اپنا انقلابی پروگرام تطبیق دینا شروع کیا۔ شاہ صاحب نے سید احمد کو خاص پروگرام دے کر امیر خاں والے ٹونک کے لشکر میں بھیکرا نقلائی کام شروع کر دیا۔

۱۳۰۴ھ ولی اللہ کو جس منصب کا وعدہ دیا گیا جس کی وہ امید رکھتے تھے۔ اس کا تعلق عام مسلمانوں کی اصلاح سے تھا۔ اس فکر کے ترک کرنے ان کو ائمہ فقہاء کے اختلاف کو حل کرنے کی طرف مائل کر دیا۔ تاکہ عوام کا اختلاف باقی نہ رہے۔ چنانچہ وہ فقہ حنفی اور فقہ شافعی کو ایک دوسرے پر مانستے ہیں۔ قدرتی طور پر اُن کو دونوں فقہ میں تحقیق کا اچھا موقع ملا۔ فقہ حنفی اپنے والد سے سیکھی۔ اور فقہ شافعی شیخ ابوالطاهر مدنی سے پڑھی۔ مگر آخر میں انہیں سمجھا یا گیا۔ کہ فقہ حنفی کی ایسی اصلاح ممکن ہے جس سے وہ قرن اول کے مطابق ہو جائے۔ دیکھو فیوض الحرمین ص ۲۵۷ و ۲۵۸ و ۲۵۹ و ۲۶۰ و ۲۶۱ و ۲۶۲ و ۲۶۳ و ۲۶۴ اس پر دہلی میں بیٹھ کر انہوں نے حنفی فقہ اپنی تجدید کے ساتھ پڑھا نا شروع کی۔ یہ اُن کے آخری اعمال سے ہے۔ باوجود اس اہتمام کے وہ اپنے ملک کے ضعیفہ کو مطمئن نہیں کر سکتے تھے جب تک ایک عالم حدیث کو ضروری نہ سمجھے۔ اس کو شاہ صاحب کے مسلک کی جلالت سمجھ آ ہی نہیں سکتی۔ امام عبدالعزیز نے حنفی فقہ اور مروجہ تصوف کو اپنے والد کے اصول پر اصلاح کر کے رواج دینا شروع کیا۔ فقہ شافعی کی طرف کوئی توجہ نہیں کی۔ ان کی طبیعت ہندوستانی عالموں سے متقارب واقع ہوئی تھی حنفی علماء نے خوشی سے اُن کی شاگردی اختیار کی۔ اور ایک لمبے وقت تک کام کرنے کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہندوستان میں کوئی جید عالم ایسا نہیں رہا جو حدیث پڑھنا ضروری نہ سمجھتا ہو۔ اور پھر اس کی سند کسی نہ کسی طریقے سے شاہ عبدالعزیز پر قائم نہ ہوئی ہو۔

ہم چاہتے ہیں کہ شاہ عبدالعزیز شاہ ولی اللہ کے لئے ایسے ہی جیسے امام ابو یوسف امام ابو حنیفہ کے لئے۔ تو اس کا یہی مطلب ہے۔

(بقیہ صفحہ ۷۴) (۴)، ہائے خیال میں شاہ عبدالعزیز کے پروگرام کا خاکہ وہی تھا۔ جس پر شاہ ولی اللہ اپنے عمل کر چکے تھے۔ برٹشوں کے قلب کو دھڑکنے کے لئے نواب نجیب الدولہ نے احمد شاہ ابدالی کو دعوت دی۔ ہائے نزدیک یہ بات محقق ہو چکی ہے۔ کہ نواب نجیب الدولہ کو شاہ ولی اللہ نے اپنے اہل عامی اثنائے سے اوصاف و جلالی تھی ۛ

اب دوسری دفعہ جب انھوں کا پنجاب میں غلبہ ہوا اور دہلی میں انگریز آگئے۔ تو شاہ عبدالعزیز کا ہر دو گرام ہی تھا کہ کابل اور قندھار کی طاقت کو دعوت دے کر دہلی بلایا جائے۔ اگر وہاں کے امرائے قابل ثابت ہوں تو ان اقوام کے لائق افراد سے استفادہ کیا جائے ۛ

اس کے لئے وہاں ایک امارت قائم کرنے کی ضرورت ہوگی۔ اور افغانوں میں ایک سید کی امارت بہت جلد مقبول ہو سکتی ہے۔ اس کے لئے سید صاحب کو امیر مقرر کیا گیا۔ اور مولانا شہید اور مولانا جلالی کو ان کا وزیر بنا کر ساتھ کر دیا گیا ۛ

اپنا پادری پروگرام تسلیم کرنے کا پہلا درجہ یہ ہے۔ کہ اسلامی عقائد و اخلاق میں جو غلطیاں عوام میں رائج ہو چکی ہیں۔ لوگوں سے ان کی اصلاح کا پروگرام تسلیم کرایا جائے۔ اس سے وہ دوسرے مرشدوں اور عالموں سے جدا ہو سکیں گے۔ اور تحریک کو آگے بڑھانے میں مخالف پادری کے لوگ دخل انداز نہیں ہو سکیں گے۔ سید صاحب اور مولانا شہید اور مولانا جلالی اس انقلابی پروپیگنڈے کے مرکز بنائے گئے۔ شاہ عبدالعزیز نے شاہ اسحاق کو اپنی جگہ مقرر کیا۔ ہماری سمجھ میں اس نئے حزب کے امیر شاہ اسحاق تھے۔ سید صاحب فقط امیر الدعوت و امیر الجہاد تھے۔ اور یہ جماعت دہلی کی سلطنت کی کمزوری کو دور کرنے کے لئے کھڑی ہو رہی ہے۔ اس کو ایک حکومت موقتہ کا درجہ دینا چاہئے ۛ

اس تقسیم عمل میں شاہ عبدالعزیز نے وہ کمال کر دکھایا ہے جس کی حکمت سمجھنے سے اکثر عقلمند عاجز آگئے۔ اور انہیں اس حق بناتے ہیں بہت زیادہ دخل اس قوت حاکمہ کا ہے۔ جو شاہ عبدالعزیز کے کام کو فوے طور پر سمجھ کر ناکام بنانا چاہتی ہے۔ سید صاحب کی امارت اور ملن کا

اسی زمانہ میں امام عبدالعزیز نے امام الانقلاب امیر المؤمنین علی ابن ابیطالب کرم اللہ وجہہ کو خواب میں دیکھا۔ امیر المؤمنین نے نہیں یقین دلایا کہ عام طور پر فقہاء اور صوفیہ کے مروج طریقے افراط و تفریط سے خالی نہیں۔ قرونِ اولیٰ کے مطابق وہی طریقہ ہے جس کی امام ولی اللہ دعوت جیتے ہیں

بقیہ صفحہ ۷۵، جوش جہاد۔ اور اُن کا کشفی کمال عام المسلمین کو جمیع کرنے کا بہترین ذریعہ اور اعلیٰ تدبیر تھی۔ اس لئے امام عبدالعزیز نے یہ کام اُن کے حوالے کیا۔ مگر اس امارت کو تھامنے کے لئے جس قدر تعلق شاہ ولی اللہ کی تحریک اور پھر شاہ عبدالعزیز کے کام سے تاریخی طور پر ہونا چاہئے۔ اس سے سید صاحب کوئی تعلق نہیں رکھتے۔ ممکن ہے کہ وہ ایک نئی تحریک شروع کر دیں۔ اور وہ اسی چیز کی طرف جس کو بڑانا ضروری ہے۔ متوجہ نہ ہو سکیں۔ اس نقص کے جبر کے لئے مولانا عبدالحی اور مولانا شہید اُن کے ساتھ ننگا کئے گئے۔ اور اپنے متبعین کو ہدایتیں دی گئیں۔ کہ جس امر پر یہ مبنی حضرات جمع ہو جائیں۔ اسے شاہ عبدالعزیز کا حکم سمجھا جائے۔ اُس زمانے کے حالات کے مطابق اس سے بہتر تقسیم عمل ہماری سمجھ میں نہیں آ سکتی:

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو خواب میں دیکھنا

میدانے است وراں فرش سفید براق گسترده اند۔ و براں فرش روم بسیار باشکل نورانی و بسیار سہانہ فاخرہ، منتظر قدم برکت لزوم جناب امیر نشستہ اند فقیر ہم ہر یافت این معنی در اں مقام پر فرش مذکور جا گرفتہ۔ ناگاہ جناب امیر از جانب قبلہ نمایاں شدند۔ و سمت آن فرش تو جہ فرمودند مردم بہم برائے تعظیم برخواستند۔ و بلب فرش منتظر ایستادند۔ فقیر نیز در وسط فرش منتظر ایستادہ و بسبب ہجوم اشخاص با عظمت تالپ فرش نتوانست رسید۔ ایشان تشریف آوردہ، تفریق صفوف نمودہ نزد

بقیہ صفحہ ۷۶) فقیر آئمہ چار زانو نشینند فقیر با ادب تمام دوزانو مقابل نشست۔ الطاف بسیار فرمودند۔ بایک کس کلام فرمودہ با فقیر محکام شدند فقیر اس وقت را غنیمت دانستہ پند چیرہ در اس وقت کہ در ذہن حاضر شدہ عرض نمود۔ جواب با صواب یافتہ۔

اول آنچہ فرمودند این بود کہ شنیدہ ام شخصے بزبان پشتو کتاب تصنیف کردہ است در اس کتاب چیزے کہ تحقیق من بود۔ دلچ نمودہ۔ شمارا اطلاع این معنی بہت یازدہ فقیر عرض نمود۔ بندہ زبان پشتو نمی داند۔ تا از حال این کتاب واقف باشد موافق فرمودہ تحقیق خواہم کرد۔

باز عرض نمودم کہ از مذہب فقہا کدام یک ممتاز و پسند جناب است؟ فرمودند هیچ مذہب پسند ما نیست۔ یا بطور ما نیست۔ اخراط و تفریط بعمل آورده اند۔

باز عرض نمودم کہ از طرق اولیاء اللہ کدام یک طور پسند جناب عالی است؟ فرمودند طریق ہمہاں جواب است۔ در ہر طریق چیز نئے نامرضی و عیاف طور احداث نمودہ اند۔ و باین ہمہ از طور ما قصور دارند۔ زیرا کہ در ہر طریق شغل کہ در تقرب الی اللہ مفید باشد۔ معمول و مروج بودہ۔ ذکر ۲، تلاوت ۳، نماز۔ آنہا فقط ذکر را مقرر کردہ اند۔ و تلاوت قرآن و نماز شغل نئے داند۔ بعد از ان بیکایک برخاستہ۔ بہاں سمت سرعت کنان تشریف بردند۔ و مردم دیگر کہ منتظر بودند در حیرت ایستادند۔ قال مولانا الشیخ عم فیضہم فی کتاب التہتید فی ائمة المتجددین ص ۲ فی رجب ۸۸۸ھ او مشہد تشریف الاکامہ عبد الغنی زفری المرادی یلقاؤ امیر المؤمنین علی بن ابی طالب: اما ما لا انقلاب فار شدہ الا میرالی اھیئۃ الاجتماعیۃ وطرق اصلاحها۔ و داوم الشیخ علی ارشاد الامیر بالاسقامۃ۔ و وصل روح الاصلاح الی عامۃ المؤمنین فی حیوۃ وقام اصحابہ بمعافیت عامۃ المسلمین من جمیع الاصناف الی اقامۃ الحکومتہ الموقتۃ الہندیۃ لاحیاء النجادۃ القویۃ للصمدیتہ۔ تمہید۔ سیرت سید احمد شہید مشہ میں مذکور ہے۔ کہ صبح انور شاہ صاحب سب سے پہلے حضرت شاہ غلام علی مجددی نظری

امیر المومنین نے اُن کی قلبی کیفیت میں ایک انقلاب پیدا کر دیا جسے امام
عبدالعزیز بیداری میں بھی اپنے اندر مستقر پاتے تھے۔ امیر المومنین نے انہیں پشتو
یکھنے کی طرف توجہ دلائی،

(بقیہ صفحہ ۷۷) (متوفی ۱۱۳۴ھ) غلیفہ حضرت مرزا مظہر کی خدمت میں تشریف لے گئے۔ اور خواب کی تعبیر
چاہی۔ شاہ غلام علی نے فرمایا۔ میری سمجھ میں آتا ہے کہ سید حسن رسول ناک کی وفات کے بعد رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کی توجہ ان دیار میں ہدایت خلق کی طرف بہت کم ہو گئی ہے اس خواب سے معلوم ہوتا
ہے کہ اب آپ کے ریا آپ کے کسی مرید رشید کے، ذریعہ وہ سلسلہ پھر شروع ہو جائے گا۔ شاہ صاحب
نے فرمایا میرے خیال میں بھی یہ تعبیر آتی تھی۔ مولانا ایشاعہ فیضی نے مجھ سے ۲۶ جون ۱۹۴۴ء کو فرمایا
کہ یہ خواب امام عبدالعزیز کی عظمت پر دال ہے۔ کہ اُن کے عہد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک
رسائی بغیر آپ کے ممکن نہ تھی۔ رہا فقرہ محصورہ میں الخطین۔ بہار خیال ہے کہ یہ فقرہ شاہ غلام علی رحمہ
کے ذمہ لگا کر محض اس لئے بڑھایا گیا کہ سید امیر شہید کی فضیلت ثابت کی جاسکے۔ ورنہ اصل خواب سے
اس کو کوئی تعلق نہیں ہے۔

نفاذ ۱۰، سید حسن رسول ناک کا تذکرہ مختصر خزینۃ الاصفیاء ص ۱۸۱ میں موجود ہے۔ وفات
۱۱۳۴ھ امام ولی اللہ تہذیبات ص ۴۴ (خطیب) میں لکھتے ہیں۔ خواجہ محمد اعجازی نے از انہاج میر ابو اعلیٰ
نزد ہار گنج اقامت داشتند بہجت سید حسن رسول ناک رسیدہ بودند نقل میگردند کہ رونے سید حسن
بیٹے ان کو الے سماع کردند کہ مضمون آن تشبیہ خود بود با سبب محبوب۔ و ازاں تشبیہ لذت تمام یافتند
اما آن لذت می آمد و می رفت۔ استقرار نہ داشت۔ بگوشتہ رفتند۔ و حسن در گلو بستند و آبی را بہ میخ
مضبوط ساختند و چلے بر خود انداختند و ہمال بیت می خواندند و گرد آں میخ می گشتند۔ بر این کیفیت
آن لذت در ایشان مستقر شد۔ و فتح باب ایشان را این صورت واقع گشت۔

بقیہ صفحہ ۷۸
زبان پشتو اور یورپین ازم | اس کی روح یہ ہے کہ ان کو پشتونوں کی طرف توجہ
 کرنی چاہئے۔ اس سے پہلے شاہ ولی اللہ خیر کرمؒ میں

کہہ چکے ہیں کہ حکومت چلانے کی استعداد مسلمانان ہند سے افغان کی طرف منتقل ہو چکی ہے وہ قلعہ
 و قصر۔ والدولۃ بحسب الظاہر یقسم علی شعوب الناس لیکمل فی دیمان کان
 للحجاز ثم للعراق ثم لاهل فادس ثم لاهل الهند۔ ورجع الیوم الی الافغانہ و
 کذلک الدولۃ الباطنیۃ علی هذا الترتیب ولكن الافغانہ واهل الفادس لا
 یوجد فیہم الا تسلاخ قط۔ فلما لا تم مزاجیۃ۔ ہ۔ نور الحق غفرلہ

حضرت مولینا غفرلہ نے اس کی توضیح میں مجھے اظہار کیا۔ کہ اس سے مراد فقط جنگی طاقت
 اور حربی قوت ہے۔ یہی راز ہے ہمارے اس مقولہ میں کہ پہلے یورپین ہوتے افغانوں میں چونکہ لڑنا
 اور مردانگی موجود ہے۔ ان کو ایک عالم منظم کر کے اسلامی قومی حکومت کی فوج ناسکتا ہے۔ مگر جس
 قوم سے لڑنے مرنے کی طاقت سلب کر لی گئی ہو۔ وہ کبھی ترقی نہیں کر سکتی۔ آج اس کی پہلی مثال
 ہندو بننے میں ملتی ہے۔ وہ بڑا حساب دان ہے۔ بڑا مالدار ہے۔ مگر وہ حکومت نہیں سنبھال سکتا ایک
 معمولی سپاہی اس کی جائداد پر قبضہ کر کے مالک بن سکتا ہے۔ دوسری مثال ہندوستانیوں میں ہے
 جو قومی انگریزی فوج میں ملازمت کر کے، اور یورپین طریقے پر سپاہی بننا نہیں سیکھ سکیں گی۔ وہ
 ہندوستان کی آئینہ حکومت کبھی سنبھال نہیں سکیں۔ میں یا وجود ہزارہ انقلابات کے سرسبز ریاست
 وزیر اعظم پنجاب کی ہمیشہ تائید کرتا ہوں کہ وہ میری قوم کو فوج میں بھیجنے کا حامی بنے۔ جن میں تو نے فیصد
 افراد جنگ میں مر سکتے ہیں۔ مگر دس جو واپس آئیں گے وہ ہمارا اصلی سرمایہ ہوگا۔ اس لئے ہم تعلیم یافتہ
 طبقے کو مجبور کر دیں گے۔ کہ وہ یورپین طریقے پر فوجی حرب سیکھے۔ انہیں اس کام میں ہمارے پیرائے
 کے لئے سولے ترکی حربی کالج کے اور کوئی جگہ نہیں ملے گی۔ اگر وہ ترکوں کی طرح پہلے اپنے آپ کو
 یورپین نہیں بنالیں گے۔ ترکی حربی کالج میں داخل نہیں ہو سکیں گے۔ جب وہ وہاں سے فارغ
 ہو کر آئیں گے۔ تو مستقبل ہند میں جب ڈومنین سسٹم مل جائے گا۔ اس وقت وہ اپنے

(بقیہ صفحہ ۷۹) کاشنکاروں کو فوجی تعلیم دینا شروع کریں گے۔ اس کے لئے اُن کو کاشنکاروں کو بھی یورپین بنانا پڑے گا۔ اگر کاشنکاروں کی تحریک کا انکار کر دیں۔ تو اُن کا وجود بے کار ہو جائے گا۔ اس لئے ہم اپنی قوم سے وہ لعنت کے جراثیم جو مسلمانوں اور خاتقاہوں سے پھیلتے ہیں۔ اور قوم کو نامردی سکھانے کا نام انہوں نے اسلام رکھا ہو ا ہے۔ مذکورہ وقت آنے سے پہلے.... ختم کر دینا چاہتے ہیں۔

ہم عام لوگوں کو دعوت دیتے ہیں۔ کہ وہ اپنی مادری زبانیں انگریزی حروف میں لکھنا۔ پڑھنا شروع کر دیں۔ اور اپنے خاندان کے کسی فرد کو علم اس سے کہ عورت جو مامرد۔ ایسا نہ چھوڑیں کہ وہ اپنی زبان یورپین حروف میں نہ لکھ سکتا ہو۔ اس کے بعد اس کو ترکوں کی طرح زندگی بسر کرنا سکھانا چاہئے۔ ترکوں میں بھی اسی طرح بے ایمان آدمی موجود ہیں جیسے ہمارے یہاں ہیں۔ مگر ترکی قوم کے ایمان میں جسے شبہ ہو سکتا ہے۔ وہ حتمی ہے۔ اب ترکوں نے اپنا قومی طریقہ یورپین ازم بنا لیا ہے۔ ہم اس مسلم قوم کے ترقی یافتہ نمونے پر اپنی قوم کو تیار کرنا چاہتے ہیں۔ ان حقائق سے ہمارے بڑے بڑے عالم ناواقف ہیں۔ ان کو واقعہ کرنے کی اشد ضرورت ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ نہایت نرم زبان میں ان کو یہ چیزیں سمجھا دی جائیں۔ مگر ہماری قوم میں ایک صندی عنصر موجود ہے۔ وہ مسلمانوں کی ہر تباہی کو قبول کر سکتا ہے۔ مگر اپنے طرز میں تبدیلی کا روادار نہیں بنتا۔ ہم انہیں منہ نہیں لگاتے۔ اور جب موقع ملے گا ہم انہیں ختم کر دیں گے۔ یہ ہیں اپنی ذہنیت کی ترجمانی نہیں کر رہا۔ مجھے معلوم ہے۔ کہ ہندوستان میں انقلاب آئے گا۔ میں اس انقلابی جماعت کی ترجمانی کر رہا ہوں میں نے دوسرے ملکوں میں۔ انقلابی جماعتوں کا کافی تجربہ کیا ہے۔ وہ سب کے سب ایک ہی ملک پر چل رہے ہیں۔ اُن کی زبانیں مختلف ہیں۔ اُن کے مذاہب مختلف ہیں۔ مگر معاشرت کا طریقہ سب میں مشترک ہے۔

ہمارے سمجھ و ادب کے کو ہماری طرح جب تک ہم ہندوستان میں تھے ایک حل شبہہ شدہ دامن گیر رہتا ہے۔ وہ یہ کہ انگریزی کا لہجہ اور انگریزی فائز ہے

(بقیہ صفحہ ۸۰) ایک نوجوان جو ذہنیت لے کر آیا۔ وہ سوائے جوہرین فیشن کے اور کوئی کمال نہیں رکھتا۔ وہ ملازمت سے روپیہ کما تا ہے۔ اور اپنی ضرورتیں اس قدر بڑھاتا ہے۔ کہ باپ دادا کا اندوختہ اس فیشن پرستی کی نذر کر کے ختم کر دیتا ہے۔ پھر نزاکت، بزدلی، نامردی، کاہل پورا پورا نمودن میں جاتا ہے۔ اور دن رات اس قہر میں لگا رہتا ہے۔ کہ یورپین بنے بغیر انسان انسان نہیں کہلا سکتا۔ ہمیں خود اس گروہ سے کافی واسطہ پڑتا رہا۔ اور ہم اپنی پرانی ہندوستانی زندگی میں اُس سے متنفر تھے۔ اور اپنی قوم کو اس سے بچانے کے لئے کوشش کرنا ایمانی فرض جانتے ہیں۔ اب ہماری ذہنیتیں بچی ہے۔ کہ ہم ان نازک فریج، نازک اندام افراد کے بجائے اپنے کاشتکاروں کو یورپین بنائیں۔ ہمارا پہلا تجربہ غلط اور غیر مفید ثابت ہو چکا ہے۔ ہم اپنی قوم کے کارکن غنہ کو جو ہلکے ملکوں میں عموماً کاشتکار رہے۔ اقتصادى مصیبتوں میں گرفتار دیکھتے ہیں۔ اُس کو ان مصائب سے نجات دلانا قوم کی ہستی کیلئے ضروری ہے۔ اس کی نجات کا کوئی ذریعہ نہیں ہے۔ جب تک وہ اپنی اصلاح کے لئے خود کھڑا نہ ہو مگر اس اصلاح سے پیشتر اس کو تعلیم دینا ضروری ہے۔ سرمایہ دار حکومت نے تعلیم چند افراد کے لئے مخصوص کر رکھی ہے۔ اب یہ ناممکن ہے کہ ہم اپنے کاشتکاروں کو کالج، کالج پڑھائیں بنا سکیں۔ مگر یورپ کے طریقے پر کاشتکاروں کو عالم بنایا جاسکتا ہے۔ سب سے پہلے انہیں اپنی مادری زبان میں لکھنا پڑھنا سیکھنا چاہئے۔ اس کے لئے ہمارا عربی رسم الخط ایک مانع قوی ہے۔ کہ ایک ایسے انسان کو جو چوبیس گھنٹے کام میں مصروف رہتا ہے۔ اس کو یہ خط سکھانا جو ایک ایک حرف کی کئی شکلیں پیش کرتا ہے۔ سیکھنے سکھانے والے دونوں کے لئے بے حد دشوار ہے۔ دوسری صورت جو چھوڑ دینا چاہئے۔ ایک دفعہ حروف شناسی کے بعد ساری عمر کے لئے ان فاعل ہو جاتا ہے۔ نائب و اکثر مشین کے توسط سے لکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ جو سکھوں میں گائپ اسٹر مشین لکھ کر اپنے بچوں کو چند گھنٹوں میں اپنی مادری زبان لکھنا پڑھنا سکھائے ہیں۔ سپاہی بننے کیلئے تھی ہی تعلیم ضروری ہے۔ اس تعلیم پر وہ مصارعت عائد نہیں ہوتے جو کالج میں گریجویٹ بننے پر واجب آتے ہیں۔ اور نہ فیشن پرستی کا شکار ہو کر نزاکت اور بزدلی گمراہ بنا سکتی ہے +

امام عبدالغفر حقیقت میں وہ پہلے امام ہیں جنہوں نے امام ولی اللہ کے اصول ایک ہندوستان میں قومی حکومت کی بنیاد ڈالی۔

باقیہ صفحہ ۸۱ جس وقت ہم اپنی مادری زبان میں لکھنا پڑھنا سیکھ گئے۔ تو ہر زبان کے لئے ایک مرکزی پریس تعلیم دینے کے لئے کافی ہے۔ اس میں ماہوار رسالے نکلیں گے۔ ہفتہ وار پرچے ہوں گے۔ روزنامے ہوں گے۔ ہر شخص اپنی زبان میں گھر بیٹھے پڑھ سکتا ہے۔ قوموں کو اس طرح تعلیم دینے کی سہولت جس طرح اس عہد میں موجود ہے۔ پہلے زمانے میں کسی کے خیال میں بھی نہ تھی۔ اب ہائیں اس سے فائدہ اٹھانا چاہئے۔

اصلی پروگرام | مذکورہ بالا دنیاوی تعلیم حاصل کرنے کے بعد میز اپنا ذاتی دوسرا پروگرام بھی ساتھ ہے۔ میں کم از کم چالیس سو تیس قرآن عظیم کی قوم کی مادری زبان میں تفسیر کر کے پریس کے ذریعہ اُن کے گھروں میں پہنچا دوں گا۔ اس کے بعد اُن کو کوئی دجالی دین سے بھٹکانا نہیں سکے گا۔ سوائے اُن لوگوں کے جو دجالیّت پر ملبوع ہوئے ہوں۔ میری زندگی کا آخری مقصد بھی آخری چیز ہے۔ مگر یہ اس پہلی تعلیم پر موقوف ہے۔ اس لئے میں اس پر زور دیتا ہوں۔ اس سے بہتر کوئی اور پروگرام میرے سامنے لائیں۔ میں اُس کو مان لوں گا۔

مسلم لیگ کے اراکین کی سیکمیں جو ساری عمر انگریزی دفتروں میں کام کرتے رہے۔ یا کسی عالم کی جو سلف کے طریقے کا ماہر ہے۔ مگر اس یورپ کا ایک حرف نہیں جانتا جس نے دیورپنے، تمام اسلامی سلطنتوں کو سقم کر لیا ہے اُن کے وہ پروگرام جو خالد بن الولید اور فاروق اعظم کا نام لے کر پیش کئے جاتے ہیں۔ میں نہیں سننا چاہتا۔ فاروق اعظم کو سمجھنے کے لئے کم از کم شاہ ولی اللہ کی حکمت کا سمجھنا ضروری ہے۔ اگر کوئی ان کی حکمت کا ایک صفحہ غور سے پڑھے گا۔ تو وہ یورپ کو سب سے پہلے دیکھے گا۔ یہ سلف کا نام لینے والے بیچاے جو موافقت سے بے خبر ہم ۱۲۰۱ نور الحق

(الف) امام دلی اللہ نے دہلی کے اعلیٰ طبقے کو اپنے علوم سے تعارف کرایا تھا۔ اور امرائے دولت کے اشتراک سے کسی قدر سیاسی کامیابی بھی حاصل کر لی تھی جس سے اُن کا اجتماعی مرکز دہلی میں مستقر ہو گیا۔ اُسے پانی پت کے معرکے کا ایک نتیجہ سمجھنا چاہئے۔

لیکن نظام سلطنت کی بوسیدگی سے اراکین دربار میں صوبوں کی حکومت سمجھانے والے تو پیدا ہوتے رہے۔ مگر مرکز کو بچانے کی اہلیت کسی میں پیدا نہ ہو سکی اسی سبب سے چند ریاستوں کے ماسوا باقی حصص پھندہ پرستانوں کی حکومت برائے نام رہ گئی۔

۱۷۷۱ء میں اہل دہلی مرہٹوں سے تنگ آ چکے تھے۔ احمد شاہ نے اُن کو اس مصیبت سے نجات دلائی ایسے موقعوں پر قومی آدمی اپنی قوم کا جتنا دخل اس طریقہ نجات میں محسوس کرتا ہے۔ اسی پر فخر کرتا ہے۔ احمد شاہ کی قوت کو دلی والے اپنی قوت نہیں کہہ سکتے۔ مگر امام دلی اللہ کی تدبیر سے وہ آیا تھا۔ اور کامیاب ہوا اس کو اپنی چیز کہہ سکتے ہیں۔ اس لئے وہ معرکہ پانی پت کی فتح کو فقط شاہ دلی اللہ کی طرف طبعاً منسوب کریں گے۔ اس لئے شاہ صاحب کی علمی خوبی اور عظمت اُن کے رگ و پیشے میں بچ جائے گی۔

۱۷۷۱ء جب شاہ عالم ثانی انگریزوں کی حراست میں تھا۔ تو اس سے ایک معاہدہ کیا گیا جس کی دُور سے تمام قلمرو کی نظامت کمپنی کے حوالے ہو گئی۔ اور بادشاہ کے لئے قلعہ اور اطراف دہلی تاحدہ قطب صاحب کا علاقہ مخصوص کر دیا گیا۔ کمپنی کو باج گزار قرار دی گئی۔ مگر اس طرح پر کہ

دب، امام ولی اللہ کے زمانہ میں نادر شاہ نے ہند کے وہ صوبے جو دریائے
 سندھ کے غریب میں واقع ہیں جیسے کابل، قندھار، کھٹا، ایران سے ملحق کر لئے تھے
 اس سے پہلے قندھار کی افغانی حکومت جو میراوس سے شروع ہوئی تھی۔ وہ سلطان
 محمد شاہ کی سرپرستی مانتی تھی۔

(یعنی صفحہ ۸۲) ملک بادشاہ کا اور حکم انگریز کا؟ مسلمانوں کے لئے خصوصاً اور ہندوستانیوں کے لئے
 عموماً رعایتیں لازمی قرار دی گئیں مثلاً یہ کہ حکومت کی زبان فارسی ہے گی۔ انگریزی نہ ہوگی۔
 ہندوؤں کے مقدمات کا فیصلہ پنڈت اور مسلمانوں کا مسلمان قاضی کریں گے۔
 اسکے بعد شاہ عالم جب ۱۸۵۷ء مطابق سنہ ۱۲۷۵ھ میں فوت ہوئے۔ اور اکبر ثانی تخت نشین
 ہوا۔ تو اس جدید بادشاہ پر انگریزی سرکار نے اورنگی کی۔ اور صرف قلعہ دہلی اور حدود شہر تک حکومت
 کی تحدید کر دی۔ باقی تمام ہندوستان کی حکومت پر خود قبضہ کر لیا۔

شمال مغربی صوبے | سنہ ۱۸۵۷ء کے قریب ہی پنجاب پر احمد شاہ ابدالی کا تسلط ہو گیا تھا لیکن
 وہ زیادہ عرصہ تک نہ رہا۔ حتیٰ کہ سنہ ۱۸۵۷ء میں احمد شاہ کا پوتا زمان شاہ
 ہندوستان پر حملہ آور ہوا۔ وہ یقیناً دہلی تک پہنچا اور انگریزی حکومت کی جڑیں اکھاڑ پھینکتا۔ مگر رفتہ
 حدود افغانستان پر ایران کی جانب سے بغاوت ہو جانے کے باعث جس کو انگریزی ڈپلومیسی کی
 برکت بتایا جاتا ہے، اسکو بہت تیزی کے ساتھ لڑھکانے سے واپس کابل پہنچا دیا۔ اس رواداری
 میں وہ رنجیت سنگھ کو پنجاب کا گورنر بنا گیا۔ یہی نسبت سنگھ ہے جس نے رفتہ رفتہ سنہ ۱۸۵۷ء
 میں پنجاب، افغان، کشمیر اور پٹنہ پر قبضہ کر کے ایک مستقل سکھ حکومت قائم کر لی۔ اور انگریزوں سے
 مصالحتانہ معاہدہ کر لیا۔ ۱۸۵۷ء۔

ہندوستان کے شمالی صوبے اور بلخار، نادرہ | ایس الہند اسم محکمۃ

واحدة بل هو اقليم كبير يشتمل على مالِك كثيرة. قال الشيخ محمد قاسم في تاريخ
 القرن التاسع عشر ليست الهند في الحقيقة امة قائمة بذاتها بل مجموعة
 اُمم تختلف جنساً ولغةً وديناً وعاداتٍ ولها في الغالب خواص طبعية لا يشتركها
 فيها غيرها. قال المسعودي ذكر جماعة من اهل العلم والنظر والبحث ان
 الهند كان في قديم الزمان القرّة التي فيها العملاق والحكمة فانه لما تجملت
 الاجيال وتحوّلت الاخراب حاولت الهند ان تقيم المملكة وتستولي على
 الخوزة وتكون الرياسة فيهم. فانه معت على ذلك ونهبت لها ملكا و هو
 البرهم الاكبر وجمع الحكماء فاحدثوا في ايامه كتاب السند هند وتفسيره
 دهرالد هور. ومنه فرجت الكتب كالجسطي ومن الجسطي كتاب بطليموس
 وتوزع في البرهم من فتنهم من زعم انه ادم عليه السلام وانه رسول الى
 الهند. ومنهم من يقول انه كان ملكا وهذا الشهر. وارض الهند ارض
 واسعة في البر والبحر والجبال والهند متصلة فيما يلي الجبال بارض خراسان
 والسند الى ارض البنّيت وبين هذه الممالك تباين وحروب ولغات مختلفة
 وادام غير متفقة. قال كاتب الانجلي في كشف الظنون اهل الهند هم
 اهل الاراء الفاضلة والاحكام الملائمة. هم المتحقق بعلم الحساب والهندسة
 والطب والنجوم والطبي والالهى. وجمهور الهند صابئة ولهم في عظيم الكواكب
 واودادها اراء ومذاهب. قال آناد البليجواي في سبعة المرجان ان
 الهند تارة يكون اجم. ويطلق على ملك دهلّى والسند والمكن وغيرها
 جزيرة سرانديب ناحية من المكن وكابل برزخ بين الهند وخراسان ومن
 مدّة داخله في مملكة الهند. ويطلق على ملك دهلّى فقط وهو قسم السند
 قلت البلاد التي تاتي مياها الى نهر السند. مثل كابل وما والاها من جنوب

بقیہ صفحہ ۸) ہندو کش۔ وکٹ البلاد الہی یشکمون بالہستو۱۱ المنشیعۃ من سنسکرت
 مثل قندہار و ماوا و املہا فہی داخلۃ فی الہند حقیقۃ لا تختلف باختلاف
 الحکومات۔ و لما فرغت فی حل المشكلات المتعلقة بتاریخ کابل تقدر عندی
 ان کابل من الہند بلا ارنیاب و انما تردد المورخون من المسلمین و غیرہم
 فی کونہ من الہند لعدم تعظمتہم بحقیقۃ الاسماء المستعملة و وجوب تفسیرہا
 قال الاساذ ذکاء اللہ الہلوی فی تاریخ الہند عربی میں غیر قروں کے ناموں کی
 تقریب کے لکھنے کا قاعدہ اختیار کیا گیا ہے۔ اس سبب سے ناموں کا پتہ مگانا نہایت دشوار ہے
 فرنگی عقیدت نے ان ناموں کی تحقیق میں بہت سے کوسے کا فذ سیاہ کئے۔ مگر بے سود۔ ان ناموں
 کی تحقیق ان عقیدت کا کام ہے۔ جو عربی اور سنسکرت دونوں کے فاضل ہوں۔ سنسکرت دانی سے تحقیق کر
 سکتے ہیں۔ کراصل نام کیا تھا۔ اور عربی دانی سے یہ کہہ سکیں کہ اس کی تقریب ہوئی۔ ایک تاریخ میں
 لکھا ہے کہ بادشاہان کابل کا نام تبدیل کوئی کہتا ہے تبدیل کوئی نہ تبدیل کوئی نہیں۔
 کوئی رت بال۔ کوئی دن ٹھیل کوئی دن بل لکھتا ہے جو ایک یا معنی ہندو نام ہے۔ یہ بھی
 عقیدت نے تحقیق کیا ہے کہ کابل میں جو ترک کوہستان تبت سے آئے تھے۔ ان کا مذہب بدھ
 تھا۔ ان ترکوں سے برہمنوں کے ہاتھ۔ اور برہمنوں سے راجپوتوں کے ہاتھ سلطنت منتقل ہوئی۔

قلت لما جاء الترك كان الموضع الذي بناؤ فيه كابل موعى للبقر فكان
 اسمها كغو بال ثم صار كابل واسم حاكمها الذي اخذ منه المسلمون اسم بال
 فغيروه وحرفوه فجعلوا من بيل وبيل وغيره والله اعلم

۱۵۸۰ ذیقعدہ ۱۵۸۰ھ محمد شاہ کے عہد میں امیر الامراء مصمم الدولہ و متوفی
 ۱۵۸۰ھ صلی بے تدریری سے صوبہ کابل اور سرحد کے ہند کا انتظام مکمل ہو گیا
 یلعار نادری
 واپس جہت مقصدہ عظیم۔ کہ ورنہ نادری شاہ پندوستان باشندہ روئے داد و صوبہ واکابل ناصر خان
 مرد صالح بود۔ مگر اسونے شکار و ملاوت و عبادت کار و مگر نہ داشت۔ پھر چند سے چوں نادر شاہ بر

دقیقہ صفحہ ۸۶ بحث ایران ممکن گردید۔ برقعہ تختہ ہار سیدہ اور تاجیک سال محاصرہ کردتا آنکہ شہزادہ با
 درضیب آن تمام یافت۔ بعدہ برقعہ یلغار آورده اور فرو گرفت۔ ۴۱۰، دران نالی صوبہ دار کابل از
 کابل گریختہ پشاور آمدہ صوبہ دارئی کابل سے نمود۔ ازین نادر شاہ بصوب خرمین و کابل و حرکت
 آمد و کابل را فتح نموده۔ خود دران تا ہفت ماہ توقف داشت۔ ۳۱۰، بعد از ان کابل بجلال آباد
 رسیدہ۔ بصوب پشاور و حرکت آمد۔ بعد از ان در مملکت پنجاب خاصہ در شہر لاہور فرغ قیامت
 برخاست۔ و بتاریخ ۱۱۵۰ ہجری قمری ۱۷۳۷ء میلان ہر دو لشکر میدان کارزار گرم شد۔ و معصام اللہ و لکھنوی
 بر مان الملک د سعادت خان و لکھنوی اور دھڑا و آصف جاہ چند کوفہ و سپہ از طرف محمد شاہ۔ ادہ باناؤ
 صلح نمودند۔ ۲۰ ذی الحجہ محمد شاہ۔ ۱۱۵۰ ذی الحجہ نادر شاہ و در قلعہ دہلی نزول فرمود۔ و بروز بدھ شنبہ
 بنام نادر شاہ در مسجد جامع و مساجد دیگر تہانہ شد۔ بتاریخ ۱۱۵۰ ذی الحجہ بوقت عصر بعض ہندیاں مشہور کردند
 کہ نادر شاہ در گزشت۔ و بر لشکر بیان اکر در شہر دو دوسرے ہلاک شدہ سے گردویدہ حملہ نمودہ قتل
 شای آغا ز نماوند۔ و ہنگام تہسج ۱۱۵۰ ذی الحجہ گرم ماند۔ ۱۱۵۰ ذی الحجہ نادر شاہ از قلعہ سوار شدہ بقلعہ عام
 فرمایا داد۔ بعد نصف روز نادر زندائے امان در داد و نادر شاہ چوں در دتر معاودت را ارادہ
 داشت۔ تمامی مملکت شدہ و صوبہ کابل را با بیضے حمال پنجاب۔ کہ بہ خواہ صوبہ کابل دست اند
 مملکت ہندوستان و تصرف محمد شاہ و فتح نمودہ محلی بہ مملکت ایران ساخت و بتاریخ ۱۱۵۰ ہجری قمری
 از شہجیان آباد مراجعت نمود۔ میرزا تہسج ۱۱۵۰ ہجری قمری ۱۷۳۷ء میلان محمد نورالحق ۱۱۵۰ ہجری قمری
 ملکہ میر نويس نے ایران پر حملہ کیا۔ اور یہ سلسلہ اس قدر چلا کہ ایران میں اتفاقی حکومت
 قائم ہو گئی جس کے رد عمل کے لئے نادر شاہ پیدا ہوا۔ میر نويس کی حکومت ایران کی دشمن تھی۔
 مگر اس کا تعلق محمد شاہ کی حکومت سے دوستانہ تھا اور محمد شاہ بھی اس کی سرپرستی کرتا تھا۔ اور
 میر نويس بھی محمد شاہ کا فرمایا بردار دوست تھا۔ اسی بنا پر میرزا تہسج کے مصنف کو جو ہندو ہا شیعہ
 اور ایرانی شیعہ حکومت کا طبعاً طرفدار ہے۔ یہ کہنا پڑا کہ پنجاب واقعات ایک سلاطین صغیرہ یا صغیر
 ہند مطلقاً جوئے و ریخ باب نہ لہوہ۔ و با بر باد شاہ و ہائیوں لہسز کہ مورد اتفاقات شاہ اسمعیل صفوی

دشمنوں کا طعناں پڑا تھا۔ ظاہر و آشکارا اس وقت - وہاں وجود فقدانِ جمیع اغراضِ سلاطینِ صفویہ تھا۔
 پانچ مروت اور اسلحہ و اسلحت تہنیت و تعزیت سلوک داشتنہ اسیانے مراسمِ بیگانگی ہی نہ تھے
 وائیں طرف بنا بر جریاں اذوا صاف آدمیت و وفا، اس سلوک کا معمول نے گشت - چنانچہ باوجود شیعہ
 یا فتنِ حوادث و فتنِ درممالک ایران و مسلط شدنِ شاہ طعناں ثانی پر سخت موردِ غی خود - بعد تبغیر
 اخافہ و اتیصال و اخراجِ مفسدانِ محمد شاہ راہرگز دم پر سش و تہنیت بخاطر نگذشت بلکہ با امیر و
 افغان راہ آشنائی و مودت سلوک درشتہ - و با حسین پسر میرزویں مذکور نیز و آواز کہ مضابط قدزار
 شدہ بود - با آنکہ بہتانِ لشکر کشیدہ، در قتل و غارت و خرابی آئی و بار تقصیر سے نکر دہ باز گشت - نوبتے
 طریقِ مراسلہ مفتوح شد آٹھ ص ۴۹۔

واقعہ ہے کہ مغربی افغانوں نے ایران پر حملہ کیا۔ ان کا سردار محمود خاں تھا۔ اس نے ۱۲۳۲ھ
 میں اصفہان کو فتح کر لیا۔ اور حسین شاہ صفوی شاہ ایران کو قید کر لیا۔ دار الخلافہ پر قبضہ کر کے خود بادشاہ
 ہو گیا۔ تین برس سلطنت کر کے ۱۲۳۵ھ میں مر گیا۔ بعد ازاں اس کا رشتہ دار اشرف ہاشمی ہوا۔ شاہ
 ایران تو افغانوں کی قید میں تھا۔ مگر شہزادہ طعناں وٹل سے نکل کر شمال مغربی اضلاع میں جو آب
 تک افغانوں نے فتح نہیں کئے تھے۔ بادشاہ بن گیا۔ ۱۲۳۶ھ میں قسمت سے اس کو ایک لائق اور مستقل
 مزاج آدمی مل گیا۔ اور وہ نادر تھا۔ اس کا اصلی نام نادر قلی خاں پسر نام قلی تھا۔ قوم اس کی افشار
 تھی۔ وہ کچھ رہتہ کا آدمی نہ تھا۔ بعض اس کو پوچھتے دوز بتاتے تھے۔ نادر کے لڑکے کی شادی جب
 محمد شاہ کی بیٹی سے ہوئی ہے۔ اور دشمن والوں نے دستور کے مطابق دولا سے اپنی سات پشت تک
 نام پوچھے۔ تو نادر نے کہا۔ بگو واما دشمن پسر نادر شاہ است و نادر پسر شمشیر تاجم چینی تاہمفتاد بار
 بشمارہ نادر ۱۲۳۶ھ میں پیدا ہوا۔ اس کی شہامت و جلاوت و مہجرت کے کام و یکجہ کر عقل و نگاہی
 ہے۔ کہ ملک کے ملک اور صوبے کے صوبے فتح کر رہا چلا گیا۔ سب سے عظیم الشان کام اس کا یہ تھا۔ کہ
 اس نے ایران کو ۱۲۳۳ھ میں بالکل چٹانوں سے پاک صاف کر دیا تھا۔ اس کے عرصہ بادشاہ نے
 اپنی نصف سلطنت دھوبہ نرا سان۔ نادر دوان بدستان۔ کرمان اس کو بخش دئے۔ اس نے ۱۲۴۵ھ میں

نادر شاہ کے بعد احمد شاہ ابدالی نے صوبہ کشمیر و لاہور و ملتان بھی لے لیا اس طرح چھ صوبے دہلی کی حکومت سے علیحدہ ہو گئے ہم قندھار کی اس حکومت کو بھی ہندوستانی حکومت مانتے ہیں جیسے حیدر آباد و کن کی حکومت ہندی ہے۔

(بقیہ صفحہ ۸۸) ایران کی سلطنت کو وہ وسعت دی کہ اس کی حدود اپنی قدیمی صورت پر قائم ہو گئیں۔
 ۱۱۵۱ھ میں خاندان صفویہ کا خاتمہ ہوا۔ اب وہ مستقل بادشاہ بن گیا اور ۱۱۵۱ھ میں ہندوستان پر
 آمدنی کی طرح چڑھ آیا۔ تاریخ دکن کا راجہ صفحہ ۲۴۴۔

احمد شاہ ابدالی ۱۱۵۱ھ میں نادر شاہ اپنے ملازموں کے ماتھے سے مارا گیا۔ احمد
 درانی پہلے نادر شاہ کے مہل یا دل تھا۔ پھر قدرت قدر بڑا افسر
 بن گیا جب نادر مر گیا۔ تو خود غزنین اور قندھار پر مسلط ہو گیا۔ اور وہاں اپنے نام کا سکہ اور خطبہ جاری
 کرایا۔ نادر شاہ کے زمانے سے ناصر خان صوبہ دار کا بل تھا۔ احمد خان ابدالی نے بھی اس کو بدستور اپنے
 عہدے پر قائم رکھا۔ مگر پانچ سو اور دہائی اس کے ساتھ گئے۔ تاکہ پانچ لاکھ روپیہ جس کے دینے کا اس نے
 وعدہ کیا تھا۔ ابھی پہنچ دے۔ ناصر خان کا بل پہنچ کر وعدے سے پھر گیا۔ احمد شاہ نے اس پر لشکر کشی کی
 وہ بھاگ کر پشاور پہنچا جب احمد شاہ اس طرح سرحد پر آیا تو اس نے سرحد و پنجاب کا برا حال
 دیکھا۔ اس پر وہ لاہور کی طرف بڑھا۔ جب احمد شاہ کو خبر ہوئی۔ تو اس نے دلی سے ایک فوج تیار
 روانہ کی۔ احمد شاہ لاہور پہنچا بعض ہو کر تلخ کے کنارے پہنچا۔ اس کے پاس بارہ ہزار سے زیادہ فوج
 نہ تھی۔ کیونکہ وہ فوج کی کثرت کی بجائے اس کی طاقت و قوت پر زیادہ اعتماد رکھتا تھا۔ ۱۱۵۳ھ ربیع الاول
 ۱۱۵۱ھ کو اس نے سرحد پر قبضہ کر لیا۔ اور اگلے بڑے مستلج کے کنارے ۱۵ ربیع الاول سے ۲۸ ربیع
 الاول تک دونوں فوجوں میں سخت جنگ ہوئی۔ اسی دن میں جاوید خواجہ مرنے جو بادشاہ کے منہ بہت
 چڑھا ہوا تھا۔ شاہ درانی کو صلح کا پیغام دیا۔ بادشاہ احمد شاہ نادر گردی دیکھے ہوئے تھے۔ اس نے ملتان

۱۱۱) امام عبدالعزیز کے زمانے میں کلکتہ سے دہلی تک انگریزوں کا مغنوی تسلط ہو گیا تھا۔ مگر میں مرہٹے اور پنجاب میں سکھ، دہلی کی سلطنت مسلمانوں سے چھیننا چاہتے تھے۔ ان کے مقابلے میں لکھنؤ، حیدر آباد، پھر میسور کی مسلم حکومتیں تھیں۔ جو سلطان دہلی کا احترام رکھتی تھیں۔

(بقیہ صفحہ ۸۹) اور لاہور، ہردو صوبے سے کر صلح کر لی۔ اور غنیمت جانا کہ بلاٹھی۔ احمد شاہ یہ ہردو صوبے میں الملک پسر قمر الدین خاں کو دے کر واپس چلا گیا۔ پھر الہ استبرک اللہ کو دوبارہ دہلی آیا۔ اور دہلی کو اس طرح لوٹا۔ کہ ناگر گردی کو بھی مات کر دیا۔ وہ خود تونادری کی طرح ستاک و بیرحم نہ تھا۔ مگر اس کی سپاہ ناوری سپاہ کی نسبت زیادہ اُبلد تھی۔ لوٹ کا کام دوبارہ تک جاری رہا۔ بعد ازاں سلطنت کے حصے اپنی مرضی سے کر کے امراء میں تقسیم کئے اور شوال ۱۱۷۱ھ کو واپس گیا۔ جو تاریخ ذکار اللہ۔

۱۱۲) شاہ عالم ثانی دستوفی مستملہ یکسر کی لڑائی میں (جو ۲۲ اکتوبر ۱۱۷۲ھ کو ہوئی) کچھ نہیں ہوا۔ لڑائی کے بعد دوسرے دن شام کو وہ خود انگریزی لشکر میں چلا گیا۔ اور انگریزوں سے یہ عہدہ بیان کیا کہ شروع سال ۱۱۷۳ھ سے جنگال۔ بہار، آفریہ تیزی صوبوں کی دیوانی بلا شرکت غیرے کمپنی بہاد کو دی گئی۔ اور خراج دیوانی جواب تک لیا جاتا تھا۔ معاف کیا گیا۔ اور پچیس لاکھ روپیہ جو پہلے نواب دیتا تھا اس کا ادکار کمپنی کے ذمہ کیا گیا، اور سرکار بنارس و غازی پور بطور جاگیر کے سرکار کمپنی کو دی گئی۔ صوبہ الہ آباد بادشاہ کے پاس رہا۔ انگریزوں نے بادشاہ کی سالانہ کچھ نقدی بھی مقرر کر دی۔ اور نواب جنگال صوبہ دار رہا۔ اور کمپنی نظامت اور مال کے کاموں میں اس کی شریک رہی۔ نواب کی نظامت کا خراج اٹھانا اور بادشاہ کا نذرانہ ادا کرنا کمپنی کا کام تھا۔ اس طرح بادشاہ الہ آباد میں انگریزوں کا ایک پیش دار ہو گیا۔ اب تیموری خاندان کے بادشاہ کے پاس صرف صوبہ الہ آباد تھا۔ اور آمدنی میں وہ روپیہ تھا۔ جو انگریز اس کو دیتے تھے۔ جو تاریخ ذکار اللہ ۱۱۷۳ھ۔

۱۵) امام عبدالعزیز نے سب سے پہلے فتویٰ دیا کہ ہندوستان کے جس قدر حصے غیر مسلم طاقت کے قبضے میں جا چکے ہیں، اُن قطعات میں اگرچہ برائے نام سلطان دہلی کا دہلی

بقیہ مقرر ہے ۱۶۲۲ء کے دوران میں سکھوں نے پنجاب میں بہت زیادہ اودھم مچایا۔ اور دہلی پر آنت لگانے کا ارادہ کیا۔ مگر اس وقت پھر شاہ ابدالی نے نجیب الدولہ کی امداد کی۔ سکھوں نے سارے ملک میں غارتگری کا کیا تھا۔ اپریل ۱۷۶۱ء میں وہ لاہور آیا۔ سکھ بھاگ کر پہاڑوں میں چلے گئے۔ آٹا جاٹ نے سر ہند میں دو لاکھ فوج جمع کر رکھی تھی۔ شاہ ابدالی نے تو شے کوس دو روز میں مٹ کر کے اُس پر حملہ کیا۔ اور شکست دی جس میں سکھوں کے میں ہزار آدمی قتل ہوئے۔ اس کے بعد وہ کبھی ہندوستان نہیں آیا۔ تاریخ ذکا راشد ص ۲۱۸

حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب کے اشعار ذیل میں درج آپ نے اپنے چچا شاہ اہل اللہ کے نام لکھ کر روانہ کئے (سکھوں کے پیدا کردہ اضطراب کا صحیح نقشہ پیش کرتے ہیں)۔

جَزَى اللّٰهُ عَنَّا قَوْمَ سَكْهٍ وَمُكْهٍ عَفْوِيَّةً شَيْدَ عَاجِلًا غَيْرَ اُجِبِ
وَقَدْ اَوْجَعُوا فِي اَهْلِ شَاهٍ وَجَابِلِ لَمْ كُلَّ عَاجِرٍ نَهْبَةً فَيَ بِلَادِنَا يَحْضُونُ فِينَا بِالْفُتَى وَالْاَصَائِلِ

تَهْلُ هُمْنَا مِنْ مَعَاذِ لَعَائِنِ؟
وَهَلْ مِنْ مَعِيَّةٍ بَقِيَ اللّٰهُ عَادِلِ

ایک دوسرے خط میں لکھتے ہیں۔

اَيَّامٌ رَّجِدَتْ اَنْتَ فَالْقَلْبُ مُتَجِدِّعٌ مِنْ قَوْرِ سَكْهٍ وَاَنْ الْخَوْفُ مَعْقُولُ
اَنْفَاقُ اللّٰهِ عَنْ هِدَايَةِ الدِّيَارِ فَهُمْ شَرُّ الْاَعَادِي وَجِهٍ مِنْ جَنَّةِ عَوَالٍ
فَوَصَّيْتُ اَمْرِي وَاَمْرَ النَّاسِ كُلِّهِمْ اِلَى الْاَيْلِ وَاِنَّ الْيَحْفَظُ مَا مَوْلَا

نامہ جانا، ہو تو یہی وہ سب کا سب دار الحرب ہیں

دار الحرب کا فتویٰ | اس فتویٰ کی تفصیل کے لئے جو فتاویٰ عزیز پر جلد اول طبع مختبائی

دہلی ص ۱۷۸ میں موجود ہے وہاں ملاحظہ ہو ۱۲ نورالحق - ۱۸ نومبر ۱۹۱۷ء

دعا ملکہ، واضح ہے کہ دح، غیر کا تعلق براہ راست اس عبارت سے ہے جس کی نص یہ ہے۔ امام عبد العزیز حقیقت میں وہ پہلے نام ہیں جنہوں نے آئمہ اور غیر الف، ب، ج میں ہندوستان کی سیاسی کیفیت کا تذکرہ ہے کہ سلطان دہلی کی حکومت محض برائے نام تھی۔ اس پر امام عبد العزیز حکم دیتے ہیں کہ یہ برائے نام حکومت ملک کو دارالاسلام نہیں بنا سکتی۔ مسلمانوں کی یہاں زبردست قوتیں موجود ہیں، ان کا فرض ہے یا تو ہجرت کر جائیں۔ یا دشمن سے لڑ کر اپنی اور اسلامی حکومت بنائیں۔ ہر وہ شخص جو دارالحرب میں رہتا ہو یہ اس کا مذہبی فرض ہے۔

ہم نے یہاں مقالہ مذکورہ میں: ہجرت کا ذکر قصداً چھوڑ دیا ہے۔ اس لئے کہ ہندوستانی مسلمان ہندوستان چھوڑ ہی نہیں سکتا۔ یہاں کی اکثر آبادی ہندو سے مسلمان ہوئی ہے۔ ان کے شہر اور ذات ذلیلک باہر سے آئے۔ اور چربادشاہوں نے یہاں ایسے خاندان جو حکومت کرتے رہے چھوڑے۔ مگر ایسی حالت میں کہ اب ان کے پاس حکومت نہیں رہی۔ یہ تینوں داستانہ مرشد خاندان مثلاً ہی، فرقے ایسے ہیں جو ہندو سے مسلمان نہیں ہوئے۔ حکمران کو اپنا ملک چھوڑے اتنا زمانہ گزور چکا ہے کہ انہیں وطن میں کوئی شخص نہیں پہچانتا۔ ایک سید اگر کہہ مصلحہ میں جا کے تو عام ہندوستانی کی طرح سمجھا جائے گا۔ یہی حال افغانوں کا افغانستان میں اور ترکوں کا ترکستان میں ہے۔ پہلے سائنسے نہایت شریف افغان خاندان سے تعلق رکھنے والے تعلیم یافتہ فوجوان ہندوستان کی کابل میں آئے۔ تاکہ اپنی قومی حکومت کی ترقی میں مدد دیں۔ مگر وہ عام ہندوستانیوں سے نہ پادہ ذلیل ہو کر واپس گئے۔ لہذا ہم نہیں مانتے کہ کوئی ہندوستانی ہندوستان سے ہجرت کرنے کی استعداد رکھتا ہے۔ اس لئے ان کو فرض یہی ہوگا۔ کہ دارالحرب میں رہ کر اس کو دارالاسلام بنانے کی سعی کریں۔ یہ کام آسان نہیں

اس کا مطلب یہ ہے کہ نظام حکومت جب متغلب طاقت کا مقابلہ کرنے سے عاجز ہو تو یہ فرض ملت پر عائد ہوتا ہے۔ ملت کا اس سے تغافل برتنا اور تقاضا کرنا حرام ہے۔ بلکہ ہر فرد پر واجب ہے کہ وہ اس غلبے کو ختم کرنے میں اپنی پوری طاقت صرف کرنے کا ارادہ کرے۔ پھر جیسے حالات پیش آتے رہیں اسی لحاظ سے اپنا اجتماعی نظام قائم کرتا ہے۔

امام ولی اللہ نے تو دہلی کے اعلیٰ طبقے کو اپنے علوم سے تعارف کرایا تھا۔ مگر امام عبدالعزیز نے قوم کے متوسط طبقے کو بیدار کر کے عوام کو اس حقیقت سے آشنا کر دیا یہی قومی حکومت کی تائیس ہے بفضلہ تعالیٰ امام عبدالعزیز اپنے مشن میں کامیاب ہو جس سے وہ مساجد الہند کھلائے۔

البقیہ صفحہ ۹۲ اس کے لئے اسنادوں کی ضرورت ہے۔ اور امام عبدالعزیز نے ایک سلسلہ اساتذہ کا تیار کر دیا ہے۔ تاکہ وہ ہر سمجھ دار آدمی کو قابل اطمینان طریق سے راستہ بتا سکیں۔

مسلمانوں کی مخالفت سیاسی طاقتوں نے عوام کو امام عبدالعزیز کی تعلیم و تربیت یافتہ جماعت سے بدگمان کرنے کے لئے مسلسل کوشش کی ہیں۔ اور جو ان کے دام میں نہیں گیا، وہ اس ہدایت کے سرچشمے سے سیراب نہیں ہو سکا۔ مولانا غلام فیض محمد ۱۲ محمد نور الحق پورہ شام ۲۔ نومبر ۱۹۷۱ء

لے عوام اور ظاہر بین خواص امام عبدالعزیز کے کام کی حقیقت نہیں سمجھ سکے۔ وہ انقلاب کے معنی، انقلاب کا پر درگرم، اس کے ابتدائی مذاہن جانتے ہی نہیں ہیں۔ امام عبدالعزیز امام ولی اللہ کے علوم کے مخزن ہیں۔ امام ولی اللہ نے ہنر و فن، انقلاب کی برہنہ میں اس ایسا کر کے سکے میں

جملہ معترضہ | اسلام کی تاریخ میں ایک واقعہ گزر چکا ہے جسے تاریخ نے امام عبدالعزیز کے زمانہ میں ہر آیا ہے۔

(بقیہ صفحہ ۹۳) بیٹھ کر لکھا ہے جس کو وہ خود یاد کرنا چاہتے ہیں۔ یہ کام آسان نہیں ہے۔ حجۃ اللہ کا فقط ایک فقرہ ”وما تراك من ملوک بلادك یغنیہ عن حکما یا قہمرا“ ہمارا مدعا ثابت کرنے کے لئے کافی ہے۔ امام عبدالعزیز اس باپ کا بیٹا ہے۔ وہ برٹش حکومت کا قبضہ تسلیم کرتا ہے اور اس کو راضی رکھ کر اپنے انقلاب کے لئے سارے ہندوستان میں بارود بچھا دیتا ہے۔ پہلی بار اس پتھر کا کامیاب نہ ہونا، اُن لوگوں کے لئے اُس کی قیمت گھٹا دیتا ہے۔ جو انقلاب کے مدافع کو جو طبعی طور پر پیش آتے ہیں نہیں سمجھتے۔

ہماری ملک میں جو قومی تحریک ہندوستانی حکومت بنانے کی جاری ہے۔ اُس کے وہ ماخذ ہیں۔ ایک برٹش نیشنل تحریکات سے فکر لینا۔ دوسرا ہندوستانی قومیتوں کو اپنے پاؤں پر کھڑا کرنے کے لئے اُن کی ذہنیت کو بیدار کرنا۔ پہلا فکر اجنبی ہے۔ ہندوستانی جمہوریت سے اُس کو کبھی قبول نہیں کر سکتے۔ دوسرے فکر کی علمبرداری فقط امام عبدالعزیز کے طریقے کے اتباع کے ماتھے میں ہے۔ کوئی شخص ہندوستان میں قومی حکومت قائم نہیں کر سکتا جب تک امام عبدالعزیز کا اتباع اپنے لئے لازم قرار نہ دے۔ دنیا کے عمومی انقلاب کی تاثیر سے ہم اس پر راضی ہو گئے کہ امام عبدالعزیز کی قومی حکومت کی صورت یورپین ہو۔ اب یہاں ہندوستان میں ہندوستان کی دو ہزار سال پہلے کی قومیت کو زندہ کرنا ناممکنات سے ہے۔ امام عبدالعزیز کے اتباع پر جن لوگوں کو جمع ہو جانا چاہئے۔ اُن کی پریشان دماغی نے دنیا سے اس حقیقت کو مخفی کر دیا ہے۔ مگر ہمارا نوجوان بیدار ہونے کے بعد سالہا سال کا کام چند دنوں میں پورا کر دے گا۔

جب شام کی عربی حکومت پر عراقی غائب آجیہ تھے اس زمانے میں امام ابوحنیفہ نے فراسٹ خدا داد سے متاثر ہو کر عراقی فقہ کی تنظیم عقلیت کے اعلیٰ اصول پر مکمل کر دی۔ یہ تنظیم اگر اُسی حالت میں رہتی جو امام ابوحنیفہ کی ذہنیت کا نتیجہ تھی۔ تو اعلیٰ عقلمندوں کے سوا کوئی نہ سمجھ سکتا۔ اور جیسے بہت سے ائمہ کے مذاہب مندرس ہو گئے۔ یہ فیقہ بھی فروغ نہ پاتی۔ مگر اللہ تعالیٰ کی رحمت نے عجمی ذہنیتوں کی آسانی کے لئے فقہ حنفی کی ترویج کے سامان پیدا کر دیے۔ امام ابو یوسف جو امام ابوحنیفہ کے شاگردوں میں عربی نسل کے ذکی الفطرت استاد تھے۔ امام محمد کو اپنا رفیق بنایا اور اپنے استاد کی فقہ کو متوسط طبقے تک پہنچانے کا کام پورا کر دیا۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ آج تک امام ابوحنیفہ کا مذہب دنیا میں قائم ہے۔

لے عراقی و حقیقت ایرانی نومسلوں کی اکثریت کا دوسرا نام ہے۔
 لے عراقی فقہ وہ ہے جسے عراق کے عرب ائمہ، صحابہ اور تابعین مرتب کر چکے تھے۔
 امام ابوحنیفہ انقلابی سیاست کے مالک تھے۔ فقہ کو ایسے طریقے پر مرتب کرنا چاہتے تھے کہ ایرانی ذہنیت اُسے آسانی سے قبول کر سکے۔ کتاب و سنت سے استنباط عرب کی ذہنیت کے لئے بہت مناسب ہے۔ وہ قرآن عظیم بچپن سے سمجھتے ہیں۔ احادیث اور آثار کے متعلق بھی ان علماء کو فخر الحمد علم ہوتا ہے۔ ان کے نزدیک اکثر مسائل کتاب و سنت سے آسانی مستنبط ہو سکتے ہیں بعض دقیق مسائل میں وہ کسی امام کی تقلید پیدا کر لیتے

دہفقہ صفحہ ۷۹ ہیں۔ اسی سے وہ شافعی یا مالکی کہلاتے رہے۔ مگر جب خلافت کا نظام ایرانیوں کے ہاتھ آگیا۔ اُن کی ذہنیت اس طرز تفقہ کی معتاد نہیں تھی۔ وہ ہر چیز کو ایک عقلی اصول کے اندر حل کرنا ضروری جانتے ہیں۔

پیشہ حام طور پر یہ لوگ امام ابو حنیفہ کی فقہ پر ایک اعتراض وارد کیا کرتے ہیں کہ اس میں حام اہل سنت سے نفرو اختیار کیا گیا ہے۔ اور یہ امام ابو حنیفہ کی ذہنی تاثیر کا نتیجہ ہے۔ ہم نے جب کتاب الآثار امام محمد رحمہ اللہ کو ہمیں اس شبہ پر پہنچی آئی۔ ہر ایسا قول جس میں امام ابو حنیفہ حام اہل علم سے متغیر سمجھے گئے اور اس کو شاذ قرار دیا گیا۔ وہ قوال سب کے سب ابراہیم نخعی سے منقول پائے۔ ابراہیم نخعی عبداللہ بن مسعود کے شاگردوں میں ایک مسلم امام ہیں۔ سفیان بن سید ثوری بھی انہی کے طریقے کے ایک عالم ہیں۔ آگے چل کر امام بخاری کا ابراہیم نخعی سے خصوصی اقتساب ہے۔ البخاری اسحاق سے۔ وہ عبداللہ بن مبارک سے۔ وہ سفیان ثوری سے۔ وہ قتادہ ابراہیم نخعی سے۔ وہ منصور احمر حماد حکم ہیں۔ وداوئل المذکر سفیان کے مدرس ہیں۔ اور وداوئل ذکر فقہ میں اُن کے اساتذہ ہیں۔ امام ابو حنیفہ کا یہ خصوصی کمال ہے کہ وہ ابراہیم کی فقہ کو معقول بنادیتے ہیں۔ اور اُس میں سے آئندہ ضرورت کے مطابق مسائل استنباط کرنے کیلئے قواعد وضع کرتے ہیں۔ مگر وہ یہ کام نہ کرتے تو ایرانی فقہاء اور متکلمین خلافت کبھی اسلامی فقہ کو مچلا دیتے۔ امام ابو حنیفہ کا یہ ایسا احسان ہے جس کی امت اسلامیہ ہمیشہ ممنون رہے گی۔

مگر اس کے ساتھ اُن کی انقلابی سیاست اس فقہ کو کامیاب ہونے میں دیتی تھی۔ حام اہل علم ان کا نام سن کر ہانکتے ہیں۔ کہ کہیں ہم بھی حکومت کے عتاب میں نہ آجائیں۔ امام ابو حنیفہ نے اس مشکل کو حل کر دیا۔ یہ عباسی خلافت کے ساتھ ہو گئے اور امام صاحب کے مسلک یعنی حلیوں کی تائید۔۔۔۔۔ سے دست کش ہو گئے۔ اس طرح عباسی خلافت کو چلانے کو لئے جس قدر قانون کی ضرورت تھی انہوں نے امام ابو حنیفہ کی فقہ سے مدد لے کر اُسے منظم کر دیا۔

فقہ صفحہ ۹۶، الف، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانے تک فقہاء کا مرجع خلیفہ راشد رہا۔ فقہاء اپنے اجتہاد پر عمل کرتے اور ان کا اختلاف مصر شکل میں ظاہر نہ ہوتا تھا۔ اسلئے کہ ان کے عمل کے لئے زمینیں مختلف تھیں۔ مثلاً ایک فقہ نے مغرب میں ایک طرح کا حکم دیا۔ دوسرے نے مشرق میں اس کے خلاف کہا۔ لوگوں کو یہ علم ہی نہ ہو سکا کہ یہ دو فقہ مختلف رائے رکھتے ہیں۔ اس لئے کوئی وقت پیدا نہیں ہوتی تھی۔ البتہ حجاز میں یا مدینہ منورہ میں (بہ نثران خلیفہ راشد) اگر فقہاء کا اختلاف ظاہر ہوتا تو خلیفہ راشد کا حکم اس کا فیصلہ کر دیتا۔ اس سے وہ اختلاف بھی ضرر کے درجے تک پہنچ نہیں سکتا تھا۔

دب، اس کے بعد بنی امیہ کے دور میں ساری توجہ فتوحات اسلامیہ پر مرکوز رہی۔ اور فقہاء کا طریقہ عمل ویسا ہی رہا۔ جیسے خلافت راشدہ میں تھا۔ یعنی غلبت ممالک میں اگر کوئی اختلاف تھا۔ تو اس سے کوئی تعرض نہ کیا جاتا تھا۔ اُدھر صحابہ کے گورنر کو اپنے لئے قاضی مقرر کرنے کا اختیار حاصل تھا۔

جب کبھی مرکز خلافت میں نزاع پیدا ہوتا۔ تو بنی امیہ کا خلیفہ اتنا علم نگہتا تھا۔ کہ وہ فقہاء کے غلط اقوال سن کر ایک قول کو ترجیح دے سکے۔ ہم نے خلیفہ ہشام بن عبد الملک کے بعض فتاویٰ ایسے دیکھے۔ کہ آج تک فقہاء ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ اور اگر خلیفہ ترجیح سے عاجز آ جاتا۔ تو فقہاء مدینہ کا فیصلہ دریافت کر لیتا۔ (واضح ہے کہ بنی امیہ نے علمی مرکز دمشق میں منتقل نہیں کیا تھا۔ عباسیوں نے سیاسی مرکز کو بغداد کو بنایا تو علمی مرکز بھی وہیں منتقل کر لیا۔ اسی لئے ان کے خلیفہ نے امام مالک سے کہا کہ موطا کی تعلیم مجھے مدینہ کے بغداد میں آ کر دیجیے۔ مگر امام مالک مرکز کو چھوڑنے پر کب تیار ہو سکتے تھے؟ انہوں نے صاف انکار کر دیا۔ نور الحق،)

ج، عباسی دور میں نئی چیز پیدا ہوتی ہے۔ مدینہ منورہ کے بجائے بغداد علمی مرکز بنتا ہے۔ اور خلیفہ میں اتنی علمیت نہیں کہ وہ ترجیح دینے کی استعداد رکھتا ہو۔ جیسے بنی امیہ کے خلفاء میں تھی۔ تمام خلافت کے اطراف بعیدہ سے مختلف فتاویٰ مرکز میں جمع ہونے لگے۔ اس لئے کہ اب حکمران طاقتور بن گئے۔ وہ کسی فقہ کے فتویٰ کو نہ سمجھ سکتی ہے۔ نہ ترجیح دے سکتی ہے۔ دوسروں کے گورنروں کے اختیار

واقعہ صفحہ ۹۷۷ منقول ہیں۔ اس لئے ہر اختلاف کو وہ بھی مرکز کی طرف منتقل کر دیتے ہیں۔

ان حالات میں خلیفہ کا ذوق ایک زبردست عالم ہونا ضروری ہے۔ جو اس ایزانیت کے تمام جھگڑوں سے اُس کو نجات دلا سکے۔ اس کے لئے پہلے پہل خلیفہ منصور نے سعی کی کہ اہل مدینہ اُس کے طرف دار بنیں۔ مگر اُن کا توافقی نہیں ہو سکا۔ منصور محتاج ہوا کہ اہل عراق کے فقہاء سے استدعا کرے وہ امام ابو حنیفہ کو اس کا اہل سمجھتا تھا مگر حنفیہ کے سیاسی اختلافات کے باعث وہ اُن سے استفادہ نہ کر سکا۔ امام ابو یوسف نے یہ بہت دکھائی اور تمام ممالک خلافت کی قضا کو منظم کر دیا جس سے آپ کا لقب قاضی قضاۃ العالم ہوا۔ تاج التوہام ابن قطلوبغا، نورالحق، عدالتوں میں مراتب قائم کر کے خلافت کو اپیل کی آخری عدالت بنا دیا۔ اس کے لئے ضروری تھا کہ تمام قلمروں میں ایک ہی قانون نافذ ہو۔ امام ابو یوسف نے امام ابو حنیفہ کی فقہ پر غور کر کے ایک قابل عمل نظام نامہ مرتب کر لیا۔ اور امام محمد بن حسن شیبانی کو اسی کی تعلیم کے لئے مخصوص کر دیا۔ اب جو قاضی امام محمد کے ہاں سے پڑھ کر نکلے گا۔ فقط وہی کسی مملکت میں قاضی بنایا جائے گا۔ چھوٹے قاضی وہ اپنے تلامذہ سے منتخب کر کے مقرر کر لے گا۔ اس طرح ان دو بزرگوں د ابو یوسف و محمد کے اتفاق سے تمام ممالک خلافت ایک قانون کے پابند ہو گئے۔

یہ خلافت جب سید کا سب سے قابلِ فخر زمانہ ہے۔ اس میں امام ابو حنیفہ کا کمال جس قدر مانا جانے گا۔ اس کے ساتھ امام ابو یوسف اور امام محمد بھی فراموش نہیں کئے جاسکتے دیہے فقر حنفی اور ائمہ غنویہ کی حقیقت؟ مع اوقاف تعصیبیہ۔ وللتفصیل موضع آخر۔ ولنعلم ما قبل ۷

وستان جہد گل را از نظیری بشنوید
عذریب آشفته تر گفته است این افسانہ را
نورالحق،

ہماری سمجھ میں جو کام امام ابو یوسف اور محمد ہر دو نے کیا۔ شاہ ولی اللہ کی فقہ تصوف اور حدیث کو رواج دینے میں اکیلے امام عبدالعزیز نے کیا۔ یہ صحیح ہے کہ اُن کے دو بھائی شیخ رفیع الدین اور عبدالقادر اُن کے معاون تھے۔ مگر فیصلہ کن رائے فقط شاہ عبدالعزیز کی ہوتی تھی۔ ان کی اس

(بقیہ صفحہ ۹۸) اطاعت نے ہندوستان کو شہنشاہ عالمگیر کے بعد پھر ایک دفعہ ایک قانون دفعہ صنفی عزیزی، کا پابند بنادیا۔ اب آپ ہندوستان میں کوئی عالم صنفی نہیں پائیں گے جس پر شاہ عبدالعزیز کا احسان نہ ہو۔ مارتی اور باغی ہر اجتماع میں پیدا ہوتے رہے ہیں۔ اُن کی وجہ سے کوئی اجتماعی قوت بدنام نہیں ہو سکتی۔ محمد نورالحق العلوی۔

۱۔ اہل اہرام میں کسی تحریک کو محفوظ کرنے کا یہ اساس ہے جو چیز متوسط طبقہ میں آجائے وہ فنا نہیں ہو سکتی۔ اہل طبقہ اس کی تقلید کر لیتا ہے۔ اور اعلیٰ طبقہ جو کچھ کہتا ہے۔ اُس کی عملی صورت بھی ہوتی ہے جو متوسط طبقہ میں ہے۔ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ میں اس کو رسوم سے تعبیر کرتے ہیں ایک حقیقت اور حکمت کو جب تک رسم نہ بنایا جائے۔ وہ انسانیت کے لئے مفید نہیں ہو سکتی! امام ولی اللہ تمام شرائع الہیہ کے اندر رسوم کو مرکب ملتے ہیں۔ قرآن عظیم نے اس کو معروف کے لفظ سے تعبیر کیا ہے۔

ہمدی قوم کے ذکی الفطرۃ مختلفہ اعلیٰ علوم فوز لے لیتے ہیں۔ مگر اُن کو متوسط طبقے تک پہنچانا ضروری نہیں سمجھتے کیونکہ انہوں نے حکمت عملی کسی استاد سے نہیں سیکھی۔ اُن کی ساری محنتیں خود اُن کی اپنی ذات تک محدود ہوتی ہیں جتنی کہ اُن کی اولاد بھی اُن کے مشرب کی تائید نہیں کرتی۔ امام ولی اللہ امام ربانی کے بعد ایک عظیم انسان مجدد ہیں۔ انہوں نے اپنے اتباع میں عمل کرنے والے افراد کا بہت بڑا مجموعہ تیار کر دیا ہے۔ وہ متوسط طبقے تک اپنے علوم کو پہنچانا ضروری سمجھتے ہیں۔ ہمارے اہل حدیث بھائی شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے دقیق مسائل سے حظ اٹھاتے ہیں۔ مگر یہ نہیں دیکھتے کہ آیا یہ لطیف علوم ہندوستان کا متوسط طبقہ برآسانی قبول کر سکتا ہے؟ اس کے لئے عربی ذہنیت حموزن ہے۔ انہوں نے بڑی بڑی محنتوں سے چھوٹی چھوٹی مسجدیں بنائی ہیں۔ اور اس خیال سے اپنی طبیعت کو رستہ سے لیتے ہیں۔ کہ زمانہ قیامت کے قریب آگیا ہے۔ اس لئے ہماری تقرکیں کامیاب نہیں ہوتیں۔ اُن کے لئے شاہ ولی اللہ کی حکمت کا مطالعہ ضروری ہے۔ اس کے بعد وہ ہندوستان کے مسلمانوں کی متوسط طاقت کو جو صنفی مذہب رکھتی ہے۔ پریشان کرنا خود بخود چھوڑ دینگے۔ یہ امام عبدالعزیز کی طے شدہ مصلحت ہے جس پر اُنکے اتباع جب تک کام کرتے ہیں کامیاب رہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی غیر متناہی رحمت کا دروازہ ہندوستانی مسلمانوں کیلئے کھول دیا۔ اور امام ابو یوسف کے واقعے سے ملتا جلتا ایک واقعہ دہلی کی تاریخ میں درج کیا۔ اگر امام عبد العزیز اپنے والد ماجد امام ولی اللہ کی حکمت، اور ان کی فقہ و تصوف و فلسفہ اور سیاست کے مخصوص طریقے، متوسط طبقے تک نہ پہنچاتے۔ تو آج امام ولی اللہ کو صحیح طور پر پہچاننے والا مشکل سے دستیاب ہو سکتا۔ اس طرح ہندوستانی مسلمان اس نعمت سے (جو تمام انسانیت کے لئے ابر رحمت ہے)، محروم ہو جاتا۔

امام عبد العزیز نے سب سے پہلے امام ولی اللہ کے علوم کو علماء زمانہ کے اذہان تک پہنچانے کے لئے سلسلہ تصانیف شروع کیا۔

الف: امام ولی اللہ کی تفسیر فتح الرحمن کو سمجھانے کے لئے فتح العزیز، لکھی۔ تفسیر غزیری ہر ایک عالم بہ آسانی سمجھ سکتا ہے۔ مگر یہ لوگ اس کو فتح الرحمن کے غوامض حل کرنے کا ذریعہ نہیں بناتے۔ اس لئے "الفوز الکبیر" کے اصول قرآن وانی مفقود ہو رہی ہے۔ مثلاً مقطعات کی جو تفسیر شاہ ولی اللہ لکھتے ہیں اس کا سمجھنا بہت مشکل ہے۔ اور فتح العزیز میں "الحر" کی تفسیر پڑھنے کے بعد وہ چیز آسان ہو جاتی ہے۔ فتح العزیز میں عوام کی طبیعت کو جذب کرنے کے

لئے اُن کے مسلمات کے انبار لگے ہوئے ہیں۔ اُس میں بعض چیزیں حدیث کے
فن تنقید کی رُو سے غیر ثابت بھی آجاتی ہیں۔ کیونکہ یہاں اُن کا مطلب تنقید سمجھا جاتا نہیں
بلکہ اپنے والد کی حکمت کو عوام تک پہنچانا ہے۔ پس وہ حدیث غیر ثابت کو
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل بنا کر پیش نہیں کرتے۔ بلکہ اس جہت سے پیش
کرتے ہیں کہ وہ اُن کے مخاطبین کا مسئلہ امر ہے۔

(ب) "اذالة الخفاء" کا مقدمہ تحفہ اثنا عشریہ لکھا بشیخ نے پہلے
قرآن عظیم کی معرفت کو امام ہمدی کی آمد سے معلق بنایا۔ اُس کے بعد امام ہمدی
کی آمد پر تو تہمت کے پر مے ڈال دئے اس طرح اُن کی دعوت مسلمانوں کو
قرآن عظیم کی برکات عامہ سے محروم کرنے کا ایک فریعوں بن گئی۔

لہ روی الخطیب بسند عن ابی ذرعة الرازی۔ قال اذا رايت الرجل
ينقص احدا من اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم فاعلم انه زنديق
وذلك ان الرسول حق والقرآن حق وما جاء به حق. وانما اوى ذلك الدنيا كله
الصحابة. وهؤلاء يريدون ان يجرحوا شهودنا ليدخلوا الكتاب والسنة. والجرح
بهم اولى وهم زنادقة من الكتاب للخطيب. واصابة من. ولما جاء عند الرشيد
شاكرا من الزنادقة. واداد ان يضرب عنقه. قال اخبرني لم تعلمون اول ما فعلوا
المعلم منكم الرخص والقدر. قال اما قولنا بالرخص فاننا نريد السطو على النافلة فاذا
بطلت النافلة او شك ان نبطل المنقول وخطيب بعد اد مشہ امام فضل اللہ

ایرانی حکومت کی مسلسل کوشش سے فرقہ اثناعشریہ نے امام عبد العزیز کے زمانہ میں شمالی ہند میں بھی اپنا مرکز بنالیا تھا۔ اُن کے مسموم پروپیگنڈے سے متوسط اذعان کو بچانے کے تحفہ اثناعشریہ لکھا گیا ہے۔ علماء زمانہ تحفہ اثناعشریہ کو فرے لے کر پڑھتے رہے لیکن اُسے ازالۃ الخفا سمجھنے کا واسطہ نہیں بنا سکے چنانچہ جس مقصد کے لئے یہ کتاب لکھی گئی تھی۔ وہ پورا نہیں ہوا۔

بقیہ صفحہ ۱۰۱، تورپشتی حنفی دمعہ امر سعدی (لہ قرعہ فی طبقات السبکی)، کتاب المعتقدات باب سوم فصل چہارم میں لکھتے ہیں: در خلافت ابو بکر سن گفتند چہ اُن مضمنی میشود بطعن در جملہ صحابہ بطعن در ایشان مضمنی میشود بطعن در دین۔ زیرا کہ قرآن و احادیث و احکامیکہ ازاں مستفاد است از صحابہ بیا رسیدہ است۔ وہیں حال ایشان براں و با حقا و کنند۔ کہ مبتدعہاں میگویند۔ بر نقل ایشان اعتبار نماند پس شریعت ثابت نشود۔ در خطبہ و واجہ الیہ و اقیات و انجواہو للشفعہ اوی ۲۲۶

ہندوستان میں شیعہ مرکز | سلطان محمود نے ۱۰۳۰ء میں ہندوستان پر حملہ کیا، اور پشاور کے قریب مقام ہنڈ پر جیبال والہ لہ لاجور کی فوج کو شکست دی۔ نواح ہند میں سلطان سے پہلے قرامطہ نے اپنی سلطنت قائم کر رکھی تھی۔ ہند کا مشہور عظیم شیعہ مندوب جسے شیخ الاسلام محمد بن اسماعیل نے بعض اس لئے نہ چھوڑا تھا کو دمعہ الابد کا گناہس النصاری و الیہود و بیوت الذین ان اللجوس قرامطہ نے اس کو مہار کر کے وہاں اپنا گورنمنٹ ہاؤس تعمیر کر لیا تھا۔ سلطان نے قرامطہ کو شکست دے کر اس عمارت کو مسجد کی صورت میں تبدیل کر دیا۔

دب، جب بغیر ہندان کا بانی ہمایوں اپنے لڑکے اکبر کے ساتھ ہندوستان سے فرار ہوا۔ تو خود سیہ رھا شاہ اسماعیل صفوی کے پاس ایران پہنچا۔ ایرانی حکومت سے ایک باقاعدہ معاہدہ کرنے کے بعد فوجی امداد سے سکا۔ اور کامیاب ہوا۔ وہ معاہدہ کیا تھا اس کی تفصیل حسب ذیل ہے:-

بقیہ صفحہ ۱۰۲ پر آئے نزدیک ہندوستان مستقل خلافت کا مستحق ہے۔ اکبر نے اپنی خلافت کا دعویٰ کیا۔ اس لئے کہ ہمایوں ایران کی تابعداری کا وعدہ کر آیا تھا۔ تو اکبر کو ملکی حکومت پیدا کر کے استقلال کے دعویٰ کی ضرورت ہوئی۔ اس نے ہندوستان کو ساتھ ملا لیا۔ تاکہ ملکی حکومت پیدا ہو۔ اور ایرانی حکومت سے کہا جاسکے۔ کہ جس حکومت نے تابعداری کا وعدہ کیا تھا وہ نہیں رہی۔ اس کے بجائے ایک نئی قومی ملکی حکومت قائم ہے۔ جسے معاہدہ معلوم سے ذرہ برابر تعلق نہیں۔ واضح ہے کہ ہندوؤں کا ملانا اکبر کی ایجاد نہیں۔ شیر شاہ۔ فیروز شاہ۔ ناصر الدین حسن، یہ کام پہلے کر چکے تھے۔ مگر ملکی حکومت بنانا یہ اکبر کی ایجاد اور اس کی ابتداء ہے۔

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے۔ کہ میرم خاں والد عبدالرحیم خان خاناں کے توسل سے ہمایوں کا معاہدہ شاہ ایران سے طے ہوا۔ ورنہ شاہ ایران ہمایوں کو امداد دینا دل سے کسی طرح نہیں چاہتا تھا۔ جب ہمایوں نے منظور کر لیا۔ کہ میں شیعہ مذہب کو وہاں رائج کروں گا۔ اور شیعہ ریجنٹ (بیرم خاں) کو اپنے ساتھ رکھوں گا۔ تو کہیں جا کر امداد دی گئی جب اکبر تخت نشین ہوا۔ اور اس کو اپنی سلطنت کی حقیقت سمجھ میں آئی۔ تو سب سے پہلے اس نے بیرم خاں کو حلیہ دیا۔ بیرم خاں ایران کی راہ سے حج کے لئے جانا چاہتا تھا۔ اکبر نے اس کو روک دیا۔ اور پھر قتل کرادیا۔ اس کے بعد کوئی ریجنٹ ایران سے ہندوستان کو نہیں آیا۔ اکبر نے شیعیت کی بنیاد کھٹنے کے لئے ہندوستان سے اسلامی حکومت کو ختم کر کے اس کی بجائے ملکی حکومت پیدا کی۔ اس پر نہ تو کوئی سنی خلیفہ دباؤ ڈال سکتا ہے۔ اور نہ کوئی شیعہ بادشاہ حکم چلا سکتا ہے۔ اکبر جیسا انصاف پسند ہندوستان نے پیدا نہیں کیا تھا تو ان کے سامنے اس کا بیٹا اور دشمن مساوی تھے۔

جلال الدین اکبر بادشاہ | ہم ترم محترم میں علما و مشائخ مسلمانین ہر سرہ کے لئے فرما
فرما نام لے کر کلام الہی وغیرہ اذکار کا ثواب ان کی مدح و
کو بھیجتے تھے۔ مگر اکبر کو چھوڑ دیتے تھے۔ ایک روز خواب میں دیکھا کہ ایک چوہہ ترہ ہے۔ جو کافی
بند ہے۔ مگر ہے سادہ۔ اس پر اکبر تنہا کھڑا ہے۔ اور سامنے دار پر ایک شخص لٹک رہا ہے۔ اور ہم

دقیقہ مفہوم کا کھڑے دیکھ رہے۔ ہم نے اس کی تعبیر یہ کی۔ کہ ہند میں انصاف کرنے والا فقط اکبر ہے جس نے انصاف کی روح کو قائم رکھا۔ اور ہندو مذہم کو یکساں موقع دیا۔ کہ وہ انصاف سے متمتع ہو یہ کوئی قاعدہ نہیں کہ مسلمان انصاف سے متمتع ہوں۔ اور ہندو بوجہ ہندو ہونے کے رہ جائے قال تعالیٰ وَلَا يَجْزِيكَ مَنَّا مَنَّا قَوْمٌ۔ الایۃ۔ دین الہی کا تقاضا یہ ہے کہ انصاف کی روح زندہ رہے اس کا مصناف الیہ خواہ کوئی ہو۔ اس بلند نشین پر فقط اکبر ہی بیٹھا ہے۔ اور دار انصاف کی دار ہے۔ جمائیکر نے سونے کی زنجیروں بندھوائی؟ اس کو تو حیا شہ بیٹھا جاتا ہے۔ وہ اکبر بیٹھا تھا۔ جو انصاف کو حامی کرنے آیا تھا۔

جب اکبر نے ملی حکومت پیدا کر لی۔ اور بیرونی اسلامی دنیا سے اس کا تعلق منقطع ہو گیا تو اب دو صورتیں تھیں۔ اول یہ کہ مختلف مذاہب کو غیر معتبر قرار دے کر لادینیت پر مبنی مملکت کو جمع کیا جائے جس کا تجربہ اب یورپ میں ہو رہا ہے۔ مگر اکبر نے یہ احتمال قریب بھی نہ بھٹکنے دیا۔ دوسری صورت یہ تھی کہ مختلف مذاہب کو تسلیم کر کے ہر ایک کو پوری آزادی دی جائے۔ اور قانون حکومت کی جو شخص خلاف ورزی کرے اس سے مواخذہ ہو۔ خواہ ہندو ہو یا مسلم دوسرے عقولوں میں مذہب آزاد ہے جب تک حکومت سے مصداق نہ ہو۔ یہ اکبر کا بنایا ہوا قانون ہے جس پر انگریز اب عمل کر رہے ہیں۔ اور اپنے آپ کو بڑا حالی دماغ بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔

دین الہی | اس ملک میں جو مختلف مذاہب کا مجموعہ ہے۔ حکومت چلانے کے لئے بادشاہ اور اس کی انتظامی کونسل کا کیا طریقہ عمل ہو گا؟ اس کے لئے اکبر نے دین الہی کا فقرہ ایجاد کیا۔ اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ بادشاہ اور اس کی مرکزی کونسل کسی خاص مذہب کے طرفدار نہیں ہونگے۔ مگر مطلق مذہب کی پابندی سے ہی اپنے آپ کو آزاد نہیں کریں گے اور لادینیت نہیں آنے پائے گی۔ یعنی خدا کی حکومت اپنے اوپر تسلیم کریں گے۔ ایک ہندو اشد کی حکومت کی تفسیر ایک طرح کرتا ہے۔ اور ایک سنی مسلمان دوسری طرح اور ایک شیعہ تیسری طرح ان اختلافات سے حکومت کو تعرض کرنے کا کوئی حق حاصل نہیں ہو گا۔ البتہ پرائیویٹ طور پر بادشاہ اور ارکان کونسل

باقیہ صفحہ ۱۰۴) اپنے اپنے مذہب کے پابند رہیں گے۔ اس یکسانی کو دین الہی سے جوڑ دیا گیا۔ اس وسیع مملکت کے لئے اس سے بہتر غیر اسلامی نظام ناممکن تھا۔

ہماری رائے میں جو کام اکبر نے شروع کیا وہ اس سائیمج تھا۔ اور غلام خلیاں اس لئے ہوئے کہ اس عظیم ایشان کام کو چلانے کے لئے آدمی میسر نہیں آتے تھے۔ ہمارا خیال ہے کہ وہ ضرورتیں خدا تعالیٰ نے شاہ ولی اللہ کے فیصلے پوری کر دیں۔ شاہ صاحب نے اس کام کو مکمل کر دیا۔ جو اکبر نے شروع کیا تھا کیونکہ پہلے اسلام کو اثنائیت کی تفسیر نہاتے میں آپ تمام ادیان کو منطبق کر سکتے ہیں۔ ان کے طریقے پر ایک مسلم عالم اس نظام سلطنت کو چلا سکتا ہے۔ جو اکبر کا مقصد تھا۔ اگر ہندوستانی دماغ شاہ صاحب کے طریقے کا عالم بننے کے بعد نظام سلطنت چلانے کا ارادہ کر لے تو اس کے مقابلے میں کوئی اجنبی حکومت کامیاب نہیں ہو سکتی۔ کافر ہو یا مسلم۔ شاہ صاحب کی حکمت پٹھنے کے بعد اگر کوئی اسلامی حاکم کی سیر کرے تو اس کے سامنے یہ بات اٹھائے گی کہ وہ اپنا فقہی مذہب چلانے کی اہمیت رکھتے ہیں۔ اور اگر مختلف مذاہب کو اپنے یہاں اجازت دیں یا اجازت دینے پر مجبور کر دئے جائیں۔ تو سولے لادینیت کے اور کوئی نظام حکومت ان کے یہاں کامیاب نہیں ہو سکتا۔ ٹرکی میں جا کر دیکھ لو پھر پوچھو کہ سطر ج عرب و افغانستان ٹرکی کا تتبع کر رہے ہیں! اسلامی حاکم کی یہ حالت ہے کہ وہاں یا اکبر کا دین الہی ہے۔ یا لادینیت اگر شاہ صاحب کی حکمت کا رواج ہوتا تو وہ حاکم اس مرض میں مبتلا نہ ہوتے۔

اکبر کے کارکن جو خلیاں کرتے تھے۔ اور اسلامی حدود سے باہر نکلتے تھے۔ ان کی اصلاح کا ابتدائی کام حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی نے شروع کیا۔ اور وہ مجددان لئے گئے مگر امام ربانی نے فقط کام شروع کیا تھا۔ اس کی تکمیل عہد شاہ کے عہد میں شاہ ولی اللہ نے کی شاہ صاحب کو کام کرنے کا اُس وقت موقع ملا جب ولی کی سلطنت اصلی معنوں میں مسلمانوں کے ہاتھ سے جا چکی تھی۔ اس لئے اس تعلیم کے نتائج اس وقت بھی نہ سکے۔

قال الشيخ الاجل في كتاب "التبليغ في التمهيد في التمهيد" السلطنة الهندية

(بقیہ صفحہ ۱۰۵) صار بن اجمہا برناج السلطنت الملیۃ الوطنیۃ بعد ما احدث السلطان جلال الدین محمد اکبر من تبدیل السلطنت الاسلامیۃ بالوطنیۃ وکان ذلک قد ہوا امنہ لتالیف قلوب الصابئین الہندیین المائلین الی الحکومتہ السابقۃ للسلطان شیرشاہ الافغان الہندی۔ کونہ وطنیاً ولانہ ما کان یبیز فی العدل بین المسلم والصابی۔ وتداہر امنہ للتخلص من حق السلطنتہ الصغیرۃ الایرانیۃ۔ لان اباءہ السلطان نصیر الدین ہمایون کان قد عقد بتسلیم بعض الحقوق للایرانیین۔ علی السلطنت الہندیۃ۔ لہما استعانت بہم فی استرداد ملکہ من اولاد السلطان شیرشاہ۔ فغصب نفس خلیفۃ علی الممالک الہندیۃ۔

ثم استمر علی ذلک ولداہ السلطان نور لدین جہانگیر۔ ثم ولداہ السلطان شہاب الدین شاہجہان۔ مع اصلاح مناسب منہما لبعض الشیون فلما تعطل السلطان شاہجہان فی سنہ ۶۹ بسبب الفالج قبض علی ارقۃ السلطنت ولی عہدہ وولداہ اکبر دارا شکوہ۔ وکان مغروقاً فی اصول السیاسیۃ الوطنیۃ مفرطاً فی تنفیذ المساوات بین العناصر المختلفۃ۔ ثم قام ولداہ الثالث السلطان محی الدین عالمگیر بمنازعۃ وتغلب علیہ۔ فلما ثمر لہ الامر سعی فی تنظیم السلطنت علی اصول الخلافۃ الاسلامیۃ فی سنہ ۶۹ بالاختصار۔

سہ شاہی ہند غزنی ہند میں پہلے حمید آباد۔ گوکنڈہ میں ابوالحسن تانا شاہ کامر کر تھا جسے سلطان عالمگیر نے ختم کر دیا۔ داواخروزی قعدہ ۹۵ سنہ کو ابوالحسن گرفتار ہو کر دولت آباد کے قلعہ میں قید کر دیا گیا۔ سیرۃ المتاخرین کا شیوہ مصنف لکھا ہے۔ بہت کام قلعہ گوکنڈہ وغزنی حمید آباد ولطافیت آب و ہوائے آن سرزمین زیادہ ازانست کہ دریں مختصر تو ان نکاشت۔ چوں ابوالحسن زیادہ اندوگرال بہو و لعب و عیش و طرب و رغبت داشت۔ رواج فسق و فجور دران دیار زیادہ تر شد و عالمگیر کہ در ظاہر خود را بکسوت اہل صلاح مے آراست و تشبہ تبارکین و نیا مے جہت بفر

جملہ مختصر ضمیمہ | تعجب اس بات پر ہے کہ یورپ کی قومیں جو پہلے عیسائی تھیں اور آج کل نیچری ہیں قرآن عظیم کا انکار کرتے ہوئے، اس کے معارف سے رہنمائی حاصل کر رہی ہوں۔ اور مسلمان کا مل ایمان کا مالک ہوتے ہوئے ایسے دیول کی طرح فقط تلاوت الفاظ پر اکتفا کر دیتا۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ مسلمان اپنے سامنے کوئی واضح پروگرام نہیں رکھتا۔ اور شیعہ کی طرح کسی بڑے رہنما کا منتظر بیٹھا ہے امام ولی اللہ کا طریقہ مسلمانوں میں اس مرض کی جڑیں اکھڑنے کا ضامن ہے۔

(ج) امام ولی اللہ کے معارف میں مؤطا امام مالک کی اہمیت اظہر من

(بقیہ صفحہ ۱۰۶) مذکورہ اجداد آباد را، بدارالہماذ موسوم ساختہ بقتل و غارت مالی آل و خرابی شہر مذکور پر داخت۔ و غرض اصلی انحصار خزان نقد و جواہر کہ در سرکار ابو الحسن شہرت میداشت و استیصال اکابر علماء شیعہ و اقلیاد حاکم مومنین کہ در آل شہر بودند نیز مقصود او بود۔ (ص ۳۹۹) اس کے بعد لکھنؤ میں محمد شاہ کے آخری عہد میں مستقل مرکز پیدا ہو گیا۔ اس مرکز سے دہلی پر غلبہ حاصل کرنے کی مسلسل سعی جاری تھی جس کو روکنے کے لئے شاہ عبدالعزیز نے تحفہ اثنا عشریہ کی دیوا کھڑی کی۔ جب عوام شیعہ کے پراپیگنڈے سے متاثر نہ ہوں تب کہیں انہیں ازالۃ الحق پڑھایا جا سکتا ہے۔

لے اہمیت مذکورہ کی پوری تفصیل رسالہ امام ولی اللہ کی حکمت کا اجمالی تعارف میں ہی جا چکی ہے۔ وہاں ملاحظہ ہو۔ امام ولی اللہ وصیت نامہ میں فرماتے ہیں "چوں مبتدی قدرت بر زبان عربی یافت مؤطا بروایت یحییٰ بن یحییٰ معمودی بخوانانند۔ و ہرگز آن را حطی نگذارند کہ اصل علم حدیث است۔ و خواندن آن فیضها دارد۔ و اما ابساج جمیع آل سلسل است۔ بعد ازاں از قرآن عظیم

الشمس ہے۔ امام ولی اللہ نے اُسے اپنے مذاق کے موافق نئی ترتیب سے مدوّن کیا ہے جس کا نام المسوّی من الموطّأ ہے۔ حدیث و فقہ میں یہی کتاب سراج الہند نے حکیم الہند سے پڑھی۔

امام عبدالغفر نے اپنے خاندان نے نوجوانوں کی تربیت میں اُسے قرآن عظیم کے بعد اس اس اول بنایا۔ اس طرح علماء کو اس طرف متوجّہ کیا۔ اس کتاب پر پوری توجّہ کرنے سے فقہ حنفی میں عقّیقین (یعنی مجتہد منتب جیسے ابن الحمام) پیدا ہوتے ہیں۔ اسی کی برکت ہے کہ ہم نے اپنی سیاحت میں مولانا شیخ الہند اور اُن کے مشائخ سے زیادہ عقلمند فقہاء، اسلامی ممالک میں نہیں دیکھے۔

ہم نے اہل حرم محترم کو امام ولی اللہ کی کتاب المسوّی پڑھائی۔ وہ اس کی قدر کرنے لگے۔ انہوں نے اُس کو اپنے مطبع میں چھاپا۔ اور اپنے مدارس کے نصاب میں داخل کر لیا۔

مجھے یاد ہے کہ حضرت مولانا شیخ الہند بہت پہلے زمانہ سے

بقیہ صفحہ ۱۰۷۔ درس گویند بان صفت کہ حرف قرآن بخواند۔ بغیر تفسیر و ترجمہ گوید۔ و در آنچه شکل باشد در نحو یا در شان نزول متوقف شود و بحث نماید۔ و بعد فراغ از درس التفسیر جلا لیں ما بقدر درس بخواند۔ حدیث طریقی فیض ہا است۔ ص ۱۱۲

امام ولی اللہ کی کتابوں کو دارالعلوم دیوبند کے درجہ تکمیل میں داخل کرنے کی ہدایت دے چکے ہیں۔ مگر ابھی تک اس پر عمل کرنے کا زمانہ نہیں آیا۔ اَللّٰہُمَّ اسْتَوْا بَيْنِي وَخَيْرِي إِلَى اللّٰہِ۔

امام ولی اللہ قریش کی زبان، اور اُن کی معتدل معیشت و معاشرت کو اپنی اولاد میں خاندانی معاشرے کے طور پر دیکھنا چاہتے تھے۔

لے دیہ صفت نامہ سے ماخوذ ہے۔ قال الامام ولی اللہ۔ ما مردم غریبم کہ در دیار ہندوستان آبانے ما غربت افتادہ اند۔ و عربیت نسب، و عربیت لسان، بہر دو غریب ما است کہ ما را بسید اولین و آخرین و افضل انبیاء و مرسلین، بفرج موجودات حیر و علی آلہ الصلوٰۃ و التسلیما ت نزدیک مے گرداند، فکر این نعمت عظمیٰ آن است کہ بقدر مکان عادات و رسوم عرب اول کہ منشأ آنحضرت است صلی اللہ علیہ وسلم، اندوست مذہبم و رسوم عجم و عادات ہندو را در میان خود نگذاریم، مگر فوراً الحق، امام ولی اللہ نے حجۃ اللہ الباقیہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عہدی کو قیصر و کسری کے تکلفات پر باد کرنے کے بعد تعمیری نمونہ بنایا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عہدی اپنے خاندان کی معیشت و معاشرت کا اعلیٰ نمونہ تھی۔ اس خاندان کی چیزیں اگر خاندانی طور پر اُن کی اولاد میں قائم رہیں، تو وہ ہمیشہ قرآن کے انقلاب کو مکمل کرنے کا نمونہ بن سکتی ہیں۔ اسی لئے شاہ صاحب اپنی اولاد کو وصیت کرتے ہیں۔ وہ جو انقلابی پروگرام بنا چکے ہیں، چاہتے ہیں کہ اُن کی اولاد اُن کے بڑھکڑاؤں میں حصہ لے۔ اُن کی طبیعت کو متوجہ کرتے ہیں، کہ وہ اپنے خاندانی معاشرے کو عام اہل زمانہ کے غریبے پر حاصل کرنے کی کوشش کریں حکمت کے اصول پر یہ تعلیم کا آسان قاعدہ ہے۔

امام عبدالعزیز نے اُن کی وصیت پر عمل کر کے شرفاء ہند کیلئے سرفایہ داری اور اُس کی ترقی یافتہ صورت، شاہنشاہی، کی لغتوں کا سمجھنا اُس کو کر دیا۔

جہانگیری اور شاہجہانی عہد کے تنعم کی یادگار رسمیں جو افلاس کے زمانے میں اعلیٰ خاندانوں کی ہمت کو گھٹنے کی طرح کھا رہی تھیں۔ اُن سے سوسائٹی کو پاک کرنے کے لئے امام عبدالعزیز کے تربیت یافتہ نوجوان کھڑے ہو گئے۔ اور کامیابی سے اس کام کو سر انجام پر پہنچایا۔ ان اصلاح یافتہ خاندانوں کی خواتین کے ایشیا سے ہزاروں مجاہدین کا لشکر کم از کم دس سال تک روٹی کھاتا رہا۔ اور کسی فرعون اور قارون کے آگے سر جھکانے پر مجبور نہیں ہوا۔ ورنہ امیروں کے اند و ختمہ خزانوں پر تو او باش نوجوان اور بد اخلاق عورتیں مسلط رہیں۔

امام عبدالعزیز کی اس تربیت کی دوسری برکت یہ ظاہر ہوئی کہ ہندوستانی اعلیٰ خاندانوں کے ناز و نعمت سے چلے ہوئے نوجوانوں کا لشکر سندھ کے راستے سے قندھار و کابل ہو کر پشاور کے پہاڑوں اور جنگلوں میں مرنے کے لئے تیار ہو گیا۔

لے اُن کے خاندان کے نوجوان شرفاء دہلی کے دوسرے نوجوانوں کے ساتھ مل کر رہتے تھے۔

(بقیہ صفحہ ۱۱۰) ان میں جو چیزیں پیدا کر دی گئیں وہ دوسرے نوجوانوں میں طبعی طور پر تاثیر کرتی تھیں۔ لوگ اچھی طرح جانتے ہیں کہ مولانا اسماعیل شہید سوسائٹی کے سرطیعے میں جاتے تھے۔ وہ اپنے خاندان کے امام تھے۔ اس خاندان کے نوجوان اُن کے پیچھے چلتے تھے۔ جمدن وہ وعظ کہنے کے فاحشہ خورتوں میں گئے۔ تو مولانا محمد یعقوب دہلوی مفتوی ۱۲۸۲ھ ہمدرد مولانا محمد اسحاق مفتوی ۱۲۹۲ھ اُن کے پیچھے پیچھے۔ مگر نظر بچا کر جا رہے تھے۔

لئے انسان اپنی ضرورتوں سے فارغ نہیں ہوتا تا کہ اُس کا دماغ فراغت سے کوئی اعلیٰ فکر سوچ سکے۔ اس سے ہمیں خود بخود پست ہو جاتی ہیں۔ جب تک خاندان کی زندگی کا بوجھ ہلکا نہ کر دیا جائے۔ اولوالعزم طبائع اپنے لئے راستہ نہیں پاتیں۔ وہ خاندان کو چھوڑ نہیں سکتے۔ اور خاندان اُن کو ایک لمحہ کے لئے فرصت نہیں دیتا۔ ۵

دعوتِ حزب ۶
دعوت کا سلسلہ امام ولی اللہ کی تنظیم میں خاص اہمیت رکھتا ہے۔ وہ کی زندگی کے پروگرام میں انہی (دعوت) کو امارت کا درجہ دیتے ہیں۔ امام عبدالعزیز نے امیر شہید مولانا محمد الحی اور مولانا محمد اسماعیل کو دعوت کا نظام قائم کرنے کیلئے سیاحت ہند کے لئے روانہ کیا، ۱۲۳۰ھ میں امام عبدالعزیز نے اصلاح و تبلیغ کے دائرے کو وسعت دی۔ ایک جماعتِ تعلیم و تدریس کے لئے دہلی میں مامور فرمائی مولانا محمد اسحاق اور مولانا محمد یعقوب مولانا رشید الدین خاں (مفتویٰ ۱۲۳۵ھ) مفتی صدر الدین (مفتویٰ ۱۲۸۵ھ) اور اس مباحث کے مقتدر ارکان ہیں۔ دوسری جماعت اطراف دہلی میں تبلیغ و ارشاد کے لئے روانہ کی۔ امیر شہید نے ہر دو حضرات منظر نگار سہارن پور۔ رام پور۔ بریلی۔ شاہجہان پور وغیرہ کا دورہ کیا۔ تفصیلات سوانح احمدیہ میں ملاحظہ ہوں۔ جامعہ محمدیہ رشید الدین و صدر الدین نے ابجد العلوم ۱۳۰۶ھ و التمجید ۱۳۱۶ھ (نزد الحی) یہ لوگ دورہ کر کے زمین تیار کر گئے۔ اس کے بعد امام عبدالعزیز نے ان کو حکومت کی اہمیت قائم کرنے کے لئے مقرر کیا۔ یہ جماد کریں گے۔ حکومت بنائیں گے (۲۹ شعبان ۱۲۳۹ھ) دو سال گیارہ ماہ بعد سید شہید مع اپنے ہمراہیوں کے سفر حج سے واپس تشریف لائے۔ ذی الحجہ ۱۲۳۹ھ

دقیقہ مضمرات، جہاد کی تیاری شروع کر دی گئی۔ مولانا محمد اسماعیل و مولانا عبدالحمید ترمذی جہاد کے لئے اطراف ہند کا دورہ کرنے لگے۔ جب تقریباً دو ہزار مجاہدین کا اجتماع ہو گیا، تو امیر شہید نے اُن کے تین حصے کر دیے۔ اور کوچ کا حکم دیا۔ کچھ عرصہ ٹونکنٹ کر بیٹھا جمیر شریف، پھر دہلی آئے۔ ۱۲۳۱ھ کے آغاز میں دیوبند، سہارن پور، پانی پت، کرنال، تھانیسر وغیرہ سے گزرتے ہوئے مالیر کو ٹکڑے پیچھے۔ وہاں سے مدو بہاول پور، حیدر آباد، سندھ، شکار پور، جاگن، خان گڑھ، دروڑھاؤ، درہ بولان، پشین قندھار اور کابل سے گزرتے ہوئے براہ خیبر داخل پنجاب ہو کر پشاور تشریف لائے۔ پشاور سے ہشت نگر میں پہنچ کر موضع خویلی میں قیام فرمایا۔ پھر آبشار تشریف لے گئے۔ نورالحق، اور دوسری جماعت جو اُن کے کچھ پیادے تھے وہی تھے۔ اُن کو دعا کا کام سپرد کر دیا گیا۔ اُن میں مولانا ولایت علی (متوفی ۱۲۶۹ھ نور) اور مولانا سید محمد علی رامپوری (متوفی ۱۲۸۰ھ نور) مشہور عالم ہیں۔ تنبیہ، دعا کا نظام شروع سے انہوں نے مولانا اسحاق کے ہاتھ رہا ہے۔ ”سوانح احمدیہ“ کے مصنف نے امیر شہید کے مناقب اس طرح لکھا ہے کہ مولانا اسحاق نے مولانا اسحاق کی شخصیت گم ہو گئی ہے۔ اس کا اصلی سبب یہ ہے کہ مولانا ولایت علی نے مولانا اسحاق کے بالمقابل اپنی پادشائی بنائی۔ اور سوانح احمدیہ کا مصنف اس پارٹی سے تعلق رکھتا ہے۔ مگر پھر بھی اس کے قلم سے بعض واقعات ایسے نکل گئے ہیں جن سے ہمارے مطلب پر روشنی پڑتی ہے۔ مولانا محمد اسحاق نے ایک ہنڈی پہنچا تا بھیجی۔ وہاں وہ وصول نہ ہو سکی۔ اُنکی بازیافت کے لئے یہ سطر پر عدالت عالیہ آگرہ میں دعویٰ کیا گیا۔ اور ڈگری مولانا محمد اسحاق کے نام ملی، مولانا ”سوانح احمدیہ“ نے یہ واقعہ اس لئے لکھا۔ کہ یہ تحریک برطانوی گورنمنٹ کے خلاف نہ تھی۔ براہِ دوہ اندیشی شیخ غلام علی رئیس اعظم الہ آباد کی معرفت گورنر اضلاع شمالی و مغربی کو اس تیاری جہاد کی اطلاع دی گئی جس کے جواب میں گورنر نے کہا جب تک انگریزی حکمرانی میں کسی نقطہ کا اندیشہ نہ ہو۔ ہم ایسی تیاری سے مانع نہیں۔ مذکورہ بالا واقعہ سوانح احمدیہ میں موجود ہے۔ ہم اس ایک واقعہ کو کافی سمجھتے ہیں۔ اگر وہ پیر روانہ کرنے کا انتظام شاہ اسحاق کے ہاتھ میں نہ ہوتا۔ تو عدالت میں وہ دعویٰ کس طرح کر سکتے تھے؟ اور ڈگری کس طرح لے سکتے تھے؟

بقیہ صفحہ ۱۱۲ جب مولانا محبوب علی (متوفی ۱۰۵۰ھ) مجاہدین کے مرکز سے واپس دہلی پہنچے اور انہوں نے اس تحریک کے مخالف پروپگنڈا شروع کیا۔ کہ یہ تحریک جہادِ سرے سے بے سود اور غلط اقدام ہے وغیرہ وغیرہ، تو سوانح احمدیہ کا مؤلف لکھتا ہے کہ مولانا محمد اسماعیل اور مولانا محمد یعقوب کی کوششوں سے یہ فتنہ دبا اور اس کا اثر باطل دور ہوا۔ اور قاتلوں کی روانگی باقاعدہ شروع ہو گئی۔

دعاۃ مسجدوں میں وعظ کرتے ہیں۔ خاندانوں کے پاس کچھ اندوختہ نہیں جو ریش اپنا زیور دے کر ان کا ہاتھ بٹاتی ہیں۔ اس کے ثبوت میں مدراس کے خان عالم کی بہو کا واقع سوانح احمدیہ میں موجود ہے۔

خود ہمیں اپنا تجربہ ہے۔ کہ دہلی میں ہم نہایت تنگ حالی سے پہنچے۔ مولانا شیخ الہند کے حکم سے کام شروع کر دیا۔ ہمیں ڈھاکہ کے شریف خاندانوں کی خواتین سے روپیہ ملتا رہا ہے۔ اُس کے بعد نواب سلطان جمال بیگم کے دو سو روپیہ ماہوار عطیہ سے ہم دہلی میں بیٹھ سکے۔

اس سے پہلے ہم نے جب سندھ میں مولانا شیخ الہند کے ارشاد پر سترہ^{۳۳} مہینے کام شروع کیا تو جناب پیر صاحب العلم کے خاندان کی محترم خاتون نے اپنا سنہری ہار، عقدہ، بھینج دیا۔ نیز ہجرت کابل کے موقع پر شیخ عبدالرحیم سندھی کی بیوی اور ان کی لڑکیوں نے اپنا تمام سنہری زیور بیکر بھار لئے زاد راہ ہمیا کیا۔ اور کوئٹہ تک ہمیں پہنچا کر نقدی و مال ہلے سولے کی۔ مولانا غم فیضی۔

(محمد نور انجمن، بعد عصر، نومبر ۱۹۴۱ء)

۱۰۵۰ھ میں کابل کا ایک نوہ مولانا ولایت علی عظیم آبادی ہیں۔ ۱۲۰۵ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ فتح علی صاحب کے بیٹے اور رفیع الدین حسین خاں صاحب کے نوے سے تھے۔ جو موبہ ہار کے ناظم و رئیس تھے۔ آپ نانا کے بڑے لاڈلے تھے۔ ہر وقت ریشمی یا زریں لباس باؤ ڈاکے کی جامدانی اور تن زیب کا جوڑا زیب تن رہتا تھا۔ اور خوشبو و عطر سے معطر رہتے تھے۔ انگلیوں میں سونے کی انگشتریں اور پھلے جوتے۔ لکھنؤ میں تھے تو وہاں کے شوقین، خوش پوشاں رنگین مزاج نوجوانوں میں آپ کا شمار تھا۔ میر صاحب کی خدمت میں حاضر ہوتے ہی حضرت مصعب بن عمیر

امام عبد العزیز نے اپنی تحریک کو کامیاب بنانے کے لئے اپنے تربیت یافتہ افراد سے جمعیت مرکز یہ بنائی جس میں پہلے اپنے تئیں بھائیوں (مولانا رفیع الدین، مولانا عبد القادر، مولانا عبد الغنی) کو رکھا۔ سب چھوٹے مولانا عبد الغنی پہلے (۱۲۲۷ھ میں) فوت ہو گئے۔ اس لئے اہل دہلی اُن سے نیا و آشنا نہیں ہوئے۔ مگر حضرات ثلثہ کا لفظ اہل دہلی کی زبان میں امام عبد العزیز اور اُن کے دو بھائیوں کے لئے بولا جاتا ہے۔ اس جمعیت کی سعی سے نوجوانوں کی دوسری جماعت تیار ہو گئی۔ اس جماعت کے سرکردہ بھی تین یا چار بزرگ تھے (۱) مولانا محمد اسماعیل شہید، مولانا عبد الغنی کے صاحبزادے (۲) مولانا عبدالحی دہلوی مولانا نور اللہ کے پوتے اور امام عبد العزیز کے داماد (۳) مولانا محمد اسحاق۔ امام عبد العزیز کے نواسے (۴) مولانا محمد یعقوب دہلوی متوفی ۱۲۸۲ھ مولانا محمد اسحاق کے بھائی (امیر شہید) اس حزب کے ساتھ منضم کئے گئے۔

(یہ صفحہ ۱۱۳) کی طرح کیفیت بدل گئی۔ اب وہ گھنوا اور عظیم آباد کے ہائیکے نوجوان نہ تھے۔ بلکہ سید صاحب کی جماعت کے ایک جنکشن مزدور اور معمولی خادم تھے۔ رائے بریلی میں مولانا شہید سے حدیث پڑھتے اور آپ کی جماعت کے نائب تھے، جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر اور سر پر اٹھا کر لاتے۔ اور اپنے ہاتھوں سے کھانا پکاتے مٹی کا سے کام کرتے۔ سیرت سید احمد شہید ۱۵۴ نور الحق لے سید احمد دہلوی امیر شہید مولانا عبدالحی۔ مولانا شہید اور مولانا اسحاق کے شاگرد ہیں

(بقیہ صفحہ ۱۱۴) اُن کی تربیت شاہ عبدالقادر اور شاہ عبدالعزیز کی صحبت میں مکمل ہوئی۔ امام عبدالعزیز ہی نے سید صاحب کو امیر خاں نواب ٹونک کے لشکر میں بھیج کر انقلابی کام شروع کرنا چاہا۔ امیر خاں نواب مرحوم کے لشکر میں پھر سال سے زائد رہے۔ جب نواب امیر خاں کی انگریزوں سے صلح ہو گئی۔ جو سید صاحب کو کسی طرح منظور نہ تھی۔ تو سید صاحب نے امام عبدالعزیز کو ایک خط لکھا۔ اس کے چند جملے نقل کرنے سے ہمارے مطلب پر روشنی پڑے گی۔ آپ نے لکھا: خاکسارِ قدیم بوسی کو حاضر ہوتا ہے۔ یہاں لشکر کا فارخانہ درہم برہم ہو گیا۔ نواب صاحب انگریزوں سے مل گئے۔ اب یہاں رہنے کی کوئی صورت نہیں۔ بعد سیرت وک۔

(تنبیہ، ہمارے زمانے کے مورخین نے اس تحریک کے بیان میں بہت غلطیاں کی ہیں۔ وہ سید صاحب کا تعلق امام عبدالعزیز سے کاٹنا چاہتے ہیں۔ اور امیر شہید کو ایک حدیثی منتظر کے درجے پر دیکھنا چاہتے ہیں۔ اس لئے اُن کی حقیقت سے غفلت برتی جاتی ہے اُن کا درجہ اس سے زائد نہیں کہ وہ شاہ عبدالعزیز کے کارکن اصحاب میں سے ایک نہ تھے۔ ایک مبصر حبیب امیر شہید کی سوانح حیات پر غور کرتا ہے۔ تو اس میں شاہ عبدالعزیز کی تدبیر ہی کو کام کرتے دیکھتا ہے۔ مذکورہ بالا خط سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ شاہ صاحب نے سید صاحب کو خاص پروگرام دے کر امیر خاں کے لشکر میں بھیجا تھا۔ مگر اس میں کامیابی نہ ہوئی۔

شاہ عبدالعزیز کے پہلے شاگرد۔ اُن کے ہر دو بھائی۔ رفیع الدین، عبدالقادر اور مولانا عبدالحی ہیں۔ عجائبات قدرت میں سے ہے۔ کہ شاہ صاحب کے چھوٹے بھائی بہ ترتیب محکوس آب کی زندگی میں انتقال کر گئے۔ پہلے شاہ عبدالغنی پھر شاہ عبدالقادر پھر شاہ رفیع الدین۔ اگر شاہ عبدالعزیز کے بعد وہ زندہ رہتے تو شاہ رفیع الدین اور پھر شاہ عبدالقادر اُن کے قائم مقام مانے جاتے۔

شاہ صاحب کے تلامذہ کے دوسرے طبقے میں مولانا اسماعیل اور مولانا اسحاق وغیرہ ہیں آپ سے منقول ہے کہ وہ کہا کرتے تھے۔ الحمد للہ الذی وہب لی علی الکبرا اسماعیل و

بقیہ صفحہ ۱۱-۱۰ اسحقی: شاہ عبدالعزیز نے سیاسی قوت پیدا کرنے کے لئے ایک جماعت مخصوص کر دی اس میں امیر شہید مولانا شہید مولانا عبداللہ سمیع سبھنے چاہئیں۔ سیاسی قوت کے غلبہ کے بعد جو جماعت نظام پیدا کرنے کے لئے درکار ہوگی۔ ہم آج کی اصطلاح میں اس کو وزارت داخلہ سے تعبیر کر سکتے ہیں۔ اس کے لئے انہوں نے شاہ اسحاق کو موزون قرار دیا۔ اور اپنی مسند پر ان کو بٹھایا۔ ہم سید صاحب کی جماعت کو وزارت عربیہ۔ اور وزارت خارجہ کے مجموعی سے زیادہ درجہ دینا نہیں چاہتے۔ حکومت کا نظام قائم کرنے میں جو مرتبہ وزارت داخلہ کا ہے۔ اس کو سمجھنا چاہئے جیسے بدن میں خون۔ انقلاب کا کوئی امام فقط لڑنا اور باطل کو شکست دینا اپنا کمال نہیں سمجھنا۔ وہ اس باطل نظام کو شکست دے کر اس سے بہتر نظام پیدا کرنے کا ارادہ رکھتا ہے بنائیں امام عبدالعزیز کی اس تقسیم کی فقط وہی لوگ قدر کر سکتے ہیں جو ناز کزم سے آگے حقیقی انقلاب پیدا کرنا چاہتے ہیں۔

امام عبدالعزیز نے شاہ ولی اللہ کی اعلیٰ سیاست سے علیحدہ ہو کر فقط ہندوستان میں ان کے طریقے کو منظم بنانا مقصد حیات بنایا۔ اور اس میں کامیاب ہوئے۔ اسی طرح شاہ عبدالعزیز نے امام عبدالعزیز کی اس سیاسی مصلحت سے علیحدہ ہو کر ان کے نظام کو ہندوستان میں قائم رکھنا اپنا مقصد حیات بنایا۔ ۱۲۳۹ھ میں شاہ عبدالعزیز کا انتقال ہوا۔ اسی سال سید صاحب اور ان کے رفقاء مولانا اسماعیل۔ و مولانا عبداللہ سمیع وغیرہ نے ہجرت کا ارادہ کیا۔ ۱۲۴۰ھ میں سید صاحب کی امامت پر اجماع منعقد ہوا۔ اور وہی اختلافات کا منبع بن گیا۔ چار سال تک سیاسی جدوجہد جاری رہی۔ ۱۲۴۱ھ میں یہ لوگ بالاکوٹ میں شہید ہو گئے۔ اس زمانے میں شاہ اسحاق ان کو روپیہ اور آدمی بھیج کر مدد دیتے رہے۔

قلت وانتقلت امامۃ الحزب الدہلوی بعد وفات مولانا عبدالعزیز اسحاق (۱۲۴۲ھ) الی اخیه الشیخ محمد یعقوب الدہلوی المکی (المتوفی ۱۲۸۲ھ) ولد الشیخ محمد یعقوب شقیق الشیخ محمد اسحاق۔ ۱۲۸۲ھ۔ وقد بشر بولادتهما

(بقیہ صفحہ ۱۱۶) و بھجرتھما الی الحجاز الا ما مری ولی اللہ۔ قال الشیخ محمد عاشق
 فی القول الجلی حضرت شاہ ولی اللہ فرمودند: آگاہی آمد ایں فرزند اں کہ لطف الہی ایش
 را بہا عطا کردہ است۔ ہم سعد اند۔ نوعی از ملکیت در ایشاں ظہور خواہد کرد۔ لیکن تدریر
 خیب تقاضاے کند کہ دو شخص دیگر پیدا شوند۔ کہ در مکہ و مدینہ سالہا امیاء علوم دین نمایند
 وہماں جا وطن اختیار کنند۔ از طرف مادر نسب ایشاں بہا ممکن باشد۔ زیرا کہ آدمی زاوہ
 بوطن مادر بمیلان طبع وارد۔ و انتقال جماعت کہ والدہ ایشاں ممکن باشد۔ بسر رینے مستحیل
 است۔ مگر بہ قسر قاسر۔

قال الامیر القنوجی بعد ذکرہ حکیمانہ من القول الجلی محمد رسول
 گوید کہ مصداق ایں آگاہی سوائے ہر دو نواسر حضرت شاہ عبد الغزیز۔ کہ مولانا محمد اسحاق و
 مولانا محمد یعقوب اند۔ بظاہر معلوم نئے شود۔ کہ ایشاں از دہلی وطن خود ہجرت نمودہ۔ در مکہ
 اقامت فرمودند۔ و سالہا سال با حجاز روایت حدیث باہل عرب و عجم پر داختر۔ قلت
 لیس معنی احیاء العلوم مقتصر علی ما وایتہ الحدیث فقط بل یشتمل
 الدعوة الی الامر بالمعروف والنہی عن المنکر والدعوة الی الجہاد
 ولا علاء کلمۃ اللہ۔ کانا مشغولین بالاحیاء لعلوم الدین بہذا المعنی
 الی اخرجیا تھما۔ والشیخ محمد یعقوب اخذ عن جدہ الامام
 عبد الغزیز وعن اصحابہ الکبار عموماً وعن الشیخ محمد اسحاق
 خصوصاً۔ اخذ عند الشیخ مظفر حسین کاندھلوی والامیر امداد اللہ۔
 و شیخ الاسلام مولانا محمد قاسم من اساطین الطائفة الدیوبندیہ
 توفی الشیخ محمد یعقوب فی ۲۸ ذی القعدہ ۱۲۸۲ ھ فکان تاسیس
 المدارس الدیوبندیہ فی ۱۵ محرم ۱۲۸۳ ھ ومن بعد ذلک سُمی الخبز الدہلوی
 بالطائفة الدیوبندیہ۔ کتاب التہذیب ۲۱۵ ۱۲

خواص کی ان جماعتوں کو تیار کرنے کے ساتھ امام عبدالعزیز نے عوام کو اپنے مقاصد سے آشنا کرنے کے لئے ہر ہفتہ میں دو دن وعظ کتنا شروع کیا جس پر آپ آخر عمر تک عمل کرتے رہے اس طرح عوام میں مستقل بیداری اور خواص کو وعظ کے ذریعہ سے تربیت فکری کا طریقہ سکھاتے رہے۔

امام عبدالعزیز سے تربیت پا کر ان کے داعی اطراف ہند میں پھیل گئے۔ اس زمانے کے ایک عالم نے اس لئے سیاحت کی کہ اُسے علم حدیث کا کوئی ایسا استاد ملے جو امام عبدالعزیز کا شاگرد نہ ہو۔ مگر ہند میں اُسے ایک مدرس بھی ایسا نہ ملا:

امام عبدالعزیز کے ساتھ اُن کی جمعیت مرکزیہ کے ہر دو طبقوں نے انہی کے منہاج پر خواص اور عوام کی تربیت کے لئے مختلف کتابیں لکھیں:

لئے ہفتہ میں دو بار منگل اور جمعہ کو دہلی کوچہ چلیاں۔ پرانے مدرسہ میں مجلس وعظ منعقد ہوتی تھی جس میں خواص و عوام موروثی سے زیادہ جمع ہو جاتے تھے۔ مخالفین کے اعتراضات تقریباً سننے کا موقع ہو جاتے تھے۔ طرز بیان ایسا دلکش تھا کہ ہر مذہب کا آدمی مجلس وعظ سے خوش ہو کر اٹھتا تھا۔ آپ کی کوئی بات کسی کو گراں نہ گذرتی تھی۔

اس کے ساتھ پابندی کا یہ عالم تھا کہ استاد و مرید کے زمانے میں جب اُن کے وعظ کا دن آیا تو آپ نے حاضرین سے فرمایا کہ مجھے اٹھ کر بٹھا دو۔ اور دو آدمی مونڈھے پکڑے رہو۔ لیکن جب بیان کرنا شروع کروں تو دونوں شخص مجھے چھوڑ کر علیحدہ ہو جائیں چنانچہ ارشاد کی تعمیل ہوئی اور آپ

دالف، خواص کے لئے امام ولی اللہ کے فلسفہ کی تشریح میں مولانا رفیع الدین نے اسرار المحجۃ اور تکمیل الاذکار کے ساتھ مختلف رسائل لکھے۔ حملۃ العرش کی تحقیق میں اُن کا ایک رسالہ اس قدر اعلیٰ فکر و تیار ہے۔ کہ امام عبد العزیز نے وہ رسالہ اپنی تفسیر میں نقل کر دیا ہے۔ ایسا ہی تفسیر آیہ نور میں اُن کا رسالہ بے نظیر ہے۔

(بقیہ صفحہ ۱۱۸) نہایت المینان سے دخلتے رہے۔ گولب و لہجہ میں ناتوانی اور کمزوری کے آثار نمایاں تھے۔ لیکن استقلال و یسے ہی رنگ جلائے ہوئے تھا۔ ح۔ ش۔ م۔ ۳۲۱

سے یہ عالم دراصل غیر ہندوستانی ہیں۔ نام یاد نہیں ہے۔ ۳۲۱ نور الحق

مولانا رفیع الدین کی تصانیف | اسرار المحجۃ کا ایک قدیم نسخہ پرنسپل مولوی محمد رفیع صاحب دہلوی لکھنؤ کا لکچر ہور، کی

لائبریری میں موجود ہے۔ گذشتہ ماہ اگست ۱۹۴۱ء میں خاکسار راقم نے اس سے استفادہ کیا۔ نقل میں کمال ارادہ تھا۔ لیکن ناگہان بیمار پڑنے کے باعث یہ کام سر انجام نہ پاسکا۔ لعل اللہ یصلح بعدہ! اکابر رسالہ مذکورہ میں یہ دکھایا ہے۔ کہ محبت سب اشیاء میں ساری ہے۔ اور قرآن حکیم کی جس قدر ایس محبت کے متعلق تھیں۔ اُن کو ساتھ ساتھ حل کرتے جاتے ہیں۔ اس موضوع پر صرف فارابی اور بوعلی سینا نے کچھ لکھا ہے۔ بوعلی سینا کا قصیدہ اُن کے پیش نظر ہے۔ یعنی تہبطت الیہ من المکان الا دفع الخ۔ اس کے جواب میں آپ نے ایک قصیدہ لکھا جس کا مطلع یہ ہے عجباً لشیفہ فیلسوف المعی خفیت حلیہ منادۃ من مشرع یقطع یہ ہے ثم الصلوۃ الخ والحمد للہ العلی الادفع۔ رسالہ محبت کے تین جز میں تحصیل تفسیل۔ تفصیل۔ دیکھو عجب العلوم ص ۲۵۴۔

خاص کے لئے مولانا محمد اسماعیل شہید نے "حقیقات" لکھی جس میں شیخ
محی الدین بن عربی دمشقی ^{۱۳۸} نور اور امام ربانی شیخ احمد سرہندی دمشقی
^{۱۳۲} نور کی تحقیقات سے مقابلہ کر کے، امام ولی اللہ کی حکمت کا تفوق دکھایا

(بقیہ صفحہ ۱۱۹) ۲۰، رسالہ تکمیل الاذعان کا اکثر حصہ مجدد العلوم میں اچکا ہے۔ ملاحظہ ہوں صفحات ۱۲ تا
۳۲ و ۳۳ تا ۳۵ بالفاظ دیگر حصہ منطق کے ماسوا ساری کتاب البیہ میں آگئی ہے اس کتاب کے
مختلف نسخے حسب ذیل مقامات پر موجود ہیں:-

۱۔ پیر صاحب العلم سندھ کی کتابخانہ میں اس کا ایک نسخہ تھا جس سے راقم عاجز نے اپنا نسخہ نقل
کیا۔ اور نسخہ منقولہ اب بھی میرے پاس محفوظ ہے۔ ۲۔ حاکم عبد العزیز دلاوی احمد صاحب بہاولپور
۳۔ مولوی عبد التواب ملتان ۴۔ مولوی عبد العزیز دلاوی عبد التواب کے نسخے سے مولانا نجم الدین
صاحب ساہیو بیڈ مولوی اور ٹیٹل کا پچ نے اپنا نسخہ نقل کر لیا۔ ۵۔ مولوی سلطان محمود ملتان۔ شاہ
رفیع الدین کی تصانیف کی ایک عام خصوصیت شیخ عمن نے یاغ جینی میں یہ بیان کی ہے کہ ان میں
بکثرت رموز خفیہ درج ہوتی ہیں جن پر یہ مشکل اطلاع نصیب ہوئی ہے نیز یہ کہ وہ غور سے
الفاظ میں جہان معنی آباد کر دیتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ دونوں خصوصیتیں تکمیل الاذعان میں نمایاں
ہیں۔ کتاب مذکور میں چار باب ہیں منطق فن تحصیل امور عامہ تطبیق الآراء ایسی جامع کتاب
نہیں لکھی گئی۔

۳۔ رسالہ حلاۃ العرش کا تذکرہ شیخ عمن نے یاغ جینی میں کیا ہے بغیر غریزی مطلوبہ بیہی میں
تفسیر سورۃ الواقعہ آیت و یحمل عرش ربک فوقہم یومئذ ثمانیۃ شاہ عبد العزیز نے وہ رسالہ
نقل کر دیا ہے۔ فرماتے ہیں۔ برادر فضائل ائین کائنات آگین شیخ عمر رفیع الدین سلمہ اللہ و زادہ
فی الدنیا والدین فتوحاً و برکاتاً۔ متواتراً و متوالیاً۔ در بعضے تصنیفات خود جنس نوشتہ
انکہ حلاۃ العرش جسے باشند کہ حامل کالات اولیاء النبیۃ اندر یعنی ابداء و خلق و تدبیر و تدلی الارض
مگر گمان غالب یہ ہے کہ منقول شدہ عبارت رسالہ مذکورہ کا منکر ہے۔ پورا رسالہ نہیں جو اللہ اعلم ۱۲۔ عمدتہ الحق۔

دب، عوام کے لئے مولانا رفیع الدین (متوفی ۱۲۳۳ھ۔ نور) نے قرآن عظیم کا لفظی ترجمہ ہندی میں کیا جس کی مدد سے دہلی کے عوام مولانا عبدالغفری کے معظ سے پورے مستفید ہوتے رہے۔

مولانا عبدالقادر (متوفی ۱۲۳۲ھ۔ نور) نے قرآن عظیم کا با محاورہ ترجمہ لکھا موضحہ القرآن کے تشریحی ارشادات آج تک محققین علماء کے لئے بصیرت افزا بن رہے ہیں:

مولانا عبدالحی نے لغات القرآن لکھی مولانا محمد اسماعیل نے اپنی عربی کتاب "تحدیث الہدایہ" کا ترجمہ تقویدۃ الایمان لکھا۔ یہ کتاب اگر پانچ سو برس پہلے لکھی جاتی تو ہندوستانی مسلمان دنیا کے مسلمانوں سے بہت آگے بڑھ جاتا۔ مولانا محمد تقی نے مشکوٰۃ کا ہندی میں ترجمہ کیا:

تفسیر آیہ نور | شیخ غسان نے یافعی میں اس کا تذکرہ کیا ہے۔ تفسیر آیت اللہ نور السعوت واکرام میں رسالہ مطبوعات از حکیم الامت دہلی اللہ موجود ہے۔ شاہ رفیع الدین کا یہ رسالہ اسی کی تفسیل ہے۔ دوسرے علماء اس مسئلے کو کس طرح حل کرتے ہیں۔ وہ سب اقوال اس میں جمع کر دیے گئے ہیں۔ اس میں ایک نئی بات یہ ہے کہ پہلے علماء کے چار فرقے بیان کئے جنہوں نے حقائق اشیاء میں بحث کی ہے۔ پانچویں فرقہ کا امام اپنے والدہ جبر کو لکھا ہے کہتے ہیں۔ ہوا عدم ہم فکر و اجمع ہم عدل۔ یعنی فکر وسیع اور جامعیت رکھتے ہیں۔ چہرہ ہر مسئلے میں پانچوں مذہب علیحدہ علیحدہ نقل کرتے جاتے

(بقیہ صفحہ ۱۲۱) میں وہ مذاہب حسب ذیل میں سلف اہلحدیث بتسکین، صوفیہ کرام، حکماء اشرافیہ و مشائخ، یہ چاروں فرقے حقائق اشیاء یعنی اُن کی حکمت سے بحث کرتے ہیں۔

۵۔ امام ولی اللہ کا مسلک ان سب کے اجماع - اتم - ایقین ہے۔ رسالہ مذکورہ کا ایک نسخہ ریاست ہما واپور - احمد پور شرقیہ، مولوی عبدالعزیز ولد مولوی احمد صاحب کے کتب خانے میں موجود ہے۔ ہمارے پاس بھی مکہ معظمہ میں اس کی ایک نقل پہنچی۔ معلوم نہیں کہ ہماری کتابوں کے ساتھ اس کو بھی ہندوؤں لایا گیا ہے یا نہیں۔

لے واضح یہ ہے کہ اس زمانہ میں اُردو کو عموماً ہندی ہی کہا جاتا تھا۔

۶۔ شاہ عبدالقادر کے ترجمہ کے متعلق - واقعات دہلی ۵۸۵ھ میں مذکور ہے کہ یہ ترجمہ ۱۲۰۵ھ میں ہوا شاہ عبدالقادر کے ترجمہ کا ایک ایڈیشن مطبع مفید عام اگرہ میں نواب شاہ جہان بیگ صاحب نے ایضاً بعد پال کے حکم سے چھپا تھا۔ اس میں شاہ عبدالقادر کا دیباچہ بھی دیا ہے۔ فرماتے ہیں: "اس بندہ عاجز عبدالقادر کو خیال آیا کہ جس طرح ہمارے والد بزرگوار حضرت شیخ ولی اللہ بن عبدالرحیم دہلوی فارسی ترجمہ کر گئے ہیں، سہل و آسان - اب ہندی زبان میں قرآن شریف کو ترجمہ کرے۔ الحمد للہ کہ ۱۲۰۵ھ میں میسر ہوا۔ کچھ عرصہ بعد آپ نے بعض فوائد موضع القرآن کے تاریخی نام سے لکھے۔ اس سے بھی ۱۲۰۵ھ حاصل ہوتا ہے۔

(تنبیہ) اس عبارت سے خیال گذرتا ہے کہ شاہ عبدالقادر اپنے بھائی کے اردو ترجمہ سے مطلع نہیں۔ بہت ممکن ہے کہ شاہ رفیع الدین نے اسی سال یا اس کے بعد ترجمہ لکھا۔ فوراً بعض پرانے ثقات سے سنی ہوئی بات ہے کہ شاہ رفیع الدین نے صرف چند سورتوں کا ترجمہ کیا۔ اور مولانا عبدالحی نے پورا کیا۔ دونوں ترجموں پر مولوی نذیر احمد نے اپنے ترجمہ قرآن کے دیباچہ میں جو کچھ لکھا ہے۔ وہ وہاں ملاحظہ ہو۔

۷۔ ثقات القرآن از مولانا عبدالحی دہلوی - فارسی زبان میں ہے۔ طبع ہو چکی ہے یہیں طلب علمی کے زمانہ میں دیوبند میں مفت تقسیم ہو کر ملی تھی۔ کمرات کو حذف کر کے وہ اعلیٰ الترتیب شکل افاد

(بقیہ صفحہ ۱۲۲) اکثر مجرمہ غرضی میں دیتے ملتے ہیں۔ مثلاً لاسرایب فید میں لاسرایب کا ترجمہ متعین کے لئے علی بن ابی القیاس، اس طرز سے لغت یاد ہو کر قرآن عظیم کا سمجھنا سہل ہو جاتا ہے۔

یعنی اس میں شرکیہ رسوم کا اثر نہ آئے پاتا۔ حنفی طریقہ ہندوستان کی پوائی سیکا لوجی سے بہت مناسبت رکھتا ہے۔ اگرچہ تعلیم ایک ہندوستانی مسلم العظروہ کو ملتی۔ تو وہ دوسری قوموں سے اسلامیات میں بہت لگے ٹھہ جاتا۔ یہیں عسوس ہوتا ہے کہ ہندو سے جب علوم خواسان آئے۔ تو وہ لوگ تشبیہ و تحسیم کے چھوڑ دیں اس قدر پریشان ہوئے کہ اسلام کی صحیح تعلیم سے بچھے رہ گئے۔ ہندوستانی تجلی الہی کے مسئلے کو بہت آسانی سے سمجھ سکتا ہے۔ اور حنفی طریقہ بھی اسی تجلی الہی کے ذریعہ ساری علوم و اسرار معرفت الہی سمجھتا ہے۔ تجلی کے مسئلے کو خواسانیوں نے نہیں سمجھا۔ اس لئے مسلمانوں کو بہت بچھے وال دیا گیا۔ قرآن عظیم ان کی ذہنیت سے منطبق ہی نہیں ہوتا۔ جب تک وہ اس کی کوئی تاویل نہ کر لیں۔ صوفیہ کرام کے وجود نے اس مصیبت کو کم کرنے کی کوشش کی ہے۔ مگر وہ صاحب بیان نہیں کہ علماء ان سے استفادہ کرتے۔ وہ صاحب حال میں بے شک۔ جو ان کی محبت میں پہنچ نہ سکیا

قال الشيخ عم فیضہم فی کتاب التہذیب ص ۲۸۳۔ وکتابہ فی التوحید کنت قرأتہ قبل الظہار الا سلام و نفعنی اللہ بہ فی فہم رد الا شر الہی ص ۲۸۳ سبباً لاہندائی بالاسلام۔ قال امام عبد السمیع شیعنی و امامی۔ انی احبہ کثیراً مثل ما یحب الناس الثمۃ مذاہبہم۔ استشهد فی ۲۶ ذیقعدہ ۴۳۶ھ بمعدنہ النعمی۔ ص ۴۰۔ نومبر ۱۹۱۱ء۔

فہم عبد الحمید مولا ناعمد اسمحاق الدہلوی ثم المکی۔ قال الشیخ محسن فی الیائہ الجنی۔ ہو من اصحاب الامام عبد الغنی ابن بنتہ اخذ عن جد عبد العزیز و جلس بعدہ مجلسہ۔ وکان معروفاً بالعلم والورع۔ و قال اند ولد علی التقوی۔ ترجمتہ للمشکوۃ معروفہ مرغوب فیہا۔ ہاجر الی مکہ و اقام بها سنین ثم توفی بمکہ سنہ ۳۶۶ھ۔ قلت ترجمتہ الشیخ للمشکوۃ قد دمجھا الشیخ قطب الدین الدہلوی تلمیذہ فی مظاہر الحق شرح المشکوۃ۔ فصارت نفعہ عاماً و الشیخ قطب الدین

۱۔ امام عبد العزیز کی تعلیم و ارشاد کا اثر حجاز سے گذر کر استانبول پہنچا۔ غالباً شیخ خالد کروی اس کا واسطہ بنا جس نے مولانا غلام علی کی خدمت میں سلوک کی تکمیل کی ہے اور مولانا محمد اسماعیل شہید کی صحبت کے توسط سے امام عبد العزیز سے مستفید ہوا۔ خالد کروی کا ایک شعر مشہور ہے۔ کہتا ہے کہ میں علماء خراسان کی خدمت میں پھرا لیکن طبیعتِ مطہن نہ ہوئی۔ اور وہی میں مولانا غلام علی کچرمت میں جانے کا ارادہ کیا۔ تو وہ لوگ مانع ہوئے مگر میں اُن کے اثر میں نہیں آیا۔
بدلی ظلمت کُفراست گفتمند و بدل گفتم
بظلمت روا گرد و جستجوئے آب حیوانی

خالد کروی کے شیخ طریقت مولانا غلام علی بھی امام عبد العزیز کے اصحاب ہیں سے تھے۔ استانبول کے علماء کی طرف سے امام عبد العزیز کی خدمت میں دعوت نامہ آیا کہ اگر آپ آستانہ تشریف لائیں تو یہاں کی تمام علمی جماعتیں آپ کی سیادت میں کام کریں گی۔ مگر امام عبد العزیز نے اپنے والد ماجد امام ولی اللہ کے ہندی کام کی تکمیل سے علیحدہ ہونا پسند نہیں کیا۔

بقیہ صفحہ ۱۲۳۔ ہو خلیفۃ الشیخ محمد اسحاق صاحب النصائب الکثیرۃ۔ مکتب جامع القا سید و مظاہر حق۔ و ظفر جلیل و غیرہا۔ و کان من خواص اصحاب الشیخ محمد اسحق و ترجمتہ للمشکوۃ و مجہا النواب فی شرح المشکوۃ۔ و نفع اللہ بہ کثیراً من عبادہ توفی الشیخ قطب الدین بالمدینۃ المنورۃ سنۃ ۱۸۸۹ ھ تمہید ۲۱۴۔

احادیث صحیحہ ۴۴۱ لے یہ روایت زبانی ہے اور مشائخ دیوبند میں متواتر چلی آتی ہے کیونکہ مولانا محمد
حماد برکی وغیرہ کا ادھر تعلق تھا۔ دعوت نامہ میں ایسے الفاظ ہیں کہ ہم آپ کی کفش برداری کو فخر سمجھتے
ہیں۔ مولوی محمد حسین بٹالوی کی اشاعت السنۃ میں غالباً اس کے متعلق کچھ مواد مل سکے۔

شیخ خالد کردی | حضرت شیخ غلام علی (عرف عبد اللہ) مجددی نظری مجدد دامت ثلاث عشر
شمار ہوتے ہیں۔ ڈہلی کی خانقاہ مجددیہ انہیں کے نام سے آباد ہے آپ

کی ذات سے اس قدر فیض جاری ہوا کہ بقول شاہ عبد الغنی محدث دہلی شاہیدی اگلے مشائخ میں کسی
سے اس قدر فیض ہوا۔ ہندوستان میں شاید ہی کوئی ایسا شہر ہو جہاں آپ کا کوئی خلیفہ نہ ہو صرف
ایک شہر انبالہ میں آپ کے پچاس خلفائے آپ ہی خلیفہ شیخ خالد کردی تھے جن کے مناقب میں
علامہ شامی نے مستقل رسالہ تالیف فرمایا جس کا نام مسل الحسام الهندی المنصراۃ
مولانا خالد النقشبندی ہے۔ یہ رسالہ مصر میں طبع ہو چکا ہے ۱۳۲۲ھ میں ان کا براہ ایران
پورے ایک سال کے سفر کے بعد واپس پہنچا۔ اور شاہ غلام علی کی خدمت میں پہنچ کر فیضیاب ہونا اور
قطب ارشاد دین کرواپس وطن جانا اور وہاں مرجع خاص و عام ہونا مفصل ذکر کیا ہے۔ و قال
فی ذلك ليلة دخوله بلدة دھلی انشاء قصيدة طنائتہ فی ذکر دقائم السفر
ونخلص الی مدح شیخہ۔ مطلعہا۔

کملت مسافۃ کعبۃ الامل
من نور الافاق بعد ظلامہا
اعنی غلام علی القمر الذی
من کھطہ یحیی العظام البالی

ذکر القصیدۃ بکمالہا فی الیائے الحنی۔ قال الشیخ مراد القزافی
فی ذیل الرشحات ولد الشیخ غلام علی شہ فی قصیدۃ بئالہ۔ فیصل نسبہ
بسیدنا علی کرام اللہ وجہہ۔ ولما وصل الی مولانا مظہر شہ واطلب علی
الاخذ منہ الی خمس عشرۃ منہ۔ وتوجه الطالبون الیہ من جمیع البلاد

(بقیہ صفحہ ۱۲۵) وقد انتشر الاخذون عندی جميع اقطار الارض شرقاً وغرباً و
 جمعاً. وعمر یاد توفی الشیخ غلام علی سنہ ۱۲۵۵ھ. قلت کان الشیخ عبد اللہ من کبار
 اصحاب الامام عبد العزیز الدہلوی۔

والشیخ خالد یتصل نسبہ بسیدنا عثمان من طریق امیہ و امامہ من
 السادات العلویۃ۔ اخذ عن الشیخ عبد اللہ الدہلوی الطریقۃ النقشبندیۃ
 البجد دیۃ۔ ثم اجتمع اخیراً بالنشأہ عبد العزیز بن النشأہ ولی اللہ الدہلوی۔
 ملکت العلماء فی عصرہ۔ وذلك بإشادۃ شیخہ۔ فأجازہ بجميع ما يجوز له روايته
 توفی سنہ ۱۲۲۲ھ۔ قالہ الشیخ مراد القزانی فی ذیل الرشحات ہ کتاب التہقید
 ۲۱۹ و ۲۲۰۔

شاہ عبد الغنی محدث دہلوی نے شیخ خالد کا ایک فارسی قصیدہ نقل کیا ہے جس کے نسخہ
 شعر میں مطلع اور زمین ملاحظہ ہو۔

خبر از من دیدگان شاہ خوبان را بہ بہنای	کہ عالم زندہ شد بار دیگر از اہرنیسا فی
شیخ کی مدح میں کہتے ہیں۔	
امام اولیا سیاح بیدائے خدا بینی	نیرم کبریا سیاح دریائے خدا دانی
ہمین را بہنایاں شمع جمع اولیا وین	دلیل پیشایاں قبیلہ اعیان روحانی
چربخ آفرینش ہمہ برج دانش و بینش	کلید گنج حکمت محرم اسرار سبحانی
ایمن قدس عبد اللہ شد کز القات او	دہر نگ سیاہ خاصیت لعل بدخشانی
مقطع ز جام فیض خود کن خالد در اندہ را سیراب	کہ اولب تشنہ مستقی و تودریائے اعمانی

اسی قصیدہ کا وہ شعر ہے جو متن میں مذکور ہے حضرت شاہ عبد الغنی محدث دہلوی ہمارے
 مدنی اپنے رسالہ مذکورہ حضرت شاہ غلام علی میں لکھتے ہیں مولانا خالد شر زوری کردی در علماء ہند
 فی الجملہ مدح حضرت شاہ عبد العزیز سے نمودند۔ حدیث م ۱۳۸ ۱۲ عمود نور الحق

الف جن لوگوں نے امام ولی اللہ، امام عبدالعزیز، اور ان کے رفقا کی کتابیں نہیں پڑھیں۔ وہ حزب ولی اللہ کے امتیازی خواص ابھی طرح نہیں سمجھ

(بقیہ صفحہ ۱۲۶) میں نے مکہ معظمہ میں خالد کردی کے مطبوعہ مکاتیب دیکھے۔ سال بھر میں ایک بار وہ دہلی خط لکھا کرتے تھے۔ اور حجاز کی معرفت پہنچانے کا انتظام تھا۔ خط میں مولانا محمد اسماعیل شہید کا تذکرہ اس طرح کرتے جیسے کوئی کسی کا صدیقِ حمیم ہو۔ ساتھ ہی شیخ خالد مولانا شہید کے علمی ترقی کا بھی بہت زیادہ متعرف ہے۔ ان خطوط میں حضرات ثلاثہ کی اصطلاح خاص طور پر برتی جاتی ہے۔ ملے غرض یہ ہے کہ گویا، استنبول نے آپ کو دعوت دی۔ مگر آپ نے ایک تو اس لئے تسلیم نہ کیا۔ کہ وہ اپنے والد کے کام کو ترک کرنا نہیں چاہتے تھے۔ کیونکہ وہ حجاز چھوڑ کر ہند واپس آگئے تھے۔ اس کے علاوہ شاہ عبدالعزیز کو علم ہے کہ ان کا مقرر کردہ پروگرام استنبول میں بیٹھ کر پورا ہی نہیں ہو سکتا۔ دوسرے علماء اس کو ماننے کے لئے آسانی سے تیار نہیں ہوں گے کیونکہ مسکول کا کافی اختلاف موجود ہے۔

واضح رہے کہ شاہ ولی اللہ کا مخاطب اعلیٰ طبقہ ہے۔ وہ تمام دنیا میں ایک ہی رنگ لکھتا ہے اس لئے ان کی باتیں دوسرے ممالک میں اسی طرح مانی جا سکتی ہیں۔ جیسے ہندوستان میں مگر شاہ عبدالعزیز اعلیٰ طبقہ کو چھوڑ کر متوسط اور عوام کو مخاطب بنا کر وہی عالی علوم ان تک پہنچانا چاہتے ہیں۔ تاکہ یہ علوم راسخ ہو سکیں۔ ظاہر ہے کہ متوسط طبقہ ہر ملک کا جدا جدا ہوتا ہے۔ تو اب جو خصوصیات امام عبدالعزیز کے طریقے میں موجود ہیں۔ وہ صرف محققین کی ضرورت کی وجہ سے ہیں۔ علمی طور پر ان کو اس بلند فکری سے نیچے اترنے کی۔ خود اپنی طبیعت کے رو سے، نیز اپنے خصوصی ماحول مثلاً خاندان تلامذہ والا، کے رو سے۔ کوئی ضرورت نہیں۔

اسی فرق کا نتیجہ ہے کہ شاہ ولی اللہ فقہ حنفی اور شافعی کو مساوی درجہ دیتے ہیں۔ اور شاہ عبدالعزیز فقط فقہ حنفی سے متعبد ہیں۔

سکتے۔ اس حزب کے مقاصد کی توضیح میں جس قدر دنیا کے اسلام کی مشترک زبان عربی میں لکھا گیا ہے۔ اس سے بہت زیادہ پہلے فارسی میں۔ اور پھر خالص ہندی میں تحریر ہوا عربی، ترکی ممالک اُن سے زیادہ استفادہ نہیں کر سکتے۔

اب، امام دلی اللہ اور امام عبدالعزیز کے زمانہ میں ہندوستان سے باہر جس قدر اسلامی تحریکیں پیدا ہوئیں جیسے ایران میں بابی۔ نجد میں وہابی، یمن میں زیدی۔ وہ خاص خاص پروگرام لے کر اٹھیں۔ حزب دلی اللہ کی ہندوستانی تحریک اُن میں کسی سے نہ تو مقصد میں اشتراک کرتی ہے نہ اُس کا طریق عمل کسی تحریک کے ساتھ مشتبہ ہو سکتا ہے۔

دج حزب دلی اللہ کا بابی تحریک سے اشتباہ تو کسی کے وہم و گمان میں بھی نہیں آسکتا۔ کیونکہ فرقہ شیعہ کی غلطیوں سے عوام و خواص کو بچانا۔ اس حزب کے ذاتیات میں داخل ہے۔

میں نے ہندی فارسی میں۔ نہ ایرانی فارسی میں۔

میں کو چونکہ شاہ صاحب کا ان تحریکات کے ساتھ ایک آئندہ (نصب العین) میں اختلاف موجود ہے۔ شاہ صاحب حضرت عثمان کی شہادت کے بعد جو اختلاف پیدا ہوا۔ اس کو اسلامیت میں سند بننے نہیں دیتے۔ حامی محمد پر سلطان قرون شہود لہذا بالخیر کی تعیین تا بعین کے دور تک کر لیتے ہیں۔ دوسرے الفاظ میں اسلام کی پہلی صدی اُن کے ہاں قابل استناد ہے۔ تو اس فرق سے تحریکات کے ذاتی جوہر

(د) البتہ عرب کی نجدی تحریک سے حزب ولی اللہ بعض امور میں اشتراک رکھتا ہے اس لئے ظاہر بین دونوں کو یکساں مان سکتے ہیں۔

عرب میں شیخ الاسلام ابن تیمیہ دمشقیؒ کے اتباع میں سے شیخ محمد بن عبد الوہاب توحید کی دعوت دینے کے لئے اٹھتے ہیں حزب ولی اللہ میں بھی توحید کی دعوت اسی طرح موجود ہے۔ اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ کا احترام بھی دونوں تحریکوں میں سَلَم ہے۔

(بقیہ صفحہ ۱۲۸) میں اختلاف پیدا ہو جاتا ہے۔ ایک شیعہ جو حضرت علی کریم اللہ وجہ کے زمانے میں ایک چیز کو حق سمجھتا ہے۔ وہ اس کو پہلے تین خلفاء کے زمانے پر ترجیح دینے کے لئے تیار ہو جائے گا۔ اور شاہ ولی اللہ کے اُن یہ نامکانات میں سے ہے۔ کیونکہ شاہ صاحب کا مقصد خلافت راشدہ کا احیاء ہے۔ بہت سے مذاہب محدثہ جو پہلی صدی میں پیدا ہوئے۔ دوسرے علماء کے طریقے پر سنون سے متشابہ ہو سکتے ہیں اور شاہ صاحب کے طریقے پر یہ نامکُن ہے۔

رہا پروگرام کا فرق۔ یہ تو ہر طریقے میں اظہر من الشمس ہے۔ شاہ صاحب اپنے پروگرام میں عقل، نقل، کشف، ہر سر کو جمع کرنا ضروری قرار دیتے ہیں۔ دوسرے لوگ اس طرح کا پروگرام نہیں بناتے۔

لے الشیخ محمد بن عبد الوہاب بن سلیمان صاحب فہم الذی تنسب الیہ الطائفة الوہابیة والشیخ بالعیلیة من بلاد نجد وہم بیعت ففحة لما امراد نشر دعوتہ خرج الی الدریعہ واطاعہ امیر محمد بن سعود من الافرغ وھذا فی حدود ۱۱۵۹ھ وانتشرت دعوتہ فنجند وشرق بلاد العرب الی عمان

بقية صفح ١٣٩. ولم يخرج عنها إلى الجواز واليمن إلا في حدود سنة ١٢٠. قال محمد بن ناصر
الحاذي تلميذ الشوكاني. هو رجل عالم. متبع الغالب عليه في نفسه ألا تباع. و
سأله معروفة. وفيها المقبول والعردود. وأشهر ما ينكر عليه خصمنا ككبيرنا
ألا ولي تكفير أهل الأراض بمجرد تلفيقاته لا دليل عليها. وقد انصفت السيد
الفاضل العلامة داود بن سليمان في الرد عليه في ذلك. والثانية التجاري على
سفك الدم المحصوم بلا حجة ولا إقامة برهان. وكان يعلن أن من دعا غير الله
أو توسل بنبي أو ملك أو عالم فانه مشرك. شاء أو أبى. اعتقد ذلك أمرا و
تعدى ذلك إلى تكفير المسلمين بسبهم وهم. فكفر محمد بن بن عبد الوهاب من
دعاه أو ولياء وكفر من شك في كفره وكان يجاهد من خالفه. ولو بالاعتقال
وينهب الأموال ويكفر الأمة الحمدية في جميع الأقطار فهو رجل علم من
الشرعية شطرا ولم يعن النظر ولا قرع على من يهديه نعيم الهداية ويدله على
العلوم النافعة ويفقه فيها. بل بعضا من مؤلفات الشيخ ابن تيمية ومؤلفات
تلميذ ابن القيم وقلاه من غير اتفاق مع انهما يجرمان التقليد قال
الشيخ السيد محمد امين المعروف بابن عابد بن في رد المختار شرح الرح المختار
في باب البقاة شيئا كما وقع في زماننا في اتباع عبد الوهاب الذين خرجوا من نجد
وتقدموا على الحرمين وكانوا يفتخرون مذهب الحنابلة. لكنهم اعتقدوا انهم
هم المسلمون وان من خالف اعتقادهم حشرون واستباحوا بذلك قتل
أهل السنة وقتل عندهم حتى كسر الله شوكتهم وحزب بلادهم ونظرهم عساكر
المسلمين عام ١٢٣٢ انتهى. فأردوا على الحرم المحترم نصف النهار يوم السبت
ثامن شهر المحرم سنة ١٢١٨ في الشيخ محمد بن عبد الوهاب سنة قيل غارة الحرم وأما
كان ذلك من دلالة عبد بن محمد بن عبد الوهاب امام انوهابية م. اجد العلوم م.

امام ولی اللہ نے شیخ ابراہیم کو دی مدنی کے کتب خانہ میں شیخ الاسلام ابن تیمیہ سے کافی استفادہ کیا ہے۔ ازالۃ الخفا میں بعض اساسی مسائل ایسے موجود ہیں جو یقیناً منہاج السنۃ سے لئے گئے ہیں۔ امام ولی اللہ شیخ ابراہیم کی اتباع میں شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور شیخ اکبر محی الدین ابن عربی کی یکساں عزت اور عظمت مانتے ہیں۔ اور اس میں امام ربانی شیخ احمد سرمدی کو بھی شامل کرتے ہیں۔ کہ ان کے بعض بیانات کے اخلاق سے ان کے مطاب کی صحت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

الشیخ ابراہیم الکردی | حارث بقنون العلم من الفقه والحديث
والعربیہ والاصولین ولہ تصانیف فی

ذلك حل الى بغداد والشام ومصر والحرمین وصحب القشاشی وروی
عنه الحديث وكان يتكلم بالفارسی والکردی والترکی والعربی كان مجلسه
روضة من رياض الجنة. وكان يروح كلام الصوفیة علی الحقائق الحكمیة ویقول
هؤلاء الفلاسفة تماردوا عشورا علی الحق ولم یهتدوا الیه. وتادیخ وفاته انا
علی فراقک یا ابراہیم لحنونون۔ م ایچ ۱۳۲۸ھ -

لہ فتنہ عثمان سے پہلے حوزہ مانڈرا اس میں شاہ صاحب کا یہ نظریہ ہے کہ اختلاف ہوا ہی
نہیں جس قدر اختلاف مروی ہے وہ مشورہ شروع کرنے میں جیسے اختلاف ہوتے ہیں اس نمونے کا
ہے۔ مگر فیصلہ میں اختلاف ہو۔ ایسا کبھی نہیں ہوا۔ ایک چیز پر متفق ہو کر لکھتے تھے۔ اس پر شاہ صاحب
نے ازالۃ الخفا میں بسط سے زور دیا ہے۔ اور یہ ان کی بہت بڑی علمی اساسی چیز ہے۔ اور شیخ الاسلام

(بقیہ صفحہ ۱۳۱) ابن تیمیہ نہاج میں اس کو ایک آدھ سطر میں لکھ جاتے ہیں۔ تو اس امر کا اعتراف نہ کرنا علمی طبقے میں محبوب ہے۔ ہم شاہ صاحب کی اس لئے عزت نہیں کرتے کہ وہ تمام چیزیں از خود ایجاد کرتے ہیں۔ وہ سلیم الفطرت ہیں۔ اور ائمہ متقدمین کی صحیح سے صحیح باتیں ہی پلٹے ہیں۔ یہ ان کی عظمت کا راز ہے۔ وہ شیخ اکبر اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ سے کیساں طریقے پر ان کی اچھی تحقیقات قبول کر لیتے ہیں۔

امام ربانی کے بعض اقوال پر عرب و ہند میں سخت انکار کیا گیا۔ مثلاً وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دو جہد خلعت میرے ذریعہ نصیب ہوا۔ شاہ صاحب اس کی توجیہ فرماتے ہیں۔ کہ یہ بیان کی پیچیدگی اور الفاظ کی کوتاہی اور عدم مساعدت ہے۔ ورد ان کا مطلب صحیح ہے۔ جس میں کسی کو اختلاف کی گنجائش نہیں۔ مثلاً وہ فرماتے ہیں کہ سلطان محمود غزنوی نے ہندو کو فتح کیا۔ اور یہاں اسلامی سلطنت قائم کی۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کا غلبہ مالک اور ادیان پر یہ آپ کے ذاتی کمالات میں داخل ہے۔ مگر ہندوستان پر غلبہ متحقق ہونے میں سلطان محمود واسطہ بنتا ہے۔ اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض کمالات کی تشریح میں امام ربانی واسطہ بن سکتے ہیں۔ شاہ صاحب فرماتے ہیں۔ کہ امام ربانی کے بیانات میں الفاظ کی کوتاہی ہے امام علیؑ کی مکتوبات مثلاً پر فرماتے ہیں۔ مکتوب درد فوج شہادت مکتوب حضرت مجدد کہ در باب خلعت و حصول این مرتبہ عظمیٰ بآحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بہ وساطت بعض افراد امت و آن افراد را مراد از نفس خود داشته اند۔ مکتوب چہارم از مجدد ثالث و غیر ان تصریح کردہ اند کہ آنحضرت راضی اللہ علیہ وسلم بعد ہزار سال بواسطہ بعض افراد امت مقام خلعت حاصل شد و باشارہ مفہوم مے گردد کہ مراد از ان فرو ذات مجدد است۔ و این مقدمہ بظاہر مورد اشکالات کثیرہ شدہ است۔ بالخصوص پیش فقیر متحقق شدہ اس است کہ غرض شیخ اثبات اصل خلعت است۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم۔ در اول امر بغیر توسط و اثبات توسط خود و رفیضان خلعت پر نبی آدمؑ بال معنی کہ بہ توسط او بعد ہزار سال مراد ہزار حصہ از ان خلعت یا چند و حدیں جا ہیج خدا شدہ لازم آید زیرا کہ فضائل افاضیہ مثل مقتدا و متوسل و مجتہد۔ بنویسے خلق متحقق

ایسا ہی مولانا محمد اسماعیل شہید کی تقویۃ الایمان جو حجة الله
البالغة سے ماخوذ ہے۔ شیخ محمد عبد الوہاب کی کتاب التوحید کی
طرح بعض مقامات پر ایک ہی سی بات لکھی ہے۔

بقیہ صفحہ ۱۳۱۔ شدہ است۔ وہم نہیں ہر حال کے کہ سبب اور جمع جندی شوند۔ و اتباع آنحضرت علی
اللہ علیہ وسلم درست کنند۔ و اُن عالم واسطہ عموم دعوت و مقتدا بودن آنحضرت علی اللہ علیہ وسلم
مراں قوم را خواہد بود۔ ص ۹۸-۹۹۔ نور الحق۔

ضرب دہلوی اور ضرب صادق پوری | قال الشیخہ عم فیضہم
فی کتاب التہدید ص ۱۳۸ الحزب

الدهلوی۔ یعیل الی الصمد الشہید والصمد الحکیم (مولانا اسحق) اکثر
والحزب الصمد قبوری الی الامیر الشہید والسید اسحاق اکثر۔ و کلام متفق
علی امامۃ الامام ولی اللہ الہلوی۔ ثم الامام عبد الغفریز ثم الامیر الشہید
السید احمد۔ لکن بعد ما اشتیک بعض ائمة الصمد قبورین مع الظاہریۃ
والعبدین وزیدیۃ الیمین و حنابلۃ النجد و خرجوا عما کان علید الصمد
الشہید۔ حدث الاختلاف الکثیر بین العلوم والمعارف بین الحزبین۔
واذا امعنت النظر فی تقویۃ الایمان للصمد الشہید۔ و کتاب
التوحید تجد الفرق بینہما ظاہراً فی مسئلۃ عدم مغفرة المشرک و
مسئلۃ نفی التوسل۔ و کذا لک اذا امعنت فی اصول الفقہ للشہید و ادشاً
القول الشوکانی وجد تهما متبائنین فی الاستدلال بالاجماع وغیرہ۔ و
لک اذا قرأت کتاب الحقائق للصمد الشہید وجدت مسئلۃ فی فلسفۃ
ابن العربی محناً لمسلك شیخ الاسلام ابن تیمیہ واصحابہ من الحنابلۃ۔ و

ہندوستان میں جس قدر اہل علم حزبِ ولی اللہ کے مخالفت میں، وہاں
اشتراکی مواقع کی بنا پر دونوں تحریکوں کو ایک بنانے کے لئے کافی سے زیادہ
کوشش کر چکے ہیں۔

دعا، مگر جب اچھی طرح غور کیا جائے، تو یہ اشتباہ دور ہو جاتا ہے امام
ولی اللہ کی عقلیت اور اُن کا فلسفہ، وحدۃ الوجود کے مسئلے پر مرکوز ہے۔ وہ
امام ربانی کی وحدۃ شہود کو بھی وحدت وجود سے تطبیق دیتے ہیں اور شیخ الاسلام
ابن تیمیہ وحدۃ الوجود کے ماننے والوں سے جس قدر شدید نفرت رکھتے ہیں وہ دنیا
کو معلوم ہے۔ جب کہ دونوں تحریکوں کی ذاتیات میں اس قدر اختلاف ہو۔ تو
اُن کو محض بعض امور کے اشتراک سے ایک نہیں کہا سکتا۔

(بقیہ صفحہ ۱۳۳) کان الشیخ السید نذیر حسین الدہلوی یتبع الصداق المشہد فی
عدم تکفیر ابن العربی۔ قال فی کتاب النجات بعد السمات: میں صاحب طبقہ علم کرام
میں شیخ محی الدین ابن العربی کی بڑی تعظیم کرتے تھے۔ اور ختم الاولیاء الحمدیہ کہہ کر پکارتے تھے۔
مولانا بشیر الدین قنوجی جو شیخ اکبر کے مخالفت تھے، ایک مرتبہ وہی اسی غرض سے تشریف لائے کہ
اُن کے بارے میں میاں صاحب سے مناظرہ کریں، دو مہینے دہلی میں رہے، روزانہ مجلس مناظرہ گرم
رہی۔ مگر میاں صاحب اپنی عقیدت سابقہ سے جو شیخ اکبر سے تھی، ایک تل برابر بھی پیچھے نہ ہٹے آخر
مولانا ممدوح دو ماہ کے بعد واپس تشریف لے گئے۔ علیٰ ہذا القیاس مولانا ابو الطیب شمس الحق نے بھی
شیخ اکبر کے متعلق کئی دن تک متواتر میاں صاحب سے بحث کی، اور خصوصاً حکم پر اعتراضات جگائے۔

(بقیہ صفحہ ۱۳۴) میں صاحب نے پہلے تو سمجھایا، مگر جب دیکھا کہ ابھی لا نسلم ہی کے کوچہ میں رہا تو فرمایا۔ کہ فتوحات مکہ شیخ اکبر کی آخری تصنیف ہے۔ اور اس لئے ان کی سب تصانیف مابین کی ناسخ ہے اس جلد پر وہ سمجھ گئے۔ انتہی۔ وکذا لکرجع الی عدم التکفیر الامیر القنوجی نے کتابۃ التاج المکمل حین قال المذہب الہاراجی نے مسلك ابن العربی علی ما ذہب الیہ العلماء المحققون الجامعون بین العلم والعمل والشرع والسلوک۔ السکوت فی شأنہ۔ وصرف کلامہ الخالف لظاهر الشرع الی محامل حسنة۔ وکف اللسان عن تکفیرہ و تکفیر غیرہ من المشائخ الذین ثبت تقواہم فی الدین وظهر علمہم بین المسلمین وکانوا فی الذروة العلیا من العمل الصالح محمد نور الحق۔

طریقہ امام ولی اللہ و طریقہ محمد بن عبد اللہ عرب النجدی | الامام ولی اللہ قد بنی طریقہ

علی عرض المجتہدات علی السنۃ الکتاب و تطبیق الفقہیات بہما فی کل باب؟ و قبول ما یوافقہا من ذلک، و رد ما لا یوافقہا۔ کائنا ما کان۔ وکذا لک ابن ابنہ المولی محمد اسمعیل الشہید اقیقۃ اثر جیدۃ و لہر یکین لیتخرج طریقاً جدیداً فی الاسلام کما یرحمہ الجہال۔ و طریقہ ہذا اکلہ مذہب حنفی، و شرعہ حقہ مضی علیہا السلف و الخلف و ہورحمہ اللہ احیی کثیر من السنن المعات و امات عظیمہا من الاشراک و المحدثات حتی قال درجۃ الشہادۃ۔ و لکن اعداء اللہ و رسولہ تعصبوا فی شأنہ و شأن اتباعہ و اقراند حتی نسبوا طریقہ ہذا الی الشیخ محمد بن عبد الوہاب النجدی و لقبوہم بالوہابیہ۔ وان کان ذلک لا یجد بہم نقلاً لافہم لا یعرفون نجد اذکما صاحب نجد۔ بل ہم اہل بیت علم الخفیۃ و اصحاب النفوس المزکیہ قالہ الامیر القنوجی فی الحطۃ۔ کتاب التہامید موقوف ثالث فی شیوہ الحدیث فی الہام اس کی مزید تفصیل کے لئے ش۔ م منہ لا خط ہو۔

ایسا ہی مولانا شہید کی تقویۃ الایمان کا التوسل فی الدعاء کو جائز قرار دینا اور شرک اصغر کے ترکب کو کافر نہ مانتے ہوئے غیر مغفور قرار دینا۔ دو اساسی مسئلے ہیں جو کتاب التوحید کے مناقض ہیں شیخ محمد بن عبدالوہاب کے اتباع ایسے لوگوں کو کبھی معاف نہیں کرتے جو مولانا محمد اسماعیل شہید کے ان دو مسئلوں میں تابع ہوں۔ ایسی حالت میں دونوں تحریر کو کو ایک سمجھنا سرسری سمجھ کا مغالطہ ہے۔

التوسل فی الدعاء | مثلاً خدا تعالیٰ سے استدعا کی جگہ بجز مت فلاں یا بھتی فلاں کہہ کر تو اس توسل کو ابن عبدالوہاب نہایت شدت سے ممتنع قرار دیتے ہیں۔ مولانا محمد اسماعیل کے ہاں یہ توسل ناجائز نہیں ہے۔ تقویۃ الایمان میں اس کے حوالہ کی تصریح کرتے ہیں۔ لیکن شیخ عبدالغفار شینا جہاں ذات الہی کو توسل کے درجہ پر بلا یا گیا ہے۔ ہر دو کے ہاں ناجائز ہے۔ یہ ہے توسل فی الدعاء کا مسئلہ جس میں ہر دو طرف ایک دوسرے کی نفی ہیں۔

دوسرا مسئلہ حسب ذیل ہے۔ آیت اللہ لا یفخر ان یشرك بیدہ ویفخر ما دحاہ ذلک لمن یشاء۔ کی تفسیر میں ہر دو کا اختلاف ہے۔ اس آیت کا ظاہری اقتضا یہی ہے کہ شرک غیر مغفور ہے۔ درمیانہ شرک دوسرے کہاں قابل مغفرت ہیں۔ یہ اس آیت کا ظاہری تقاضا ہے۔ اب شرک کا لفظ دو درجوں پر اطلاق ہوتا ہے۔ شرک اکبر، شرک اصغر، شرک اکبر تو یقیناً کفر ہے کسی شخص کا اہل اسلام میں سے اس میں اختلاف نہیں کہ وہ غیر مغفور اور ابدی عذاب کا باعث ہے۔ شرک اصغر کو اہل علم کبار میں شمار کرتے ہیں۔ ابن الوہاب اس کو شرک اکبر سے ملاتا ہے

بقیہ صفحہ ۱۳۶ پر جو کہ نص میں عموم ہے اس لئے وہ اس میں تخصیص کی اجازت نہیں دیتا۔ نتیجہ یہ نکلا جائے کہ جو مسلمان شرک اصغر میں مبتلا ہو۔ اُس کا اسلام ان کے ہاں مقبول نہیں ہے۔ مثلاً مسئلہ شیخ اول من احدث بغیر اللہ فقد اشرک، وغیرہ امور یہاں عام اہل علم اور ابن عبد الوہاب کا اختلاف واضح ہو گیا۔

حاکم مولانا شہید یہاں حکم کے طور پر ایک فیصلہ کرتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں شرک اصغر کی بھی جس قدر سزا مقرر ہے وہ معفو نہیں ہوگی۔ شرک اصغر کا اثر میں شامل نہیں۔ اس کی سزا اس کے مرتکب کو ضروری طور پر بھگتنا پڑے گی۔ مگر وہ کفر کے برابر نہیں۔ تاکہ ابدیت عذاب اس میں ثابت ہو۔ ابن عبد الوہاب آیت مذکورہ میں شرک کی تخصیص سے مانع تھا۔ ہم نے بھی اس کی تخصیص نہیں کی۔ بلکہ اس کا عموم پر حال رکھا۔ اور عموم بحال رکھ کر حکم میں جو اہل علم کا متفقہ مسئلہ ہے اصحاب اور تابعین کے حمد سے لے کر، کہ شرک اکبر و اصغر میں فرق ہے۔ اُس کو قائم رکھا۔ مولانا محمد اسماعیل اس تحقیق میں متفق ہیں۔ مسلمانوں میں ہم نے اب تک کسی عالم کے کلام میں اس کے متعلق کوئی اشارہ نہیں دیکھا۔ ”قد تقویت الایمان“ میں ان اللہ لا یغض ان یشک بہ الخ کے متعلق جو فائدہ لکھا۔ اس میں اس کی تشریح کر دی۔ ہم نے بخاری حصار کو لحاظ سے اس پر متنبہ کیا۔ وہ سن کر حیران رہ گئے پھر کبھی بھی انہوں نے اس پر بحث کرنا مناسب نہ سمجھا۔ کیونکہ اس سے اُن کے امام کی ساری اساس ہندم ہو جاتی ہے۔ اور نظر ہے کہ وہ مولانا شہید کی بات کا انکار بھی نہیں کر سکتے۔ ہمارے سامنے انہوں نے اس بات پر کوئی انکار نہ کیا۔ اور مولانا شہید کی عظمت کا اعتراف کر لیا:

ان حالات کے بعد ہم کیسے کہہ سکتے ہیں۔ کہ ہر دو غریبیں ایک ہیں، ہندوستان سے بعض اہل حق مگر مظہر میں آئے رہے۔ اور بخاریوں کو یقین دلاتے رہے۔ کہ مولانا اسماعیل شہید تمہارے ہم مسلک ہیں ہم نے حبیب ان کو مایہ الفرق سمجھا یا۔ تو وہ حیران رہ گئے۔ کہ براہِ ہندویش کیسے۔ ہیں۔ کہ اپنے امام کی باتوں کو بھی نہیں سمجھتے۔ ہم نے کہا۔ یہ اور زبادہ تعجب انگیز ہے۔ کہ وہ کتاب سلیس اردو میں لکھی ہوئی ہے۔

دکا، یعنی تحریک کے ایک بزرگ امام شوکانی، محقق محدث ہیں۔ اور حزب ولی اللہ کے اتباع میں سے بعض فرقے مستقل طور پر ان کی اتباع کا دم بھرتے ہیں۔ وہ دیکھتے ہیں کہ اتباع سنت کی تفصیلی دعوت میں امام شوکانی حزب ولی اللہ کا سامم ہے مگر حقیقت شمس جانتے ہیں کہ شوکانی زیدی ہیں اس لئے تنفیہ سے گو بعض مسائل میں اشتراک ضروری ہے پھر بھی وہ مجتہد اجماع پر صاف رائے نہیں رکھتے۔ قاضی شوکانی کی کتاب "ارشاد الفحول" اور مولانا شہید کا رسالہ اصول فقہ ملا کر پڑھئے تو فرق واضح ہو جائیگا۔

امام شوکانی هو محمد بن علی بن محمد الشوکانی ولد ۲۸ ذیقعدة سنة ۱۱۷۲ قد ائزق سعة التبحر في العلوم على اختلاف اجناسها وانواعها وادناها وسعة التلامذة المحققين وسعة التأليف المحررة وبلغ حددها الى (۶۵) كتاباً منها كتاب نيل الاوطار لا نظير له في تحقيق المسائل اعطى فيها المسائل حقها في كل بحث على طريق الانصاف وعدم التقيد بذهاب الاسلاف وكان يقول انه لم ير من عن شي من مولفاته سوا الامام هو عليه من القويم البليغ وقرئ عليه مراراً وانتقم به العلماء وكان تاليفه في ايام مشائخه فينبوه على مواضع منه تقرر وشوکان المسم بلدة هجرة. توفي الشوکانی في جمادی الآخرة سنة ۱۲۵۰ انتهى اجد العلوم ۸۷

قال الشيخ عم فيضهم اني اخذت فقه الامام محمد بن علی الشوکانی عن الشيخ الامام الحسين بن محسن اليماني عن محمد بن نصر الحارثي واحمد بن

بقية صوره ٣٠ محمد بن علي الشوكاني - كلاهما عن الامام محمد بن علي الشوكاني - واشتغلت
 بالاستفادة عن كتب عدة طويلة وافي معترف بان الله اعاني تلك الصعاب
 على فهم طريقة المحققين. لكن ما وافقت الشوكاني في كثير من مجتهدااته و
 الذي اعتقد في حقه انه عالم منصف. مجتهد في الاصول والفروع. زهيد
 ينصر السنة. لكن لا يوافق اهل السنة: لعقهاء ولا اهل الظاهر منهم في
 جميع ما يعرفونه. ومن اجل اليد يهيات عنده من وقف على طريقة الامام
 ولي الله الدهلوي واتباعه انهم لا يوافقون الشيعة الا ما مية منهم والزياد
 لا في الاصول ولا في الفروع. فلذلك كرمنا لا واحدا من كلام الشوكاني من
 كلام الولي للهيدين حتى يتضمن الفرق.

قال الشوكاني في ارشاد الفحول اختلفت على تقدير امكان الاجتماع في
 نفسه. وامكان العلم به. وامكان نقله النيا. هل هو حجة شرعية. فذهب
 الجمهور الى كونه حجة. وذهب النظام والامامية وبعض الخوارج الى انه
 ليس بحجة. وانما الحجة مستندة ان ظهر لنا. وان لم يظهر لنا لم نقد الاجماع
 دليلا تقوم به الحجة. ثم ذكر جميع ما وصل اليه نظره من اوله القائلين بحجته
 واجاب عنها. وقال في اخر تلك المباحث. والحاصل انك اذا تدبرت ما ذكرنا
 في هذه المقدمات وعرفت ذلك حق معرفة تبين لك ما هو الحق الذي لا
 شك فيه ولا شبهة. ولو سلمنا جميع ما ذكره القائلون بحجته الاجماع وامكانه
 وامكان العلم به ما فانيته ما يلزم من ذلك ان يكون ما اجمعوا عليه حقا.
 ولا يلزم من كون الشئ حقا وجوب اتباعه كما قالوا كل مجتهد مصيب ولا
 يجب على مجتهد اخر اتباعه في ذلك الاجتهاد بخصوصه. واذا تقر ذلك ملت
 ما هو الصواب وستذكر ما ذكره اهل العلم في مباحث الاجماع من غير

بقیہ صفحہ ۱۱۹۔ تھیں لہذا وہ اس کے کفار ہیں۔ انہوں نے کہا۔

وقال الشيخ الامام محمد اسماعيل الشهيد في كتابه اصول الفقه
في نور الاجماع يثبت الاجماع الاحكام الاجماع اما بسيط وهو اتفاق المجمعين على
امر واحد او مركب وهو اتفاقهم على قولين او اكثر بشرط اشتراك الامر
الواحد فيهما والاجماع اما حقيقي وهو اتفاق المجمعين قولاً او ما في حكمه
كالسكوت الذي يدل على التقرير. واما حكمي وهو بخلافه والاجماع اما
قوي وهو اتفاق جميع المأخضين والمأخضين من المسلمين او متوسط
هو اتفاق اهل الحق كذلك وذاك لا يتصور الا باتفاق الصحابة او ضعيف
هو الاتفاق بعد الصحابة. والاجماع الحقيقي البسيط قوياً كان او متوسطاً
قطعي. وهو مثل الخبر المشهور ثباتاً وتعارضاً. وهذا الذي ظني بالتشكيك
انتهى. فان شئت تفصيل هذا الكلام فارجع الى كتب جده الامام
ولي الله الداهلي لا سيما ازالة الخفاء وحديثي امثلة كثيرة لبيان الاختلاف
النجوهي في الطريقتين. والكتبت منها بهذا المثال الواحد لان مع هذا
الاختلاف لا يمكن الاتحاد في تعيين الجادة القويمة. فالمسائل التي ثبتت
بالاجماع المتوسط داخلية في الجادة القويمة عند الولي اللهيين. دون
الامام الشوكاني. كتاب التمهيد ص ۱۷

مجید احمد پر مداح ہے صدیق اکبر کی وفات کا مصحف عثمان کے متبرع ہونے کا ہم جدید
اصطلاح میں اجماع کے عوض مجلیفہ مرکز یہ کا فیصلہ استعمال کرتے ہیں۔ آج جس چیز کو مجلیفہ مرکز بیکانہ فیصلہ
کہا جاتا ہے۔ وہی اس زمانے کا اجماع ہے۔ اس کی حقیقت کے بغیر کبھی کوئی سیاسی تحریک دنیا میں کامیاب
ہو ہی نہیں سکتی۔ لہذا ایشیہ اس کو برداشت نہیں کر سکتے۔ مگر اہل سنت کا مدار ہی سراسر اسی پر ہے تو
ان ہر دو مسلکوں کا فرق غور کرنے والے سے زیادہ دیر تک مخفی نہیں رہ سکتا۔

اذہ امام ولی اللہ کی تحریک کے لئے اگر کوئی بزرگ سلف صالح کا تربیکتا ہے۔ تو وہ فقط امام ربانی شیخ احمد سہروردی، مجددِ اہل ثانی کے وجود میں منحصر ہے۔ اُن کو امام ولی اللہ اپنے طریقے کا اراخس مانتے ہیں۔ امام ربانی نے جو کام شروع کیا تھا، امام ولی اللہ نے اس کو مکمل کر دیا۔

لہٰذا حص الحائط بنی دھمد۔ والہ حص من الحائط۔ اول صفحہ والہ حص الطین الذی بیعی بہ۔ حق۔ اراخس سے مراد یہاں راہ صاف کرنے والا ہے۔ مثلاً ہمیں عمارت بنانا ہے۔ تو زمین میں جس قدر نشیب و فراز ہیں۔ ان کو ہموار کرنا اراخس کا دوسرا رکتا ہے عمارت ہمیں کوئی دوسرا شخص اگر بنائے گا۔

مجددِ الفثانی میں نے حضرت شیخ المذقدس سرہ سے استبعاذات ذکرہ کیا۔ کہ شاہ صاحب حضرت مجدد کو اراخس کہتے ہیں۔ تو حضرت نے فرمایا۔ کہ بہت بڑی بات ہے یہی حضرت مجدد بہت بڑی ہستی ہیں۔ اس لئے شاہ صاحب کا یہ لکھنا خود شاہ صاحب کے حق میں یعنی اُن کی عظمت ثابت کرنے کے لئے بہت بڑی چیز ہے۔ حضرت نے یہ جواب میرے استبعاذ کے ہمیش نظر فرمایا۔

حضرت شاہ صاحب مکتوبات میں فرماتے ہیں۔ پس خلا مہ کلہام آنست کہ بعد از اہل فتح دورہ دیگر شدہ است، کہ بعض اقتبارات، اجمال فیہ من مقدمہ است۔ مثلاً احوال قلب و روح و سر و غیر اُن بہر محل شدہ ہیئت جمعیت پیدا کردہ۔ و بعض اقتبارات تفصیل فیہ من مقدمہ است۔ مثلاً مسائل چھ رحمت و امانتہ کبریٰ دریں دورہ مفصل تر است۔ ازاوہ اس بقدر و بالتجملہ شیخ محمد اسراخا ص ایں دورہ اند۔ بسا معارف مختصہ ایں دورہ کہ از زبان شیخ بطریق مزید و بامرزوہ۔ و شیخ قطب ارشاد ایں دورہ است۔ بروست شے بیایے از

۱۰۔ اس جمعیۃ مرکزی کی جدوجہد سے جب تحریک کے مبادی کا تعارف ملت سے اچھی طرح ہو گیا۔ تو امام جعفر نے ایک ایسے نوجوان کی راہ دیکھ لی ہے تھے جو عسکری معاملات سے طبعی دلچسپی رکھتا ہو۔ تاکہ انقلاب کے دوسرے حصے کی تکمیل کرائیں۔

بقیہ صفحہ ۱۹۱۔ مگر وہاں باویہ طبیعت و بدعت خلاص شدہ۔ فقیر و اکثر معارف کہ شیخ زبان فتح دورہ آورده مصدق اوست حضرت امام ربانی ارغاس ہیں۔ اسی پر ہم آپ کے ارشاد ذیل کو حل کرتے ہیں۔ ”کارخانہ عظیم دیگرین حوالہ کردندہ پوٹے پری و میدی نہ خریدہ اند۔ و مقصود از خلقت من تکمیل و ارشاد خلق نیست۔ معاملہ دیگر است۔ و کارخانہ دیگر مکتوب ششم و فقر دوم۔ فسانہ طرازوں اور قصہ گو حضرات نے ان تعریجات کے دوسرے ادنیٰ محامل قرار دئے ہیں۔ ح۔ فکر ہر کس بقدر بہت اوست

عبارت مذکورہ بالا مترجم ہے۔ کہ امام جعفر اس دورہ کے ارغاس ہیں۔ تفہیمات الیہ کی عبارت ذیل میں یہ مذکور ہے۔ کہ قیم اس دورہ کے امام ولی اللہ ہیں۔ قسم الاموال للہ الحمد۔ قال فی التفہیمات۔ ومثال ذلك بحسب هذه الدورة وهذا الشأن الذي نحن فيه وبحسب قيم هذه الدورة واما حقا۔ ان السابقين توعدوا في وحدة الوجود ورجعت معرفتهم الى الله فانفقدوا الملاو الا على علم وهو بيان الفرق بين التنزل الذي هو اتحاد حقيقة وافتاء اعتباری۔ و بين التنزل الذي هو افتاء حقيقة واتحاد اعتباری۔ وجاء الشيخ المجدد فحام حول فقال مرة العالم موجود خارجي وقال مرة اخرى العالم موهوم متقن وقال مرة العالم ظل الاسماء ولم يبين الامر على ما هو عليه۔ فجاء قيم الدورة فكشف حقيقة الامر۔ هـ

اللہ کی رحمت سے۔ امام ولی اللہ سے مستفید مولانا ابوسعید دکنی شاہ
 علم الدہ کے خاندان کا ایک نوجوان سید احمد شہید ۱۲۲۲ھ میں امام
 عبدالعزیز کی دعوت میں شرکت کے لئے آیا۔ موصوف انہیں اس مطلب کے
 لئے زیادہ موزوں دیکھتے تھے۔ اس لئے اُن کی تربیت میں خاص توجہ صرف
 کرتے رہے۔

(الف) سید احمد شہید نے عربی کی ابتدائی کتابیں مولانا محمد اسحاق، اور
 مولانا محمد اسماعیل سے پڑھیں۔ قرآن مجید کا ترجمہ اور حدیث مولانا عبدالقادر کے
 درس میں سنتے رہے۔ اور انہیں کی صحبت میں سلوک مکمل کیا۔

سید احمد الامیر الشہید کی تعلیم و تربیت | امام عبدالعزیز کے خواص اصحاب جن
 کے دگ و دیشہ میں حزب ولی اللہ

کی خصوصیات سراپت کر چکے ہیں۔ اور ایک ایسے زمانے سے اُن کی تربیت ہو تو جو ہو کر رہی ہو۔
 وہ صرف وہی لوگ تھے جن کا تذکرہ ہم نمبر ۶۷ میں کر چکے ہیں۔ امیر شہید دو اصل دُوسرے
 نہیں۔ بلکہ بعد میں منقسم کئے گئے۔ اُن میں کئی کمالات تھے۔ سپاہ گری کی تعلیم تھی۔ سید تھے اس
 لئے اُن کو امام عبدالعزیز نے امارت جہاد کے لئے موزوں قرار دیا۔ مگر اس خیال سے کہ کہیں حزب
 مذکور کی راہ سے ہٹ نہ جائیں۔ اُن کے ساتھ دو وزیر اپنے مکمل تربیت یافتہ لگائے۔ مگر
 اپنا صحیح اور پورے منوں میں جانشین حضرت شاہ اسحاق کو مقرر کیا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت مولانا
 عم فیض ہم نمبر ۶۷ میں امیر شہید کا تذکرہ نہیں کیا۔ میں نے بعد میں جب آپ سے اسکی وجہ

بقیہ صفحہ ۱۶۳- دریافت کی تو آپ نے مذکورہ بالا پہلے فرمانے کے بعد اس نمبر ۱۱ کی طرف اشارہ کر کے میری استبعاد کو دور فرمایا۔ ۱۲ عدد نورالحق۔ ستمبر۔ ۱۹۲۱ء۔

کہتے ہیں کہ کتاب دیکھتے تھے تو آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا جاتا تھا، غرض کتاب و سنت سے زائد چیز کے دیکھنے سے اُن کی بصارت روک دی گئی تھی، اس کا یہ مطلب تھا کہ شاہ ولی اللہ کے طریقے کا صاحب کشف اس سے زیادہ علوم کا محتاج نہیں ہے، ہمارا مطلب یہ ہے کہ سید صاحب دینی علوم جس قدر ایک امیر کے لئے ضروری ہیں، اُن کی تحصیل کر چکے ہیں۔ اُن کی کشف سے نئی دینی تعلیم ثابت نہیں ہوگی۔ اب یہاں سید صاحب کو ایسا ثابت کرنے کی سعی کی جاتی ہے۔ یہ محض غلط ہے۔ شاہ اسحاق صاحب کے اشارے سے مولانا عبداللہ علی اُن سے ملے اور بیعت کی۔ اس کے بعد مولانا عبداللہ علی کے کہنے پر مولانا اسماعیل نے بھی بیعت کر لی۔

حضرت نے مجھے فرمایا کہ پٹھن سے امیر شہید کی طبیعت پر بوجھ پڑتا تھا، اور کشف طبعی پر یہ چیز گراں گزرتی تھی۔ اس لئے اُن کو سماع کے لئے حکم دیا گیا۔ تو اس طرح جس قدر شرعی علوم کی ضرورت تھی، انہوں نے حاصل کر لئے، گو وہ تفصیل عالمانہ طریقہ پر نہ تھی، ہم اس کا تجربہ سندھ کے اپنے دوسرے مشائخ میں دیکھتے ہیں، وہ عربی فارسی کی ابتدائی کتابیں پڑھے ہوئے تھے، قرآن شریف کا ترجمہ اور حدیث کی کتابیں سنتے ہیں، جو عالم انہیں سنا تا ہے وہ اُن سے بدرجہا زیادہ علم رکھتا ہے، مگر جس وقت اُن کو ایک شرعی مسئلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق ہو جاتا، تو جس طرح وہ اپنی مباحث میں انقلاب پیدا کر دیتے تھے، اس کا عشرِ عشر بھی وہ عالم پیدا نہیں کر سکتا، اس طرح پر ہم سید صاحب کو ایک عالم مانتے ہیں، اُن کے مناقب کہنے والے دھوکہ دیتے ہیں، کہ وہ پڑھے لکھے نہ تھے، بلکہ سب چیزیں کشف سے اُن کو حاصل تھیں۔

اُن کی خواہش دراصل یہ ہے کہ سید صاحب کا جو تعلق تلمذ شاہ عبدالغفر سے ہے وہ کاٹ دیا جائے، اور وہ ایک امامِ ہمدی کے طور پر ملنے جائیں، ان لوگوں نے اس تحریک کو بڑا نقصان پہنچایا، شاہ علم اللہ جن کا تذکرہ پہلے آچکا ہے، اُن کے فرزند سید محمد ضیاء اللہ کے بیٹے سید

الف، سید احمد دہلوی آثار الصنادید میں لکھتے ہیں سید احمد بیہلوی اوائل حال میں شوق طالب علمی میں، وطن سے وارد شاہ جہان آباد ہو کر مسجد اکبر آبادی میں فروکش ہوئے۔ اور صرف و نحو میں فنی الجملہ سواد حاصل کیا۔ اکثر خدمت مسجد اُس مقام کے واردوں، خصوصاً درویشانِ پاک طینت کی جو تحصیلِ علم باطنی کے شوق میں، جناب مولانا عبد القادر کی خدمت میں حاضر رہتے تھے، خاطر داری اور سرانجامِ حرام میں اسے سرگرم ہوئے، گویا اس امر کو اہم مقام سمجھے ہوئے تھے۔

بقیہ صفحہ ۱۴۴۔ شاہ ابوسعید میں۔ آپ حضرت امیر شہید کے جہاداری، اور امام ولی اللہ کے خلیفہ ہیں میر احمد یہ ص ۵ میں ہے۔ اس خاندان کے بہت سے بزرگوں نے شاہ ولی اللہ اور آپ کے صاحبزادوں سے ظاہری اور باطنی استفادہ کیا۔ شاہ ابوسعید شاہ محمد واضح۔ سید محمد معین۔ سید محمد لقمان۔ نعم امیر شہید نے شاہ ولی اللہ سے۔ اور سید قطب الدی۔ سید محمد اسحق۔ بڑا دراکبر امیر شہید نے شاہ عبدالعزیز سے اور شاہ عبد القادر سے استفادہ کیا۔ اس طرح اس خاندان میں حضرت مجدد سمرندی اور مجدد دہلوی کی برکتیں جمع ہو گئیں۔ یہ خاندان اپنا خصوصی مشرب اور مخصوص فکر رکھتا ہے۔ یہ خصوصیت امیر شہید کے خاندان میں حضرت مجدد کے خلیفہ شیخ آدم بنوری سے متوارث چلی آتی ہے۔ بنا بریں سید امیر شہید کا حزب ولی اللہ کے رنگ میں پڑے طور سے رنگا جانا بعید ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب انہیں موقع ملا۔ تو انہوں نے اپنے امیر المومنین ہونے کا اعلان کر دیا۔ اور تحریکِ ناکام مہم لگائی۔

مشرقی مغربی ہند کی رقابت تاریخ میں قدیم سے چلی آتی ہے۔ چند زمینی۔ سوچ منشی خاندان اسی مغربیت و مشرقیت کے دوسرے عنوان ہیں۔ بہارِ خیال ہے کہ رقابتِ مذکورہ بعد از اسلام بھی قائم رہی۔ اور امیر شہید کے وقت بھی وہ بروئے کار آئی۔ امیر شہید مشرقی ہند رائے بریلی سے

(ب) ذکر اللہ جب اُن کی طبیعت میں راسخ ہو گیا۔ تو اُن کی عالی
دماغی اور اولوالعزمی سے ایسے کلمات صادر ہوتے جو ایک ایسے مصلح کی زبان
سے نکلنے میں جو تمام انسانیت کو راہ راست پر لانا چاہتا ہو۔ وہ کلمات سنکر
امام عبدالعزیز نے فرمایا۔ **تِلْكَ خِيَالَاتُ تَرْفِي بِهَا اَطْفَالُ الطَّرِيقَةِ** یعنی
اسی طرح اُن کے فطری جوہر کی تربیت ہو رہی ہے۔

(بقیہ صفحہ ۱۴۵) تعلق رکھتے ہیں۔ اُن کے حامد مریدین بھی ہمارے وغیرہ کے ہیں۔ اس کے بالمقابل مغرب
یعنی دہلی ہے۔ وہ لوگ دہلوی تحریک کو اپنا بنانا چاہتے ہیں۔ اسی لئے مولانا دلائی علی بہاری نے
مولانا اسحاق کے خلاف دوسری جماعت تیار کی۔ وہ مولانا اسحق اور حزب دہلوی کو اس میدان سے
دور ہٹانا چاہتے ہیں۔

تَرْفِي بِهَا اَطْفَالُ الطَّرِيقَةِ | جب کوئی پہلوان شاگردوں کو سکھاتا ہے تو اس کا دُخ
اُن کے آگے گر جاتا ہے شاگرد سمجھتا ہے کہ میں نے شا
کو گرائیں۔ اس سے اس کی تربیت مقصود ہوتی ہے۔ اسی طرح پر خیالات اُس کی تربیت کا ذریعہ بنتے ہیں
امیر شہید سے بلند تین سرزد ہوتی ہیں کہ میں یوں کروں گا۔ اور اس طرح کروں گا۔ اس سے اُن میں
حالی حوصلگی پیدا ہو رہی ہے۔ سید صاحب کا ایک جملہ ہے جو سوانح میں منقول ہے کہ انہوں نے اپنے
اہلیت میں سے کسی آدمی سے کہا کہ اگر تمہیں کوئی کہے کہ سید احمد فوت ہو گیا ہے۔ تو جب تک تم
یہ نہ دیکھو کہ ہندوستان سے کفر نکل گیا ہے اور افغانوں سے فلاں فلاں حبیب جاتے رہے۔ اور
عزیزوں سے فلاں خرابی دور ہو گئی۔ ترکوں کی فلاں کمزوری رفع ہو گئی ہے۔ جب تک یہ ساری باتیں
پوری نہ ہوں کسی یقین نہ کرنا کہ سید احمد فوت ہو گئے ہیں۔ یہ ہے ترجمہ تِلْكَ خِيَالَاتُ تَرْفِي بِهَا
اطفال الطَّرِيقَةِ یعنی حالی حوصلگی۔

(ج) ۱۲۲۵ھ میں امام عبدالعزیز نے انہیں تربیت عسکری کے لئے امیر خاں (والئے ٹونک) کے لشکر میں بھیجا۔ ۱۲۳۱ھ میں جب امیر خاں کی انگریزوں سے صلح ہو گئی۔ تو واپس امام عبدالعزیز کی خدمت میں دہلی پہنچے۔

(بقیہ صفحہ ۱۴۶) مجھے بڑا تعجب ہوا جب سوانح احمدیہ کے مصنف نے مکتوبات سید احمد کو شروع کرنے سے پہلے امام عبدالعزیز کا ایک خط نقل کیا جس میں یہ الفاظ ہیں۔ واقعہ ہے کہ کسی نے شاہ عبدالعزیز صاحب سے دریافت کیا کہ سید صاحب بڑے بڑے دعوائے کرتے ہیں۔ اس پر آپ نے اس کو کھانا تملک خیالات ترقی بہا اطفال الطریقت ہمارے خیال میں سوانح احمدیہ کا مصنف اس خط کی پوری حقیقت نہیں سمجھ سکا۔ ورنہ وہ مکاتیب سید صاحب کی ابتدا اس خط سے نہ کرتا۔ کیونکہ وہ اس رشتہ کو کاٹنا چاہتا ہے۔

الامیر الشہید کی تربیت عسکری | قال مولانا الشیخ عم فیضہم فی کتاب التہدید۔ الامیر الشہید۔ قرء ترجمۃ

القراء علی الشیخ عبدالقادر۔ واخذ الطریقة للنجاشیۃ والقادیانیۃ والنقشبندیۃ والمجددیۃ من الامام عبدالعزیز۔ واسس الطریقة المحمدیۃ دحیاء المجاہدۃ القویۃ۔ من السنۃ النبویۃ والسنۃ الامام عبدالعزیز نے تحصیل المہارت فی الامور العسکریۃ فی سنیہ ۱۲۲۵ھ واستخلف الامام عبدالعزیز سنیہ ۱۲۳۱ھ الامۃ الدعویۃ الی اتباع السنۃ والجمہاد وجعل معہ من العلماء مولانا عبدالحمید السعید۔ ومولانا اسمعیل الصمد الشہید کالوزیرین وكان امرهم بالشوری بینہم۔ واذا اتفق الثلث علی شیء یكون مثل حکم الامام عبدالعزیز

فاعلنوا الدعویۃ بالجمہاد فی سنیہ ۱۲۳۶ھ ویدعوا باعمال الحج وخرجوا

(بقیہ صفحہ ۱۴) منہا فی سبب^{۱۲۳۹} و شرعوا فی اعداد القوة الی سبب^{۱۲۴۱} ثم هاجروا الی بلاد الافاغنة وجبا لهم. واقاموا حکومت موقتہ کان امیرھا السید احمد فی ۱۲ جمادی الآخرہ سنہ ۱۰۸۲ (نومبر سنہ ۱۸۲۴) وبايم الافاغنة اکثرهم بأمانۃ الامیر وصاروا یطیعونہ فی اوامر الشرع الاسلامی. وکک بايم امامۃ الامیر. من کان من المولی اللہیین بالہند وکانوا یمدونہم بالاموال والرجال. و هذا الامر کان مرکز ادارۃ الدہلی. وکان الصدر الحمید مولانا محمد اسحاق مدیرا۔

تکان الحرب بینہم و بینہ المتغلبین علی مسلمی الفنجاب نبغال حتی اندھش منہم ارضاء جمعیۃ التجاریۃ. الانگریزۃ فاستعانوا بالمسلمین النحالفین المولی الہیین و امدواہم بالاموال فوصلوا الی بلاد الافاغنة و اتقوا الشقاق بین الہندیین الہماجرین و بین الافاغنة الوطنین۔ وقتہم كانت راجعة امل الی اتہام المولی اللہیین بانہم لیسوا من الخفیۃ کفہما بلاد الافغانین و اما الی الوسوسۃ بان الافاغنة کیف یراسم امام ہندی۔

فانجہال من الافاغنة اثرت فیہم الدعاۃ. و الامیر استبد برایہ فی بعض الامور و ما قبل مشورۃ الناصحین فافضی الامر من تاثر الافاغنة الی ان قتلوا احوال الحکومتہ و لا غیلۃ. و اعانوا المحاربین ثانیاً فاستشہد الامیر و اصحابہ فی بالاکوٹ بایدی الکفار فی ۲۴ خریقعدہ سنہ ۱۲۴۶ ہ۔ مایو سنہ ۱۸۳۱

الاختلاف اوقع فی اتباعہم الاختلاف فی شہادۃ الامیر فاتباع الصدر الحمید الشیخ محمد اسحاق اسسوا حزباً یعتمد شہادۃ الامیر و یلعون الی الحما

جملہ معتزئہ | بد در باز خہ میں امام ولی اللہ نے اجتماع انسانی کی تمدنی ضروریات کو پانچ حصوں میں تقسیم کر دیا ہے۔ قضاء شہر یاریت، جہاد، نقابت، انذار و تبشیر، ہر ایک کی تکمیل کے لئے ایک ایسے کامل کی ضرورت ہے جو اس ضرورت کو پورا کرنے میں خصوصی مہارت رکھتا ہو۔ ان پانچ رہنماؤں کے ساتھ ایک ایسا امیر بھی ضروری ہے جو ان تمام کاموں میں مہارت کا مل رکھتا ہو۔ وہی حقیقی طور پر امام بننے کا مستحق ہے۔ "والرجل الواحد المتکفل بها جميعاً هو الامام الحق"۔

بقیہ صفحہ ۱۴۸ | ولنسبہ الحزب اللہ ہلوی۔ وادعی انشیخہ ولایت علی الصادق پور
ان الامام الامیر ہوا المہدی الموعود واندہم یستشهد فی المعرکۃ بل اختفی
عن احیاء الناس وهو موجود فی هذا العالم الی الان حتی افراط بعضهم
فقال اننا لقیناہ بمکۃ حول المطاف ثم غاب بعد ذلک۔ واندہ سيعود حتم
جعلوا جزء العقیدۃ و یجادلون من ینزله۔

وہو لاء ہم الذین احتاجوا ان یخرجوا من الخفیۃ الرحیمیۃ الاولی
اللہیۃ العزیزۃ الاسمعیلۃ الاسحقۃ و ما دخلوا فی محاربتہ دہلی و
نسبہ الحزب الصادق پوری۔ محمد نور الحق۔

ہدایتِ اجتماعیہ کے مدارج | ایک شخص اپنے طبعی جذبات، اور علوم کے متعلق ضروریات
اور جسمانی حاجتیں تنہا کبھی پوری نہیں کر سکتا۔ جب جماعت
میں یہ صلاحیت ہو کہ اس کا ہر فرد اپنی تمام ضرورتوں کو پورا کر سکے، اس کو ہدایتِ اجتماعیہ کہ جاتا

بقیہ صفحہ ۱۱۶۹ ہے۔ یہ انسانی ترقی کا پہلا زمینہ ہے۔ اس ہیئت اجتماعیہ کو قائم رکھنے کے لئے یہی لوگ اپنی حکومت بنالیتے ہیں۔ حکومت بن جانے کے بعد افراد کی بغاوت ہیئت اجتماعیہ کو نقصان نہیں پہنچاتی۔ اچھی حکومت پیدا کر لینا ہیئت اجتماعیہ کے بعد انسانیت کی ترقی کا دوسرا قدم ہے۔ جس جگہ یہ دونوں چیزیں مجتمع ہوں وہ مدینہ نامہ ہے۔ جہاں فقط ہیئت اجتماعیہ ہو۔ اور منظم حکومت نہ ہو۔ حکمران افراد سے تو کوئی ہیئت اجتماعیہ خالی نہیں ہوتی۔ مگر ان افراد کا ایک ایسا نظام جس کی وجہ سے ان میں ایک وحدت پیدا ہو۔ اور اسے حکومت کہا جائے۔ یہ ہر ہیئت اجتماعیہ کے لئے لازم نہیں ہے، اس کو مدینہ نامہ کہتے ہیں۔ اور بالکل کی اصطلاح میں سوسائٹی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ انارکسٹ سوسائٹی کو مانتے ہیں۔ اور اسی پر انسانی ترقی کو ختم کر دیتے ہیں۔ یہ سوسائٹی ہی اپنے اور پھر حکومت کرتی ہے۔ دن نامہ قصہ میں جو شاہ صاحب نے لکھا ہے۔

..... یہ مذکورہ بالا ہیئت اجتماعیہ کا ایک عنوان ہے۔ چھوٹے گاؤں میں تو ہیئت اجتماعیہ ہی حاکم ہوتی ہے۔ جیسے ایک بڑے گھر میں ہیئت اجتماعیہ حاکم ہے۔ اسی طرح بعض بڑے گاؤں ہوتے ہیں جن میں کئی کئی آدمی نمبردار اور چوہدری ہیں۔ اصلی طریقے کے مطابق وہاں ایک چھوٹی سی حکومت ہونی چاہئے۔ مگر بعض اوقات حکومت کے بغیر بھی وہ لوگ اپنے توافقی سے کام چلا لیتے ہیں۔ پرانے راجپوتوں اور راج کے افغانوں میں پنچایت اور جرگے کی رسم اسی توافقی کی مثالیں ہیں۔

بعض بڑے شہر میں حکومت وہاں موجود ہے۔ حکومت کے بغیر ان کا کام چل ہی نہیں سکتا۔ تو ان کے حاکم اور نمایاں شخصیتیں سب ایک جگہ جمع ہو جاتی ہیں۔ عموماً اس اجتماع کا محل کوئی مقدس مقام ہوتا ہے۔ بحث کرنے کے بعد وہ ایک رائے قائم کر کے اٹھتے ہیں۔ یہ پارلیمنٹ ہے اور ہماری زبان میں اس کا نام اہل حل و عقد ہے۔ ہمسے متاخرین بادشاہوں نے اہل حل و عقد کی قوت کو برباد کر کے اپنی شخصیت کو نمایاں کیا۔ اور خود برباد ہو گئے۔ جب تک صلح بادشاہ ہے۔ جن میں بادشاہی چلانے کی صلاحیتیں موجود تھیں۔ وہ اہل حل و عقد کے مشورہ

اس کے بعد فرماتے ہیں۔ قلما یوجد ذلک۔ واکثر وقوعاً
 هو ان یکون القائم بامرین او ثلثہ رجلاً واحداً وبالباقی جل
 د، والمذنب الناقصہ قد یوجد هناک بحسب کل حاجۃ سنۃ
 مصطلحۃ علیہا ورئیس کل اہل صناعتۃ یصدرون برائیۃ رج
 او اجتماع من عقلاء القوم ومبزریم۔ (مناہج۔ نور الحق)

ہم آج کی زبان میں اس کا ترجمہ کرتے ہیں کہ ایک حقیقی امام کا جوڈ کیٹھ
 بن سکے۔ پیدا ہونا آسان نہیں۔ اُس کے نہ ملنے پر حاکم بنانے کے لئے اُن تین
 صورتوں میں سے کسی ایک پر عمل کرنا پڑتا ہے۔ (۱) ایک بورڈ بنا دیا جائے
 (۲) اگر محدود سوسائٹی ہو تو اس کا ہر ایک حصہ اپنے مُسَلَّم قانون پر اپنے مُسَلَّم

بقیہ صفحہ ۱۵۱ کے پابند رہتے تھے ہمارے خیال میں یورپ نے پارلیمنٹی نظام کوئی نئی چیز پیدا نہیں
 کی۔ مگر اس نظام کا طریقہ منضبط کر دیا۔ ہمارے دل یہ چیز منضبط نہیں ہے۔

دو آدمی مساوی درجے کے مل کر حکومت کرتے ہیں۔ جب وہ کسی مشورے میں مل بیٹھے
 ہیں۔ تو جیسے سفر کے رفیق ایک شخص کو وقتی طور پر امیر بنالیتے ہیں۔ اسی طرح اس اجلاس میں
 ایک وقتی امیر بنالیا جاتا ہے۔ اور اتفاق سے کام چلتا رہتا ہے۔ اس کی مثالیں ہمیشہ بڑے
 شہروں اور ملکوں میں ملتی رہتی ہیں۔ یہ اتھ نیٹ کے طبعی تقاضوں میں سے ایک شے ہے۔ یعنی
 کبھی وہ ایسا بھی کر لیتے ہیں جعیتہ مرکزیہ میں عموماً بورڈ کی روت کام کرتی ہے۔ کیونکہ وہ سب
 یکساں ہوتے ہیں۔ کوئی بڑا چھوٹا نہیں ہوتا۔ ہذا۔ (مناہج۔ نور الحق)

رئیس کی اطاعت میں قومی قانون کی پابندی کرے گا۔ یعنی سوسائٹی کو حکومت بنانے کی ضرورت ہی نہیں ہوگی۔ اُن میں اس قسم کے اختلاف پیدا ہی نہیں ہوتے جو امام بنانے کے لئے مجبور کر دیں۔ (۳) یا عقلمندوں یا عوام کے مقبول لوگوں کا اجتماع ہوگا۔ یعنی پارلیمنٹ بن جائے گی۔

امامت کے مسئلہ میں اس قدر تفصیل جس میں ڈکٹیٹر بورڈ سوسائٹی پارلیمنٹ سے بحث کی جائے۔ ہم نے امام ولی اللہ کے سوا کسی اور محقق کی کتاب میں نہیں دیکھی۔ جملہ معترضہ پورا ہوا۔

امام عبدالعزیز کے آخری عہد میں ہندوستان کی سیاست میں سخت اتبری پھیلی ہوئی تھی۔ انہوں نے اپنے بعد کام کرنے کے لئے اپنے لوگوں میں سے کسی میں امامت کی صلاحیت نہیں دیکھی۔ تاکہ کسی کو ڈکٹیٹر بناتے۔ اس لئے دو بورڈ بنائے۔

الف (عسکری امور کے لئے) سید احمد شہید امیر اور مولانا عبدالحی اور مولانا

محمد اسماعیل شہید مشیر مقرر ہوئے۔ امام عبدالعزیز نے اپنی تمام جماعت کو حکم دیا کہ جس

لئے یہ ساز غلطی یہ ہوئی کہ شاہ صاحب کے فیصلے۔ یعنی بورڈ کی سمت کو نہ سمجھ کر سید صاحب کو امیر مطلق۔ یعنی امام کے درجے بران لیا گیا۔ اور یہ اُن لوگوں کی بدانت سے ہوا جو امام عبدالعزیز کے تربیت یافتہ نہ تھے۔ اس شکست میں اس سونی تبدیلی کو بہت بڑا دخل ہے۔ مولانا عم فیضہ ۱۲ فرامخت۔ بعد مغرب ۶ نومبر ۱۹۲۱ء۔

معلیٰ پر سید احمد (شہید)، مولانا عبدالحی، مولانا محمد اسماعیل (شہید)، تینوں جمع ہو جائیں۔ اس کو (امام) عبد الغزنی کا حکم سمجھنا چاہئے۔

اب تنظیمی امور کے لئے مولانا محمد اسحاق امیر اور مولانا محمد یعقوب ہلوی (برادر مولانا محمد اسحاق) ہمیشہ مولانا محمد اسحاق کو ہر معاملے میں اپنے ساتھ شریک رکھ کر شاہ عبد الغزنی نے لوگوں کو سمجھا دیا۔ کہ اُن کا حکم میرا حکم ہے۔ امام عبد الغزنی کا یہ فیصلہ فقط امام ولی اللہ کے اصول پر ٹھیک اترتا ہے۔

امام عبد الغزنی نے سید احمد شہید کے بورڈ کو پہلی دفعہ ۱۲۳۱ھ میں بیعت طریقت لینے کے لئے اور دوسری دفعہ ۱۲۳۶ھ میں بیعت جہاد لینے کیلئے دورہ پر بھیجا۔ اس کے بعد سالے قافلہ سمیت حج پر جانے کا حکم دیا۔ تاکہ اُن کی تنظیمی قوت کا تجربہ ہو جائے۔ جب قافلہ حج سے ۱۲۳۹ھ میں واپس آیا۔ تو امام عبد الغزنی فوت ہو چکے تھے۔ انہوں نے اپنے آخری وقت میں مولانا محمد اسحق کو مدرسہ سپرد کر کے اپنا قائم مقام بنا دیا تھا۔ رضی اللہ عنہم و عنہما معہم اجمعین۔

لے بادشاہوں کا اپنے ولی عہد کے ساتھ برتاؤ کرنے کا ایک خاص طریقہ ہے۔ دو متمدن لوگ اس کو آسانی سے سمجھتے اور جانتے ہیں۔ امام عبد الغزنی نے مولانا محمد اسحاق سے وہی معاملہ کیا

بقیہ صفحہ ۱۵۳ جو بادشاہ اپنے ولی حمد سے کرتے ہیں۔ اس لئے لوگوں کو شاہ اسحاق کی امامت قبول کرنے میں کوئی حند پیدا نہیں ہوا۔ اگرچہ سوانح احمدیہ کا مصنف شاہ اسحاق کی حیثیت بالکل کم کرنا چاہتا ہے۔ مگر عجیب بات ہے کہ دنیا کے اسلام میں ایک عالم بھی ایسا نہیں ملتا جو اپنا سلسلہ اسناد شاہ عبدالغفر تک پہنچانے اور شاہ اسحاق درمیان میں واسطہ نہ ہوں۔



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الصدِّاعلمید امام محمد اسحاقؒ

۱۲۳۹ھ تا ۱۲۶۲ھ

۱۔ جب ۱۲۳۹ھ میں امام عبدالعزیز فوت ہوئے تو آپ نے اپنا مدرسہ مولانا محمد اسحاق کے سپرد کیا۔ جو حزبِ ولی اللہ کی امامت کا عرفی دستور تھا۔ سید احمد شہید کا قافلہ جب حج سے واپس آیا۔ تو انہوں نے امام عبدالعزیز کے بعد اس امامت کو تسلیم کر لیا۔ اس زمانہ میں اگر جمعیت کا اجلاس مدرسہ میں ہوتا۔ تو مولانا محمد اسحاق صدارت کرتے۔ اور سید احمد شہید حلقے میں بیٹھتے۔ اور جب مدرسہ سے باہر مجلس منعقد ہوتی تو سید احمد شہید صدر ہوتے۔ اور مولانا محمد اسحاق حلقے میں شریک ہوتے۔

لے اس روایت کی اصل امیر الروایات کا بیان ہے۔ امیر الروایات۔ اور ادراج ثلثہ

اس طرح حزبِ ولی اللہ کی اساسی مصلحت کی حفاظت اور برجالی و اموال جمع کرنے کے لئے دُعا کا سلسلہ امام عبد العزیز کے مدرسے سے متعلق رہا۔ اور عسکری اور سیاسی سرکاری سید احمد شہید کی جماعت سے وابستہ رہی۔

۲۔ ۱۲۷۱ھ میں ہجرت شروع ہوئی۔ ۱۲ جمادی الاخریٰ ۱۲۷۲ھ میں ہجرت ۸۲۷ھ کو افغانی قبائل نے بھی "ہند" میں سید احمد شہید کو اپنا امیر مان لیا۔ اس کے بعد ایک سال تک مولانا عبدالحی زندہ رہے۔ ان کی موجودگی میں کوئی فتنہ پیدا نہیں ہوا۔

(بقیہ صفحہ ۱۵۵) کی تصنیف کا تعلق امیر شاہ خاں صاحب سے۔ جو حضرت مولانا محمد فاکم صاحب کے خاص خادم ہیں۔ یہ کتابیں ان کی میان فرمودہ حکایات کا مجموعہ ہیں۔ خان صاحب کا کمال یہ تھا کہ جملہ واقعات ان کو سنا اور حوالہ سے حفظ بلطف یاد تھے۔ خورجہ کے موطن، اور عینڈو ضلع علی گڑھ میں رہتے تھے۔ بہت سے فضلاء و اکابر کے صحبت یافتہ تھے۔ بن کا التزام کرتے ہوئے حدیث کی طرح فرائض و فیاضی کے بڑوں اور اکابر سے دیوبند کے حالات و واقعات سنا تے آپ کا کوئی جلسہ مشکل اس تذکرے سے خالی ہوتا۔ مولانا اشرف علی صاحب تھانوی نے مولوی حبیب کیرٹوی کے ذریعہ ان کی زبانی روایات کو قلمبند کرایا۔ اور اس مجموعہ کو امیر الروایات کے نام سے شائع کرایا۔ بعد میں مولانا محمد طیب صاحب تعلیم دار العلوم دیوبند کے جمع کردہ حالات مولانا رشید احمد گنگوہی مولانا تھانوی کے مخطوطات اور بعض دوسرے اضافات کے ساتھ یہ مجموعہ ارواحِ شائع کے نام سے شائع ہوا۔ اس میں سید صاحب، شاہ اسماعیل صاحب اور مولانا عبدالحی صاحب کے متعلق نہایت کارآمد حقائق کا ذخیرہ ہے۔ سیرت سید احمد شاہ و ش۔ م ۳۸۹۔

امیر الروایات کی مذکورہ بالا حکایت سے یہ صاف معلوم ہوتا ہے۔ اگر یہ اجتماع ایک

۳۔ اُن کی وفات کے بعد تحریک میں ایک اساسی تغیر پیدا ہوا۔ ہندوستانی انقلاب کی جو خصوصیت اس تحریک کے ذاتیات میں داخل تھی۔ وہ تقید کمزور

(بقیہ صفحہ ۱۵۷) کے مدعی ہیں۔ وہ جماعت میں بھی صحیح طور پر حاضر نہیں ہو سکتے۔ سید صاحب نے فرمایا، مولانا! آپ کا یہ ارشاد حق ہے۔ اور ہم سے پھر ایسی کوتاہی نہیں ہوگی۔ اور یہ آپ کا فرض ہے کہ آپ اس طرح ٹولیں۔ مولانا عبدالحی نے کہا کہ یہ عذر صحیح نہیں ہے۔ آپ کو صحیح طور پر کام کرنا چاہئے۔ ہر روز کون ٹوک سکتا ہے، اہم بنتے ہو تو آگے بڑھ کر کام کرو۔

جب مولانا عبدالحی کا آخری وقت تھا۔ تو سید صاحب نے اُن سے فرمایا۔ کہ مولانا آپ کی اگر کوئی خواہش ہو تو میں اُس کو پورا کر دوں۔ آپ نے کہا۔ آپ اپنا قدم بڑھا کر میرے سینے پر رکھیں یہی ایک خواہش باقی ہے۔ سید صاحب نے اس کی تعمیل کر دی۔ الغرض ادب بھی انتہا درجہ کا ملحوظ ہے۔ اور اُن کو قاعدے کے اندر پابند رکھنے کی قوت بھی ہے۔

یہ ہر دو واقعے ہیں مولانا حافظ محمد احمد صاحب موحوم نے سنائے۔ غالباً انہوں نے مولانا محمد قاسم یا مولانا رشید احمد صاحب سے سنے ہوں گے۔

۴۔ یعنی ہندوستان میں جب اس لئے نکلے تھے۔ کہ شاہ عبدالغفریہ کا ایک فیصلہ پورا کریں جیسے امام ولی اللہ نے مرہٹوں کے خلاف افغانوں کو بلایا۔ اسی طرح امام عبدالغفریہ سکھوں کے خلاف افغانوں کو بلانا چاہتے تھے۔ پنجاب کی باغی حکومت کو ختم کر کے۔ کابل اور دلی کا اتصال پیدا کرنا۔ مستقبل کی ترقی کے لئے ایک ضروری اساس تھا۔ اسی پر یہ ساری تحریک چل رہی تھی۔ اس کو دہلی اور ہندوستان سے خصوصی تعلق تھا۔ سزا سید صاحب اور ان کے مجاہدین کو دلی کے مرکز کے تابع ہو کر کام کرنا چاہئے۔ اور کوہ پور اور آدمی دہلی سے بھیجے جاتے ہیں۔ یعنی سارا مقصد دلی کی آزادی کو مستحکم بنانا ہے۔ سزا سید صاحب غلیفہ کمانے لگے۔ اور ساری دنیا کے ایک بڑے امیر بن گئے یعنی اگر افغان تیار ہوں۔ نہ لئے آئیں گی اطاعت مذہبی فرض ہے۔ تو بخارہ ترک کی دوسرے مالک بھی

ہوتی گئی یعنی ماوراء السند کا مرکز مستقل بنگر دہلی سے سرکشی اور بغاوت کر رہا ہے جس کا نتیجہ نکلا کہ حزب ولی اللہ کی حکومت کا طریقہ بورڈ کی حکومت سے شخصی امامت (ڈکٹیٹر شپ) میں تبدیل ہو گیا۔ اس طرح امیر شہید امیر المومنین اور دنیا کے اسلام کے مصلح خلیفہ مانے گئے۔

اب حزب ولی اللہ کی خصوصیات پر زور نہیں دیا جاتا۔ بلکہ نجدی اور یہی طریقوں پر کام کرنے والے ہندوستانی، خفی فقہ کی پابندی ضروری نہیں سمجھتے جس سے افغانوں کو ان مجاہدین سے مذہبی عداوت پیدا ہو گئی۔

امیر شہید نے بارہا کوشش کر کے علماء افغانہ اور عوام کو یقین دلایا کہ امیر اور ان کا خاندان ہمیشہ محققین خفیہ کے طریقہ کا پابند رہا ہے۔ مگر حزب ولی اللہ کی امتیازی خصوصیات تسلیم نہ کرنے والے لوگ اس پابندی کو قبول نہ کرتے اور معاملہ روز بروز بگڑتا گیا۔

جملہ معترضہ | امام ولی اللہ اگرچہ اپنے والد کی طرح خفی مذہب کے

رہے (صفحہ ۱۵)۔ ان کی اطاعت سے بکدوش نہیں ہو سکتے۔ سب کے لئے ان کا تسلیم کرنا مذہبی فریضہ ہے۔ امیر شہید کو اس طرح امام مہدی کے درجے کے قریب لانے کی کوشش کی گئی۔ اس سے مرکز یعنی دہلی کی حکومت جاتی رہی۔ ہلکے خیال میں اس تمام تر تغیر میں کہنئی بہادری، چومیش پیل کو بڑا دخل ہے۔ امام ولی اللہ انفس العارفین منہ میں لکھتے ہیں۔ محفی فائدہ حضرت یشان واکثر امور

بقیہ صفحہ ۱۵۹ ہوائی مذہب حنفی محل نے کر دیا۔ الا بعض چیزیں کہ بحسب حدیث یا وجہ ان، بحدسب دیگر ترجیح سے یا قننہ انزل جملہ آیت کہ در افتد اسورہ فاتحہ سے خوانند۔ و در مجازہ نیز۔
 قال الامام فی فیوض الحرمین۔ و تاملتہ صلی اللہ علیہ وسلم الی ای منہ
 من مذہب اہل الفقہ یحیی لا یتبعہ و اتمسک بہ فاذا المذہب کلہا عندہ علی
 السواء۔ لیس علم الفروع فی حالتہ ہذا من دین روحوہ الکریمہ۔
 عرفی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان فی المذہب الحنفی طریقۃ اربعۃ
 ھے وفق الطرق بالسنتہ المعروفۃ الی جمعت و نقت فی زمان البخاری اصفاً
 و ذلك ان یؤخذ من اقوال الثلثۃ قول اقربہم بھل فی المسئلۃ۔ ثم بعد ذلك
 یتبع اختیارات الفقہاء الحنفیین الذین کانوا من علماء الحدیث۔ قرب شیئ سکت
 عندہ الثلثۃ فی الاصول و ما تعارضوا النفیہ و دلت الاحادیث علیہ۔ فلیس بد من
 اثباتہ۔ و اکل مذہب حنفی۔

و نفع فی فتحہ اخری۔ فبین ان مراد الحق فیہ ان یجمع شملہ من شمل الامتہ
 المرحومہ بک۔ فایا ان تخالف القوم فی الفروع فانه منا قضیہ مراد الحق۔ ثم کشف لی
 ان سوجاً ظہر لی منہ کیفیۃ تطبیق السنتہ بعقہ الحنفیۃ من الاخذ بقول الثلثۃ
 و تخصیص عموماً اتم و الوقوف علی مقاصدہم و الاقتصار علی ما یقہم من لفظ
 السنتہ و لیس فیہ تاویل بعید۔ و لا ضرب بعض الاحادیث ببعض ولا رفض کحدیث
 صحیحہ بقول احد من الامتہ و ہذا الطریقۃ ان اتہما اللہ و اکملہا فہی الکبریٰ
 الاحمر و اکثر اکثر الاکسیر الاعظم۔ م۔ م۔ م۔ م۔ م۔ م۔

تفصیلات کے لئے۔ رسالہ امام ولی اللہ دہلوی کی نکت کا اجمالی تعارف۔ اور تذکرہ
 شاہ ولی اللہ طبع الفرقان دہلی مطبعہ ہو۔

پابند تھے۔ مگر حنفی اور شافعی دونوں مذاہبوں کی کتاب میں محققین کی طرح پڑاتے تھے انہوں نے حجۃ اللہ البالغہ میں اپنے اصول حکمت کے موافق حدیث کی شرح لکھی ہے اس میں بعض اوقات وہ شافعی مذہب کو۔ اگر وہ حدیث اور حکمت کے زیادہ موافق ہو۔ راجح قرار دیتے ہیں۔

جب مولانا محمد اسماعیل شہید نے حجۃ اللہ امام عبد العزیز سے پڑھی۔ تو اپنے جدِ امجد کے طریقہ پر عمل شروع کر دیا۔ انہوں نے اپنی ایک خاص جماعت بھی تیار کی۔ جو حجۃ اللہ البالغہ پر عمل کرے۔ اور وہ شافعیہ کی طرح رفع یدین۔ اور آمین بالجہر وغیرہ سنن پر عمل کرتے تھے۔ اس سے دہلی کے عوام میں شورش پھیلتی رہی۔ مگر حزبِ دلی اللہ کا کوئی عالم اُن پر اعتراض نہیں کر سکتا۔

جب افغانی علاقے میں ہجرت کا فیصلہ ہوا۔ تو امیر شہید نے مولانا اسماعیل شہید سے دریافت کیا۔ کہ مولانا! آپ رفع یدین کیوں کرتے ہیں؟ مولانا نے کہا: بخدا اللہی

لے مولانا محمود فراز آبادی ایک دفعہ دہلی تشریف لائے۔ شاہ ولی اللہ صاحب سے ملاقات کرنا مقصد تھا۔ اتفاقاً ایک مسجد میں نماز پڑھی اور رفع یدین کر بیٹھے جو عوام اُن کے سر ہو گئے۔ نزاع نے نازک صورت اختیار کر لی۔ بیچم اُن کو شاہ صاحب کی خدمت میں لے آیا۔ آپ نے براہِ فرقتہ بیچم سے نہایت نرمی سے فرمایا۔ کہ احادیث صحیحہ میں اس طرح بھی وارد ہے۔ اس پر وہ خاموش ہو کر چلے گئے۔ بعد ازاں شاہ صاحب نے مولانا سے فرمایا۔ کہ حکیم وہ نہیں جو عوام کو خواہ مخواہ اپنے خلاف کرے۔

حاصل کرنے کے لئے امیر شہید نے کہا کہ مولانا اب رضا الہی کے لئے رفع یدین کہنا چھوڑ دیجئے۔ اس کے بعد مولانا شہید کی خاص جماعت نے بھی اُن کی اطاعت میں اعمال چھوڑ دیئے۔

مگر وہ لوگ جو نجدی اور عینی علماء کے شاگرد تھے۔ باز نہ آئے۔ اور انہیں لوگوں کے بیجا اصرار نے مشکلات پیدا کر دیں۔ امیر شہید نے اُن کے رہنما کو جو محمد اسماعیل اور امام شوکانی دونوں کا شاگرد اور زیدی شیعہ تھا۔ اپنی جماعت سے بکھلا دیا۔ مگر فساد کی آگ پھر بھی بھڑکتی رہی (جملہ معترضہ ختم ہوا)

جملہ معترضہ | اس کے ساتھ ایک دوسرا جملہ معترضہ بھی لکھنا ضروری ہے۔ تاکہ آج کی اصطلاح کے مطابق یہ نزاع سمجھنا آسان ہو جائے۔ آج کل نیشنل اور انٹرنیشنل جماعتوں کے اختلافات یورپ کی سیاست میں مرکزی حیثیت حاصل کر چکے ہیں۔ ایک ملک میں ایک نیشنل پارٹی ہے۔ جو انٹرنیشنل رجحان رکھتی ہے دوسری پارٹی انٹرنیشنل نظریے کو اساس اولیں بناتی ہے۔ عام لوگوں کی نگاہیں ان میں فرق نہیں کرتیں۔ مگر وہ آپس میں مل کر کام کر نہیں سکتیں۔ بلکہ غالب پارٹی مغلوں جماعت کو قتل کرنے پر آمادہ ہو جاتی ہے۔

لے یہ روایت امیر شاہ خاں مرحوم کی زبانی ہم تک پہنچی۔
لے مثلاً دوس میں ٹروٹسکی کی جماعت انٹرنیشنل نظریہ رکھتی ہے۔ واضح ہے کہ ٹروٹسکی

اسی طرح حزب ولی اللہ کو ایک نیشنل پارٹی سمجھنا چاہئے۔ جو انٹرنیشنل بھی
 رکھتی ہے۔ اور ان ہندوستان کو جو نجدی، یعنی، ذہنیت رکھتے ہیں ایسی پارٹی
 سمجھنا چاہئے۔ جو انٹرنیشنل نقطہ نظر کو اساس قرار دیتی ہے۔ افغانی قومیں چونکہ
 خاص نیشنل پروگرام مانتی ہیں۔ وہ حزب ولی اللہ کے معتدل حصے سے متنبہ ہو سکتی
 ہیں۔ مگر انٹرنیشنل اصول کو اساس اول بنانے والے لوگوں کے ساتھ مل نہیں سکتیں
 (دوسرا جملہ معترضہ بھی ختم ہوا)

شرفار افغانہ دوسری مسلم قوموں کے شرفاء سے رشتہ ناطہ کرنا معیوب ہے
 نہیں سمجھتے۔ جاہرین اپنے ساتھ اہل و عیال تو لے نہیں گئے تھے۔ جب افغانی علاقے
 دہلیہ مغر ۱۱۶۲ ھ یودی النسل ہے۔ اس کے مقابلہ میں شالین جو خالصتاً دوسری ہے۔ کی جماعت انٹرنیشنل
 میلان رکھتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ شالین نے ٹروٹسکی کی ساری جماعت کو جو عموماً یودی تھے قتل کرادیا۔
 اسی طرح اسلام ایک انٹرنیشنل تحریک ہے۔ اور عربی، ترکی، ایرانی ہندی نیشنل تحریکیں ہیں۔ ایک عرب
 جو اسلامی میلان رکھتا ہے۔ یا ایک ہندی جو اتحاد اسلام کی فکر رکھتا ہے۔ یہ تو مثال ہوگی شالین کی اور
 ایک ایسا آدمی جو سوائے اتحاد اسلام کے اور کوئی چیز نہیں مانتا۔ جیسے یعنی نجدی تحریکیوں سے متاثر
 ہندوستانی۔ یہ مثال ہے ٹروٹسکی کی۔ کیونکہ وہ مجزاً اسلام کے سب چیزوں کو نہیں مانتے۔ ہندوستانی
 عربیت، وغیرہ ان کے دل کوئی چیز نہیں ہے۔

لہذا ان ہر دو جماعتوں میں دیکھئے امام عبدالعزیز کی تربیت یافتہ جماعت، اور یعنی نجدی طریقے پر
 چلنے والے ہندوستانی، اختلافات کا پیدا ہونا ناگزیر ہے۔

لے ۱۲۵۸ کے محمد میں سید شہید نے ایک خاتون سے نکاح کیا جس کو سلیمان بادشاہ شاہلاکشر

میں مستقل طور پر رہنے لگے۔ تو اُن کی شادی بیاہ افتخاںوں میں ہوتا رہا۔ مگر امیر شہید کے چوائے خلافت کی اشاعت کرنے والے ہندوستانی اپنی حاکمانہ قوت دکھا کر، برہمچاریوں کو نکاح سے نکاح کرنے لگے۔ اس بائیس میں بھی زیادہ مجرم وہی لوگ ہیں جو حزبِ ولی اللہ کے تربیت یافتہ سپاہی نہیں تھے۔ اور اپنے مذہبی جوش میں اپنے فکر کے مقابلے میں امیر کی اطاعت بھی نہیں کرتے تھے۔ یہ لوگ کلاطاحہ مخلوق فی معصیتہ الخالق کا اصول غلط استعمال کرتے ہیں۔ اُن کی مثال یورپ کے انارکسٹوں کی سی تھی جو اس انقلابی جماعت کے ساتھ شریک ہو گئے تھے اور اُن انقلابیوں کو سخت نقصان پہنچا کر رہے ہیں۔

دقیقہ صفحہ ۱۶۲ نے سید صاحب کی خدمت میں بھیجا تھا۔ اُن کے بطن سے ایک صاحبزادی باجہ پیدا ہوئی۔ سید صاحب کی شہادت کے بعد یہ خاتون ٹونک پہلی آئیں۔ تیسرا وہ میں ٹونک میں وفات پائی۔ م۔ م۔ ۱۳۲۹ھ

اس حقیقت یہ ہے کہ وہ اپنے مذاق کے مخالف کوئی حکم بھی ہو۔ اس کو نہیں مانتے۔ خواہ وہ حکم امیر ہی کیوں نہ ہو۔ وہ افغان لوکیوں سے بچ کر نکاح کرنے کا واقعہ سیرت احمدیہ میں ان گولی بول الفاظ سے مذکور ہے۔ ہندوستان کے حامِ خاندانوں کی طرح افغانستان اور سرحد میں حامِ ولای تھا کہ سچاؤں کا نکاح ثانی ناجائز سمجھا جاتا تھا۔ اس کے علاوہ خود نکاح میں اس قسم کی پابندیاں عائد تھیں۔ کہ کنواری لوکیاں بیٹھے بیٹھے عمر گزار دیتی تھیں۔ سید صاحب نے نکاح بیوگان۔ اور دوسری برہمنی رسم کے قطع قلع کے لئے حکم دیا۔ اس سے بہت سے خاندان اور امرانا راض ہوئے۔ اُن کی مخالفت کے اسباب میں سے ایک یہ بھی بڑا سبب تھا۔ م۔ م۔ ۱۸۹۰ھ

ہم نے اپنے فکر کا عملی تجربہ کر کے دیکھ لیا ہے۔ کہ اس سے وہ تمام فادات
رک جاتے ہیں جو امیر شہید کی جماعت کے لئے سو مان روج بنے رہے۔ باوجود
ان قتلوں کے سکھوں سے لڑائیاں بھی ہوتی رہیں! اور افغانوں سے بھی لڑتے رہے۔

دقیقہ ۱۶، ۱۷ پٹنہ پول سے سکھوں پر ہندو قول اور توپوں سے فائر کر رہے تھے۔ انفس کرائن
میں خالی بارود بھری جاتی تھی۔ سید صاحب گو میدان جنگ میں گئے۔ مگر اس سے آپ پر آٹھ دوز
تک بیہوشی طاری رہی۔ سادش کے متعلق جب تفتیش شروع ہوئی۔ تو معلوم ہوا کہ زہر کھلانے والے
ولی محمد اور نذر محمد کشمیری مشیعہ تھے۔ جو بار محمد خاں سردار پشاوند کے نوکر تھے۔ کھانا پکانے کے
لئے بار محمد نے ان کو امیر شہید کے پاس بھیجا۔ انوں نے کچھ پڑی اور گنڈ پربولی میں زہر ملا کر عین جنگ
کے وقت کھلا دیا۔ مگر امیر شہید نے گرفتاری کے بعد ہر دو مجرموں کو معاف کر دیا۔ سردار
پشاوند کی گرفتاری کے بعد اچھے تبلیغ و تالیف کا سلسلہ وسیع کر دیا۔ تاکہ قلوب کو زیادہ فاضل کیا جا
سکے۔ چنانچہ آپ نے مع روج علاقہ نمبر سوات وغیرہ کا دورہ کیا۔ ۱۰۔ ۱۱۔ ۱۲۔ ۱۳۔ ۱۴۔ ۱۵۔ ۱۶۔ ۱۷۔ ۱۸۔ ۱۹۔ ۲۰۔ ۲۱۔ ۲۲۔ ۲۳۔ ۲۴۔ ۲۵۔ ۲۶۔ ۲۷۔ ۲۸۔ ۲۹۔ ۳۰۔ ۳۱۔ ۳۲۔ ۳۳۔ ۳۴۔ ۳۵۔ ۳۶۔ ۳۷۔ ۳۸۔ ۳۹۔ ۴۰۔ ۴۱۔ ۴۲۔ ۴۳۔ ۴۴۔ ۴۵۔ ۴۶۔ ۴۷۔ ۴۸۔ ۴۹۔ ۵۰۔ ۵۱۔ ۵۲۔ ۵۳۔ ۵۴۔ ۵۵۔ ۵۶۔ ۵۷۔ ۵۸۔ ۵۹۔ ۶۰۔ ۶۱۔ ۶۲۔ ۶۳۔ ۶۴۔ ۶۵۔ ۶۶۔ ۶۷۔ ۶۸۔ ۶۹۔ ۷۰۔ ۷۱۔ ۷۲۔ ۷۳۔ ۷۴۔ ۷۵۔ ۷۶۔ ۷۷۔ ۷۸۔ ۷۹۔ ۸۰۔ ۸۱۔ ۸۲۔ ۸۳۔ ۸۴۔ ۸۵۔ ۸۶۔ ۸۷۔ ۸۸۔ ۸۹۔ ۹۰۔ ۹۱۔ ۹۲۔ ۹۳۔ ۹۴۔ ۹۵۔ ۹۶۔ ۹۷۔ ۹۸۔ ۹۹۔ ۱۰۰۔ ۱۰۱۔ ۱۰۲۔ ۱۰۳۔ ۱۰۴۔ ۱۰۵۔ ۱۰۶۔ ۱۰۷۔ ۱۰۸۔ ۱۰۹۔ ۱۱۰۔ ۱۱۱۔ ۱۱۲۔ ۱۱۳۔ ۱۱۴۔ ۱۱۵۔ ۱۱۶۔ ۱۱۷۔ ۱۱۸۔ ۱۱۹۔ ۱۲۰۔ ۱۲۱۔ ۱۲۲۔ ۱۲۳۔ ۱۲۴۔ ۱۲۵۔ ۱۲۶۔ ۱۲۷۔ ۱۲۸۔ ۱۲۹۔ ۱۳۰۔ ۱۳۱۔ ۱۳۲۔ ۱۳۳۔ ۱۳۴۔ ۱۳۵۔ ۱۳۶۔ ۱۳۷۔ ۱۳۸۔ ۱۳۹۔ ۱۴۰۔ ۱۴۱۔ ۱۴۲۔ ۱۴۳۔ ۱۴۴۔ ۱۴۵۔ ۱۴۶۔ ۱۴۷۔ ۱۴۸۔ ۱۴۹۔ ۱۵۰۔ ۱۵۱۔ ۱۵۲۔ ۱۵۳۔ ۱۵۴۔ ۱۵۵۔ ۱۵۶۔ ۱۵۷۔ ۱۵۸۔ ۱۵۹۔ ۱۶۰۔ ۱۶۱۔ ۱۶۲۔ ۱۶۳۔ ۱۶۴۔ ۱۶۵۔ ۱۶۶۔ ۱۶۷۔ ۱۶۸۔ ۱۶۹۔ ۱۷۰۔ ۱۷۱۔ ۱۷۲۔ ۱۷۳۔ ۱۷۴۔ ۱۷۵۔ ۱۷۶۔ ۱۷۷۔ ۱۷۸۔ ۱۷۹۔ ۱۸۰۔ ۱۸۱۔ ۱۸۲۔ ۱۸۳۔ ۱۸۴۔ ۱۸۵۔ ۱۸۶۔ ۱۸۷۔ ۱۸۸۔ ۱۸۹۔ ۱۹۰۔ ۱۹۱۔ ۱۹۲۔ ۱۹۳۔ ۱۹۴۔ ۱۹۵۔ ۱۹۶۔ ۱۹۷۔ ۱۹۸۔ ۱۹۹۔ ۲۰۰۔ ۲۰۱۔ ۲۰۲۔ ۲۰۳۔ ۲۰۴۔ ۲۰۵۔ ۲۰۶۔ ۲۰۷۔ ۲۰۸۔ ۲۰۹۔ ۲۱۰۔ ۲۱۱۔ ۲۱۲۔ ۲۱۳۔ ۲۱۴۔ ۲۱۵۔ ۲۱۶۔ ۲۱۷۔ ۲۱۸۔ ۲۱۹۔ ۲۲۰۔ ۲۲۱۔ ۲۲۲۔ ۲۲۳۔ ۲۲۴۔ ۲۲۵۔ ۲۲۶۔ ۲۲۷۔ ۲۲۸۔ ۲۲۹۔ ۲۳۰۔ ۲۳۱۔ ۲۳۲۔ ۲۳۳۔ ۲۳۴۔ ۲۳۵۔ ۲۳۶۔ ۲۳۷۔ ۲۳۸۔ ۲۳۹۔ ۲۴۰۔ ۲۴۱۔ ۲۴۲۔ ۲۴۳۔ ۲۴۴۔ ۲۴۵۔ ۲۴۶۔ ۲۴۷۔ ۲۴۸۔ ۲۴۹۔ ۲۵۰۔ ۲۵۱۔ ۲۵۲۔ ۲۵۳۔ ۲۵۴۔ ۲۵۵۔ ۲۵۶۔ ۲۵۷۔ ۲۵۸۔ ۲۵۹۔ ۲۶۰۔ ۲۶۱۔ ۲۶۲۔ ۲۶۳۔ ۲۶۴۔ ۲۶۵۔ ۲۶۶۔ ۲۶۷۔ ۲۶۸۔ ۲۶۹۔ ۲۷۰۔ ۲۷۱۔ ۲۷۲۔ ۲۷۳۔ ۲۷۴۔ ۲۷۵۔ ۲۷۶۔ ۲۷۷۔ ۲۷۸۔ ۲۷۹۔ ۲۸۰۔ ۲۸۱۔ ۲۸۲۔ ۲۸۳۔ ۲۸۴۔ ۲۸۵۔ ۲۸۶۔ ۲۸۷۔ ۲۸۸۔ ۲۸۹۔ ۲۹۰۔ ۲۹۱۔ ۲۹۲۔ ۲۹۳۔ ۲۹۴۔ ۲۹۵۔ ۲۹۶۔ ۲۹۷۔ ۲۹۸۔ ۲۹۹۔ ۳۰۰۔ ۳۰۱۔ ۳۰۲۔ ۳۰۳۔ ۳۰۴۔ ۳۰۵۔ ۳۰۶۔ ۳۰۷۔ ۳۰۸۔ ۳۰۹۔ ۳۱۰۔ ۳۱۱۔ ۳۱۲۔ ۳۱۳۔ ۳۱۴۔ ۳۱۵۔ ۳۱۶۔ ۳۱۷۔ ۳۱۸۔ ۳۱۹۔ ۳۲۰۔ ۳۲۱۔ ۳۲۲۔ ۳۲۳۔ ۳۲۴۔ ۳۲۵۔ ۳۲۶۔ ۳۲۷۔ ۳۲۸۔ ۳۲۹۔ ۳۳۰۔ ۳۳۱۔ ۳۳۲۔ ۳۳۳۔ ۳۳۴۔ ۳۳۵۔ ۳۳۶۔ ۳۳۷۔ ۳۳۸۔ ۳۳۹۔ ۳۴۰۔ ۳۴۱۔ ۳۴۲۔ ۳۴۳۔ ۳۴۴۔ ۳۴۵۔ ۳۴۶۔ ۳۴۷۔ ۳۴۸۔ ۳۴۹۔ ۳۵۰۔ ۳۵۱۔ ۳۵۲۔ ۳۵۳۔ ۳۵۴۔ ۳۵۵۔ ۳۵۶۔ ۳۵۷۔ ۳۵۸۔ ۳۵۹۔ ۳۶۰۔ ۳۶۱۔ ۳۶۲۔ ۳۶۳۔ ۳۶۴۔ ۳۶۵۔ ۳۶۶۔ ۳۶۷۔ ۳۶۸۔ ۳۶۹۔ ۳۷۰۔ ۳۷۱۔ ۳۷۲۔ ۳۷۳۔ ۳۷۴۔ ۳۷۵۔ ۳۷۶۔ ۳۷۷۔ ۳۷۸۔ ۳۷۹۔ ۳۸۰۔ ۳۸۱۔ ۳۸۲۔ ۳۸۳۔ ۳۸۴۔ ۳۸۵۔ ۳۸۶۔ ۳۸۷۔ ۳۸۸۔ ۳۸۹۔ ۳۹۰۔ ۳۹۱۔ ۳۹۲۔ ۳۹۳۔ ۳۹۴۔ ۳۹۵۔ ۳۹۶۔ ۳۹۷۔ ۳۹۸۔ ۳۹۹۔ ۴۰۰۔ ۴۰۱۔ ۴۰۲۔ ۴۰۳۔ ۴۰۴۔ ۴۰۵۔ ۴۰۶۔ ۴۰۷۔ ۴۰۸۔ ۴۰۹۔ ۴۱۰۔ ۴۱۱۔ ۴۱۲۔ ۴۱۳۔ ۴۱۴۔ ۴۱۵۔ ۴۱۶۔ ۴۱۷۔ ۴۱۸۔ ۴۱۹۔ ۴۲۰۔ ۴۲۱۔ ۴۲۲۔ ۴۲۳۔ ۴۲۴۔ ۴۲۵۔ ۴۲۶۔ ۴۲۷۔ ۴۲۸۔ ۴۲۹۔ ۴۳۰۔ ۴۳۱۔ ۴۳۲۔ ۴۳۳۔ ۴۳۴۔ ۴۳۵۔ ۴۳۶۔ ۴۳۷۔ ۴۳۸۔ ۴۳۹۔ ۴۴۰۔ ۴۴۱۔ ۴۴۲۔ ۴۴۳۔ ۴۴۴۔ ۴۴۵۔ ۴۴۶۔ ۴۴۷۔ ۴۴۸۔ ۴۴۹۔ ۴۵۰۔ ۴۵۱۔ ۴۵۲۔ ۴۵۳۔ ۴۵۴۔ ۴۵۵۔ ۴۵۶۔ ۴۵۷۔ ۴۵۸۔ ۴۵۹۔ ۴۶۰۔ ۴۶۱۔ ۴۶۲۔ ۴۶۳۔ ۴۶۴۔ ۴۶۵۔ ۴۶۶۔ ۴۶۷۔ ۴۶۸۔ ۴۶۹۔ ۴۷۰۔ ۴۷۱۔ ۴۷۲۔ ۴۷۳۔ ۴۷۴۔ ۴۷۵۔ ۴۷۶۔ ۴۷۷۔ ۴۷۸۔ ۴۷۹۔ ۴۸۰۔ ۴۸۱۔ ۴۸۲۔ ۴۸۳۔ ۴۸۴۔ ۴۸۵۔ ۴۸۶۔ ۴۸۷۔ ۴۸۸۔ ۴۸۹۔ ۴۹۰۔ ۴۹۱۔ ۴۹۲۔ ۴۹۳۔ ۴۹۴۔ ۴۹۵۔ ۴۹۶۔ ۴۹۷۔ ۴۹۸۔ ۴۹۹۔ ۵۰۰۔ ۵۰۱۔ ۵۰۲۔ ۵۰۳۔ ۵۰۴۔ ۵۰۵۔ ۵۰۶۔ ۵۰۷۔ ۵۰۸۔ ۵۰۹۔ ۵۱۰۔ ۵۱۱۔ ۵۱۲۔ ۵۱۳۔ ۵۱۴۔ ۵۱۵۔ ۵۱۶۔ ۵۱۷۔ ۵۱۸۔ ۵۱۹۔ ۵۲۰۔ ۵۲۱۔ ۵۲۲۔ ۵۲۳۔ ۵۲۴۔ ۵۲۵۔ ۵۲۶۔ ۵۲۷۔ ۵۲۸۔ ۵۲۹۔ ۵۳۰۔ ۵۳۱۔ ۵۳۲۔ ۵۳۳۔ ۵۳۴۔ ۵۳۵۔ ۵۳۶۔ ۵۳۷۔ ۵۳۸۔ ۵۳۹۔ ۵۴۰۔ ۵۴۱۔ ۵۴۲۔ ۵۴۳۔ ۵۴۴۔ ۵۴۵۔ ۵۴۶۔ ۵۴۷۔ ۵۴۸۔ ۵۴۹۔ ۵۵۰۔ ۵۵۱۔ ۵۵۲۔ ۵۵۳۔ ۵۵۴۔ ۵۵۵۔ ۵۵۶۔ ۵۵۷۔ ۵۵۸۔ ۵۵۹۔ ۵۶۰۔ ۵۶۱۔ ۵۶۲۔ ۵۶۳۔ ۵۶۴۔ ۵۶۵۔ ۵۶۶۔ ۵۶۷۔ ۵۶۸۔ ۵۶۹۔ ۵۷۰۔ ۵۷۱۔ ۵۷۲۔ ۵۷۳۔ ۵۷۴۔ ۵۷۵۔ ۵۷۶۔ ۵۷۷۔ ۵۷۸۔ ۵۷۹۔ ۵۸۰۔ ۵۸۱۔ ۵۸۲۔ ۵۸۳۔ ۵۸۴۔ ۵۸۵۔ ۵۸۶۔ ۵۸۷۔ ۵۸۸۔ ۵۸۹۔ ۵۹۰۔ ۵۹۱۔ ۵۹۲۔ ۵۹۳۔ ۵۹۴۔ ۵۹۵۔ ۵۹۶۔ ۵۹۷۔ ۵۹۸۔ ۵۹۹۔ ۶۰۰۔ ۶۰۱۔ ۶۰۲۔ ۶۰۳۔ ۶۰۴۔ ۶۰۵۔ ۶۰۶۔ ۶۰۷۔ ۶۰۸۔ ۶۰۹۔ ۶۱۰۔ ۶۱۱۔ ۶۱۲۔ ۶۱۳۔ ۶۱۴۔ ۶۱۵۔ ۶۱۶۔ ۶۱۷۔ ۶۱۸۔ ۶۱۹۔ ۶۲۰۔ ۶۲۱۔ ۶۲۲۔ ۶۲۳۔ ۶۲۴۔ ۶۲۵۔ ۶۲۶۔ ۶۲۷۔ ۶۲۸۔ ۶۲۹۔ ۶۳۰۔ ۶۳۱۔ ۶۳۲۔ ۶۳۳۔ ۶۳۴۔ ۶۳۵۔ ۶۳۶۔ ۶۳۷۔ ۶۳۸۔ ۶۳۹۔ ۶۴۰۔ ۶۴۱۔ ۶۴۲۔ ۶۴۳۔ ۶۴۴۔ ۶۴۵۔ ۶۴۶۔ ۶۴۷۔ ۶۴۸۔ ۶۴۹۔ ۶۵۰۔ ۶۵۱۔ ۶۵۲۔ ۶۵۳۔ ۶۵۴۔ ۶۵۵۔ ۶۵۶۔ ۶۵۷۔ ۶۵۸۔ ۶۵۹۔ ۶۶۰۔ ۶۶۱۔ ۶۶۲۔ ۶۶۳۔ ۶۶۴۔ ۶۶۵۔ ۶۶۶۔ ۶۶۷۔ ۶۶۸۔ ۶۶۹۔ ۶۷۰۔ ۶۷۱۔ ۶۷۲۔ ۶۷۳۔ ۶۷۴۔ ۶۷۵۔ ۶۷۶۔ ۶۷۷۔ ۶۷۸۔ ۶۷۹۔ ۶۸۰۔ ۶۸۱۔ ۶۸۲۔ ۶۸۳۔ ۶۸۴۔ ۶۸۵۔ ۶۸۶۔ ۶۸۷۔ ۶۸۸۔ ۶۸۹۔ ۶۹۰۔ ۶۹۱۔ ۶۹۲۔ ۶۹۳۔ ۶۹۴۔ ۶۹۵۔ ۶۹۶۔ ۶۹۷۔ ۶۹۸۔ ۶۹۹۔ ۷۰۰۔ ۷۰۱۔ ۷۰۲۔ ۷۰۳۔ ۷۰۴۔ ۷۰۵۔ ۷۰۶۔ ۷۰۷۔ ۷۰۸۔ ۷۰۹۔ ۷۱۰۔ ۷۱۱۔ ۷۱۲۔ ۷۱۳۔ ۷۱۴۔ ۷۱۵۔ ۷۱۶۔ ۷۱۷۔ ۷۱۸۔ ۷۱۹۔ ۷۲۰۔ ۷۲۱۔ ۷۲۲۔ ۷۲۳۔ ۷۲۴۔ ۷۲۵۔ ۷۲۶۔ ۷۲۷۔ ۷۲۸۔ ۷۲۹۔ ۷۳۰۔ ۷۳۱۔ ۷۳۲۔ ۷۳۳۔ ۷۳۴۔ ۷۳۵۔ ۷۳۶۔ ۷۳۷۔ ۷۳۸۔ ۷۳۹۔ ۷۴۰۔ ۷۴۱۔ ۷۴۲۔ ۷۴۳۔ ۷۴۴۔ ۷۴۵۔ ۷۴۶۔ ۷۴۷۔ ۷۴۸۔ ۷۴۹۔ ۷۵۰۔ ۷۵۱۔ ۷۵۲۔ ۷۵۳۔ ۷۵۴۔ ۷۵۵۔ ۷۵۶۔ ۷۵۷۔ ۷۵۸۔ ۷۵۹۔ ۷۶۰۔ ۷۶۱۔ ۷۶۲۔ ۷۶۳۔ ۷۶۴۔ ۷۶۵۔ ۷۶۶۔ ۷۶۷۔ ۷۶۸۔ ۷۶۹۔ ۷۷۰۔ ۷۷۱۔ ۷۷۲۔ ۷۷۳۔ ۷۷۴۔ ۷۷۵۔ ۷۷۶۔ ۷۷۷۔ ۷۷۸۔ ۷۷۹۔ ۷۸۰۔ ۷۸۱۔ ۷۸۲۔ ۷۸۳۔ ۷۸۴۔ ۷۸۵۔ ۷۸۶۔ ۷۸۷۔ ۷۸۸۔ ۷۸۹۔ ۷۹۰۔ ۷۹۱۔ ۷۹۲۔ ۷۹۳۔ ۷۹۴۔ ۷۹۵۔ ۷۹۶۔ ۷۹۷۔ ۷۹۸۔ ۷۹۹۔ ۸۰۰۔ ۸۰۱۔ ۸۰۲۔ ۸۰۳۔ ۸۰۴۔ ۸۰۵۔ ۸۰۶۔ ۸۰۷۔ ۸۰۸۔ ۸۰۹۔ ۸۱۰۔ ۸۱۱۔ ۸۱۲۔ ۸۱۳۔ ۸۱۴۔ ۸۱۵۔ ۸۱۶۔ ۸۱۷۔ ۸۱۸۔ ۸۱۹۔ ۸۲۰۔ ۸۲۱۔ ۸۲۲۔ ۸۲۳۔ ۸۲۴۔ ۸۲۵۔ ۸۲۶۔ ۸۲۷۔ ۸۲۸۔ ۸۲۹۔ ۸۳۰۔ ۸۳۱۔ ۸۳۲۔ ۸۳۳۔ ۸۳۴۔ ۸۳۵۔ ۸۳۶۔ ۸۳۷۔ ۸۳۸۔ ۸۳۹۔ ۸۴۰۔ ۸۴۱۔ ۸۴۲۔ ۸۴۳۔ ۸۴۴۔ ۸۴۵۔ ۸۴۶۔ ۸۴۷۔ ۸۴۸۔ ۸۴۹۔ ۸۵۰۔ ۸۵۱۔ ۸۵۲۔ ۸۵۳۔ ۸۵۴۔ ۸۵۵۔ ۸۵۶۔ ۸۵۷۔ ۸۵۸۔ ۸۵۹۔ ۸۶۰۔ ۸۶۱۔ ۸۶۲۔ ۸۶۳۔ ۸۶۴۔ ۸۶۵۔ ۸۶۶۔ ۸۶۷۔ ۸۶۸۔ ۸۶۹۔ ۸۷۰۔ ۸۷۱۔ ۸۷۲۔ ۸۷۳۔ ۸۷۴۔ ۸۷۵۔ ۸۷۶۔ ۸۷۷۔ ۸۷۸۔ ۸۷۹۔ ۸۸۰۔ ۸۸۱۔ ۸۸۲۔ ۸۸۳۔ ۸۸۴۔ ۸۸۵۔ ۸۸۶۔ ۸۸۷۔ ۸۸۸۔ ۸۸۹۔ ۸۹۰۔ ۸۹۱۔ ۸۹۲۔ ۸۹۳۔ ۸۹۴۔ ۸۹۵۔ ۸۹۶۔ ۸۹۷۔ ۸۹۸۔ ۸۹۹۔ ۹۰۰۔ ۹۰۱۔ ۹۰۲۔ ۹۰۳۔ ۹۰۴۔ ۹۰۵۔ ۹۰۶۔ ۹۰۷۔ ۹۰۸۔ ۹۰۹۔ ۹۱۰۔ ۹۱۱۔ ۹۱۲۔ ۹۱۳۔ ۹۱۴۔ ۹۱۵۔ ۹۱۶۔ ۹۱۷۔ ۹۱۸۔ ۹۱۹۔ ۹۲۰۔ ۹۲۱۔ ۹۲۲۔ ۹۲۳۔ ۹۲۴۔ ۹۲۵۔ ۹۲۶۔ ۹۲۷۔ ۹۲۸۔ ۹۲۹۔ ۹۳۰۔ ۹۳۱۔ ۹۳۲۔ ۹۳۳۔ ۹۳۴۔ ۹۳۵۔ ۹۳۶۔ ۹۳۷۔ ۹۳۸۔ ۹۳۹۔ ۹۴۰۔ ۹۴۱۔ ۹۴۲۔ ۹۴۳۔ ۹۴۴۔ ۹۴۵۔ ۹۴۶۔ ۹۴۷۔ ۹۴۸۔ ۹۴۹۔ ۹۵۰۔ ۹۵۱۔ ۹۵۲۔ ۹۵۳۔ ۹۵۴۔ ۹۵۵۔ ۹۵۶۔ ۹۵۷۔ ۹۵۸۔ ۹۵۹۔ ۹۶۰۔ ۹۶۱۔ ۹۶۲۔ ۹۶۳۔ ۹۶۴۔ ۹۶۵۔ ۹۶۶۔ ۹۶۷۔ ۹۶۸۔ ۹۶۹۔ ۹۷۰۔ ۹۷۱۔ ۹۷۲۔ ۹۷۳۔ ۹۷۴۔ ۹۷۵۔ ۹۷۶۔ ۹۷۷۔ ۹۷۸۔ ۹۷۹۔ ۹۸۰۔ ۹۸۱۔ ۹۸۲۔ ۹۸۳۔ ۹۸۴۔ ۹۸۵۔ ۹۸۶۔ ۹۸۷۔ ۹۸۸۔ ۹۸۹۔ ۹۹۰۔ ۹۹۱۔ ۹۹۲۔ ۹۹۳۔ ۹۹۴۔ ۹۹۵۔ ۹۹۶۔ ۹۹۷۔ ۹۹۸۔ ۹۹۹۔ ۱۰۰۰۔ ۱۰۰۱۔ ۱۰۰۲۔ ۱۰۰۳۔ ۱۰۰۴۔ ۱۰۰۵۔ ۱۰۰۶۔ ۱۰۰۷۔ ۱۰۰۸۔ ۱۰۰۹۔ ۱۰۱۰۔ ۱۰۱۱۔ ۱۰۱۲۔ ۱۰۱۳۔ ۱۰۱۴۔ ۱۰۱۵۔ ۱۰۱۶۔ ۱۰۱۷۔ ۱۰۱۸۔ ۱۰۱۹۔ ۱۰۲۰۔ ۱۰۲۱۔ ۱۰۲۲۔ ۱۰۲۳۔ ۱۰۲۴۔ ۱۰۲۵۔ ۱۰۲۶۔ ۱۰۲۷۔ ۱۰۲۸۔ ۱۰۲۹۔ ۱۰۳۰۔ ۱۰۳۱۔ ۱۰۳۲۔ ۱۰۳۳۔ ۱۰۳۴۔ ۱۰۳۵۔ ۱۰۳۶۔ ۱۰۳۷۔ ۱۰۳۸۔ ۱۰۳۹۔ ۱۰۴۰۔ ۱۰۴۱۔ ۱۰۴۲۔ ۱۰۴۳۔ ۱۰۴۴۔ ۱۰۴۵۔ ۱۰۴۶۔ ۱۰۴۷۔ ۱۰۴۸۔ ۱۰۴۹۔ ۱۰۵۰۔ ۱۰۵۱۔ ۱۰۵۲۔ ۱۰۵۳۔ ۱۰۵۴۔ ۱۰۵۵۔ ۱۰۵۶۔ ۱۰۵۷۔ ۱۰۵۸۔ ۱۰۵۹۔ ۱۰۶۰۔ ۱۰۶۱۔ ۱۰۶۲۔ ۱۰۶۳۔ ۱۰۶۴۔ ۱۰۶۵۔ ۱۰۶۶۔ ۱۰۶۷۔ ۱۰۶۸۔ ۱۰۶۹۔ ۱۰۷۰۔ ۱۰۷۱۔ ۱۰۷۲۔ ۱۰۷۳۔ ۱۰۷۴۔ ۱۰۷۵۔ ۱۰۷۶۔ ۱۰۷۷۔ ۱۰۷۸۔ ۱۰۷۹۔ ۱۰۸۰۔ ۱۰۸۱۔ ۱۰۸۲۔ ۱۰۸۳۔ ۱۰۸۴۔ ۱۰۸۵۔ ۱۰۸۶۔ ۱۰۸۷۔ ۱۰۸۸۔ ۱۰۸۹۔ ۱۰۹۰۔ ۱۰۹۱۔ ۱۰۹۲۔ ۱۰۹۳۔ ۱۰۹۴۔ ۱۰۹۵۔ ۱۰۹۶۔ ۱۰۹۷۔ ۱۰۹۸۔ ۱۰۹۹۔ ۱۱۰۰۔ ۱۱۰۱۔ ۱۱۰۲۔ ۱۱۰۳۔ ۱۱۰۴۔ ۱۱۰۵۔ ۱۱۰۶۔ ۱۱۰۷۔ ۱۱۰۸۔ ۱۱۰۹۔ ۱۱۱۰۔ ۱۱۱۱۔ ۱۱۱۲۔ ۱۱۱۳۔ ۱۱۱۴۔ ۱۱۱۵۔ ۱۱۱۶۔ ۱۱۱۷۔ ۱۱۱۸۔ ۱۱۱۹۔ ۱۱۲۰۔ ۱۱۲۱۔ ۱۱۲۲۔ ۱۱۲۳۔ ۱۱۲۴۔ ۱۱۲۵۔ ۱۱۲۶۔ ۱۱۲۷۔ ۱۱۲۸۔ ۱۱۲۹۔ ۱۱۳۰۔ ۱۱۳۱۔ ۱۱۳۲۔ ۱۱۳۳۔ ۱۱۳۴۔ ۱۱۳۵۔ ۱۱۳۶۔ ۱۱۳۷۔ ۱۱۳۸۔ ۱۱۳۹۔ ۱۱۴۰۔ ۱۱۴۱۔ ۱۱۴۲۔ ۱۱۴۳۔ ۱۱۴۴۔ ۱۱۴۵۔ ۱۱۴۶۔ ۱۱۴۷۔ ۱۱۴۸۔ ۱۱۴۹۔ ۱۱۵۰۔ ۱۱۵۱۔ ۱۱۵۲۔ ۱۱۵۳۔ ۱۱۵۴۔ ۱۱۵۵۔ ۱۱۵۶۔ ۱۱۵۷۔ ۱۱۵۸۔ ۱۱۵۹۔ ۱۱۶۰۔ ۱۱۶۱۔ ۱۱۶۲۔ ۱۱۶۳۔ ۱۱۶۴۔ ۱۱۶۵۔ ۱۱۶۶۔ ۱۱۶۷۔ ۱۱۶۸۔ ۱۱۶۹۔ ۱۱۷۰۔ ۱۱۷۱۔ ۱۱۷۲۔ ۱۱۷۳۔ ۱۱۷۴۔ ۱۱۷۵۔ ۱۱۷۶۔ ۱۱۷۷۔ ۱۱۷۸۔ ۱۱۷۹۔ ۱۱۸۰۔ ۱۱۸۱۔ ۱۱۸۲۔ ۱۱۸۳۔ ۱۱۸۴۔ ۱۱۸۵۔ ۱۱۸۶۔ ۱۱۸۷۔ ۱۱۸۸۔ ۱۱۸۹۔ ۱۱۹۰۔ ۱۱۹۱۔ ۱۱۹۲۔ ۱۱۹۳۔ ۱۱۹۴۔ ۱۱۹۵۔ ۱۱۹۶۔ ۱۱۹۷۔ ۱۱۹۸۔ ۱۱۹۹۔ ۱۲۰۰۔ ۱۲۰۱۔ ۱۲۰۲۔ ۱۲۰۳۔ ۱۲۰۴۔ ۱۲۰۵۔ ۱۲۰۶۔ ۱۲۰۷۔ ۱۲۰۸۔ ۱۲۰۹۔ ۱۲۱۰۔ ۱۲۱۱۔ ۱۲۱۲۔ ۱۲۱۳۔ ۱۲۱۴۔ ۱۲۱۵۔ ۱۲۱۶۔ ۱۲۱۷۔ ۱۲۱۸۔ ۱۲۱۹۔ ۱۲۲۰۔ ۱۲۲۱۔ ۱۲۲۲۔ ۱۲۲۳۔ ۱۲۲۴۔ ۱۲۲۵۔ ۱۲۲۶۔ ۱۲۲۷۔ ۱۲۲۸۔ ۱۲۲۹۔ ۱۲۳۰۔ ۱۲۳۱۔ ۱۲۳۲۔ ۱۲۳۳۔ ۱۲۳۴۔ ۱۲۳۵۔ ۱۲۳۶۔ ۱۲۳۷۔ ۱۲۳۸۔ ۱۲۳۹۔ ۱۲۴۰۔ ۱۲۴۱۔ ۱۲۴۲۔ ۱۲۴۳۔ ۱۲۴۴۔ ۱۲۴۵۔ ۱۲۴۶۔ ۱۲۴۷۔ ۱۲۴۸۔ ۱۲۴۹۔ ۱۲۵۰۔ ۱۲۵۱۔ ۱۲۵۲۔ ۱۲۵۳۔ ۱۲۵۴۔ ۱۲۵۵۔ ۱۲۵۶۔ ۱۲۵۷۔ ۱۲۵۸۔ ۱۲۵۹۔ ۱۲۶۰۔ ۱۲۶۱۔ ۱۲۶۲۔ ۱۲۶۳۔ ۱۲۶۴۔ ۱۲۶۵۔ ۱۲۶۶۔ ۱۲۶۷۔ ۱۲۶۸۔ ۱۲۶۹۔ ۱۲۷۰۔ ۱۲۷۱۔ ۱۲۷۲۔ ۱۲۷۳۔ ۱۲۷۴۔ ۱۲۷۵۔ ۱۲۷۶۔ ۱۲۷۷۔ ۱۲۷۸۔ ۱۲۷۹۔ ۱۲۸۰۔ ۱۲۸۱۔ ۱۲۸۲۔ ۱۲۸۳۔ ۱۲۸۴۔ ۱۲۸۵۔ ۱۲۸۶۔ ۱۲۸۷۔ ۱۲۸۸۔ ۱۲۸۹۔ ۱۲۹۰۔ ۱۲۹۱۔ ۱۲۹۲۔ ۱۲۹۳۔ ۱۲۹۴۔ ۱۲۹۵۔ ۱۲۹۶۔ ۱۲۹۷۔ ۱۲۹۸۔ ۱۲۹۹۔ ۱۳۰۰۔ ۱۳۰۱۔ ۱۳۰۲۔ ۱۳۰۳۔ ۱۳۰۴۔ ۱۳۰۵۔ ۱۳۰۶۔ ۱۳۰۷۔ ۱۳۰۸۔ ۱۳۰۹۔ ۱۳۱۰۔ ۱۳۱۱۔ ۱۳۱۲۔ ۱۳۱۳۔ ۱۳۱۴۔ ۱۳۱۵۔ ۱۳۱۶۔ ۱۳۱۷۔ ۱۳۱۸۔ ۱۳۱۹۔ ۱۳۲۰۔ ۱۳۲۱۔ ۱۳۲۲۔ ۱۳۲۳۔ ۱۳۲۴۔ ۱۳۲۵۔ ۱۳۲۶۔ ۱۳۲۷۔ ۱۳۲۸۔ ۱۳۲۹۔ ۱۳۳۰۔ ۱۳۳۱۔ ۱۳۳۲۔ ۱۳۳۳۔ ۱۳۳۴۔ ۱۳۳۵۔ ۱۳۳۶۔ ۱۳۳۷۔ ۱۳۳۸۔ ۱۳۳۹۔ ۱۳۴۰۔ ۱۳۴۱۔ ۱۳۴۲۔ ۱۳۴۳۔ ۱۳۴۴۔ ۱۳۴۵۔ ۱۳۴۶۔ ۱۳۴۷۔ ۱۳۴۸۔ ۱۳۴۹۔ ۱۳۵۰۔ ۱۳۵۱۔ ۱۳۵۲۔ ۱۳۵۳۔ ۱۳۵۴۔ ۱۳۵۵۔ ۱۳۵۶۔ ۱۳۵۷۔ ۱۳۵۸۔ ۱۳۵۹۔ ۱۳۶۰۔ ۱۳۶۱۔ ۱۳۶۲۔ ۱۳۶۳۔ ۱۳۶۴۔ ۱۳۶۵۔ ۱۳۶۶۔ ۱۳۶۷۔ ۱۳۶۸۔ ۱۳۶۹۔ ۱۳۷۰۔ ۱۳۷۱۔ ۱۳۷۲۔ ۱۳۷۳۔ ۱۳۷۴۔ ۱۳۷۵۔ ۱۳۷۶۔ ۱۳۷۷۔ ۱۳۷۸۔ ۱۳۷۹۔ ۱۳۸۰۔ ۱۳۸۱۔ ۱۳۸۲۔ ۱۳۸۳۔ ۱۳۸۴۔ ۱۳۸۵۔ ۱۳۸۶۔ ۱۳۸۷۔ ۱۳۸۸۔ ۱۳۸۹۔ ۱۳۹۰۔ ۱۳۹۱۔ ۱۳۹۲۔ ۱۳۹۳۔ ۱۳۹۴۔ ۱۳۹۵۔ ۱۳۹۶۔ ۱۳۹۷۔ ۱۳۹۸۔ ۱۳۹۹۔ ۱۴۰۰۔ ۱۴۰۱۔ ۱۴۰۲۔ ۱۴۰۳۔ ۱۴۰۴۔ ۱۴۰۵۔ ۱۴۰۶۔ ۱۴۰۷۔ ۱۴۰۸۔ ۱۴۰۹۔ ۱۴۱۰۔ ۱۴۱۱۔ ۱۴۱۲۔

سید احمد الامیر الشہید کی افغانوں سے لڑائیاں (ڈاکٹر کاٹنن، مولانا شہید کی قیادت میں ہری سنگھ نورو کی

فوج پر مارا گیا۔ اور تین سو کم اور سات جہاد کام آئے۔ بعد ازاں بیگ شکاری واقع ہوئی۔ جاہلین کنگ جب روانہ ہو چکے۔ تو ابھی باقی ماندہ حضرات کھانے پینے میں مصروف تھے کہ سکھوں کے بڑے لشکر نے حملہ کر دیا۔ حضرت شہید نے بارہ آدمیوں سے اُن پر حملہ کیا۔ جس سے تقریباً سو کم مارے گئے۔ اور بارہ آدمی سلامت بچے۔ البتہ مولانا شہید کی انجلی پر گولی لگی۔ ۲۴ مئی ۱۸۴۲ء ش۔ م

(افغانوں سے جنگ اتان زئی کی لڑائی) سرداران پشاوری کا جذبہ جناد بڑھتا گیا۔ چار ہزار فوج اور دو توپیں لے کر دریائے نڈ سے عبور کر کے بمقام اتان زئی پہنچے۔ امیر شہید بمقام غادی قیام فرماتے۔ سید صاحب الدب ابہرام خاں۔ ادب باب جمعہ خاں وغیرہ خواتین۔ اور سمر و سوزات کے سرداروں نے شہر کے دو جانب سے سرداران پشاوری کے لشکر پر شجون مارا۔ اور غنیم کو شکست ہوئی۔ اس کے علاوہ غادی کی بغاوت انگور افرانیسی کی جنگ جسے سکھوں نے فوج کی کمان دے کر بھیجا۔ اور اس نے شکست کھائی اور شجون ہندوستان میں غادی خاں گولی کا نشانہ بنا۔ یہ واقعات تفصیل سے ش۔ م ۲۴ مئی میں موجود ہیں۔ دلائل ملاحظہ ہوں۔

غادی خاں کے قتل کے بعد اس کے بھائی امیر خاں نے اندرونی طور پر سرداران پشاوری اور دہریہ حضرات وغیرہ سے ساز باز شروع کر دی۔ مگر نظامر سید صاحب کی خدمت میں رہتا تھا۔ یا محمد خاں نے اس فوج کو خفیہ سمجھ کر امیر خاں کی ریاست میں اپنے لشکر جمع کرنے شروع کر دیے۔ بعد ایک لشکر لے کر حدود توپ۔ اور کچھ فوجی اور اونٹ لے کر نہایت کرد فسر سے خود بھی میدان میں پہنچا۔ اور اعلان جنگ کر دیا۔ جنگ زیدہ، ۱۷ ربیع الاول ۱۲۶۰ھ کو بروز دوشنبہ یا محمد خاں کا لشکر زیدہ پہنچا۔ مولانا محمد اسماعیل نے جاناہ زوں کا لشکر لے کر یکایک حملہ کر دیا۔ جاہلین نے اُن کی توپوں پر قبضہ کر لیا اور توپچیوں کی مشکیں کس لیں۔ یا محمد خاں اس اثناء میں عالم بے خبری میں نوگرفتار حسینوں کے ساتھ پیش و طرب میں مشغول تھا۔ کہ زخمی ہوا۔ اور موضع دودھیر میں پہنچنے سے پہلے ہلاک ہو گیا۔ پشاور نہ جاسکا۔

(بقیہ صفحہ ۱۶۷) یار محمد خاں کی وفات کے بعد اس کا بھائی سلطان محمد خاں جو شہنشاہِ ہند سے انتقام سے اندھا ہو گیا اور قلعہ پٹنہ پر قبضہ کر لیا۔ سید صاحب باوجود یکہ سکھوں سے تربیلا کے مقام نہرو آڑا تھے، آپ سنتے ہی ہنڈ کی طرف متوجہ ہوئے۔ سلطان محمد خاں سید صاحب کی آمد سنتے ہی بھاگا۔ مگر سکھوں نے امیر خاں برادر خادی خاں کی انجمن پر ہنڈ پر قبضہ کر لیا (جنگ ہمایاں ہوتی مدھان کا خان، مسمی احمد خان نکاح بیوگان اور دوسرے غیر شرعی رسوم پر چونکا جس کے متعلق افغانوں میں رائج نہیں، سید صاحب سے ناواقف تھا۔ وہ سرسوان پٹنہ کے پاس پہنچا، اور اُن کو بھڑکا کر جنگ کے لئے تیار کیا۔ افغانوں کا یہ لشکر بڑھتے بڑھتے میاں پہنچا اور سید صاحب مولانا اسماعیل وغیرہ کے ساتھ خود فوج لے کر میدان میں آئے۔ چند گھنٹے کی جنگ کے بعد پٹنہ دہری سرداروں کو شکست ہوئی۔ وہ لوگ مردوں اور زخمیوں کو بھڑکا کر بھاگ گئے۔ (جنگ پٹنہ)، میاں کی فتح کے بعد ضرورت محسوس ہوئی کہ پٹنہ وکٹو تخیل کر لیا جائے۔ جو ان کا مرکز تھا۔ پٹنہ دہری سلطان محمد خاں وغیرہ کی حیثیت سے متنفر تھے۔ سب نے سید صاحب کو مراٹھوں پر رکھا۔ سابقہ جنگوں میں شکست اور عوام کی بڑھتی ہوئی عقیدت نے سلطان محمد خاں کی ہمت پست کر دی۔ اس نے ارباب فیض اللہ خاں احمد کے ذریعہ توبہ کی درخواست کی۔ جماعت کی مرضی کے خلاف آپ نے یہ درخواست بعد از دیر منظور کر لی۔ اب حاکم پٹنہ اور کے انتخاب کا مسئلہ پیش ہوا۔ اس موقع پر ارباب بہرام خاں وغیرہ نے خود اپنے لئے درخواست کی۔ مگر سید صاحب نے پٹنہ اور کی حکومت اور ولایت کا پروانہ اس کو عطا کر کے پٹنہ اور کا حاکم بنا دیا۔ سید صاحب نے مولانا سید ظہیر علی کو شہر کا قاضی مقرر کیا۔ اور مولانا قمر الدین کو محبہ خیلہ و حضرات کے امن کی امداد کے لئے پٹنہ اور چھوڑا۔ اب سید صاحب اور مجاہدین کی حدود حکومت سرحد کے بڑے علاقہ پر محیط ہو گئی اس کے بعد سلطان محمد خاں نے خلائی کہ کے سب سے پہلے قاضی صاحب نرگور کو مع ارباب فیض اللہ خاں کے قتل کر دیا۔ یہ فیض اللہ خاں وہی ہے جس نے سلطان محمد خاں کی توبہ منظور کرائی تھی۔ (قتل عام)، ایک ماہ مجاہدین نے دیکھا کہ پٹنہ اور پر اور قریہ بقریہ اونچے مکانات پر آگ جلائی جا رہی ہے۔ اور عوام خوشیاں منا رہے ہیں۔ مجاہدین نے اس کا سبب دریافت کیا تو بتایا گیا کہ یہ سب مایہ سرکار کی ادائیگی کی تیاری ہے تاکہ فضل صاف کر کے کل حشر ادا کیا جائے۔ لیکن ایک ہی رات میں

۴۔ پشاور کے افغان سردار نے امیر شہید سے راز کر شکست کھائی۔ اس سبب حزب ولی اللہ کا ایک صوبے کی حکومت پر قبضہ ہو گیا۔ امام عبد الغفر نے کے تربیت یافتہ علماء حکومت کے مناصب پر مقرر ہوئے۔ چٹودنوں میں حزب ولی اللہ نے ایسے نمونے کی حکومت قائم کر دی جسکی نظیر دیکھنے کو نہیں ملتی۔ یہ حکومت باسانی سندھ تک وسیع ہو کر ماوراء السند کو انقلاب کا مستقل مرکز بنا دیتی۔

۵۔ شکست خوردہ افغان خاندان امیر شہید کے پاس نائب ہو کر آیا۔ اور معافی مانگ کر اس نے ملک اپس لینا چاہا۔ اس پر امیر شہید راضی ہو گئے۔ اس موقع پر جماعت مجاہدین کے خواص و عوام سب کے سب متفق الکلمہ تھے۔ کہ فیصلہ غلط ہے۔ مولانا اسماعیل امیندوستانی اور افغانی اہل الرائے نے پورا زور صرف کیا۔ کہ امیر شہید یہ غلطی نہ کریں۔ مگر انہوں نے کسی کی نہ مانی ۵

دقیقہ صفحہ ۱۶۸، کہیں عشا کی نماز کے وقت۔ کہیں نصف شب کے وقت، کہیں صبح کی نماز کے وقت تمام مجاہدین تحصیلداروں وغیرہ حکام کو ذبح کر دیا گیا۔ ۱۵۔ ۱۶۔ ۱۷۔ ۱۸۔ ۱۹۔ ۲۰۔ ۲۱۔ ۲۲۔ ۲۳۔ ۲۴۔ ۲۵۔ ۲۶۔ ۲۷۔ ۲۸۔ ۲۹۔ ۳۰۔ ۳۱۔ ۳۲۔ ۳۳۔ ۳۴۔ ۳۵۔ ۳۶۔ ۳۷۔ ۳۸۔ ۳۹۔ ۴۰۔ ۴۱۔ ۴۲۔ ۴۳۔ ۴۴۔ ۴۵۔ ۴۶۔ ۴۷۔ ۴۸۔ ۴۹۔ ۵۰۔ ۵۱۔ ۵۲۔ ۵۳۔ ۵۴۔ ۵۵۔ ۵۶۔ ۵۷۔ ۵۸۔ ۵۹۔ ۶۰۔ ۶۱۔ ۶۲۔ ۶۳۔ ۶۴۔ ۶۵۔ ۶۶۔ ۶۷۔ ۶۸۔ ۶۹۔ ۷۰۔ ۷۱۔ ۷۲۔ ۷۳۔ ۷۴۔ ۷۵۔ ۷۶۔ ۷۷۔ ۷۸۔ ۷۹۔ ۸۰۔ ۸۱۔ ۸۲۔ ۸۳۔ ۸۴۔ ۸۵۔ ۸۶۔ ۸۷۔ ۸۸۔ ۸۹۔ ۹۰۔ ۹۱۔ ۹۲۔ ۹۳۔ ۹۴۔ ۹۵۔ ۹۶۔ ۹۷۔ ۹۸۔ ۹۹۔ ۱۰۰۔ ۱۰۱۔ ۱۰۲۔ ۱۰۳۔ ۱۰۴۔ ۱۰۵۔ ۱۰۶۔ ۱۰۷۔ ۱۰۸۔ ۱۰۹۔ ۱۱۰۔ ۱۱۱۔ ۱۱۲۔ ۱۱۳۔ ۱۱۴۔ ۱۱۵۔ ۱۱۶۔ ۱۱۷۔ ۱۱۸۔ ۱۱۹۔ ۱۲۰۔ ۱۲۱۔ ۱۲۲۔ ۱۲۳۔ ۱۲۴۔ ۱۲۵۔ ۱۲۶۔ ۱۲۷۔ ۱۲۸۔ ۱۲۹۔ ۱۳۰۔ ۱۳۱۔ ۱۳۲۔ ۱۳۳۔ ۱۳۴۔ ۱۳۵۔ ۱۳۶۔ ۱۳۷۔ ۱۳۸۔ ۱۳۹۔ ۱۴۰۔ ۱۴۱۔ ۱۴۲۔ ۱۴۳۔ ۱۴۴۔ ۱۴۵۔ ۱۴۶۔ ۱۴۷۔ ۱۴۸۔ ۱۴۹۔ ۱۵۰۔ ۱۵۱۔ ۱۵۲۔ ۱۵۳۔ ۱۵۴۔ ۱۵۵۔ ۱۵۶۔ ۱۵۷۔ ۱۵۸۔ ۱۵۹۔ ۱۶۰۔ ۱۶۱۔ ۱۶۲۔ ۱۶۳۔ ۱۶۴۔ ۱۶۵۔ ۱۶۶۔ ۱۶۷۔ ۱۶۸۔ ۱۶۹۔ ۱۷۰۔ ۱۷۱۔ ۱۷۲۔ ۱۷۳۔ ۱۷۴۔ ۱۷۵۔ ۱۷۶۔ ۱۷۷۔ ۱۷۸۔ ۱۷۹۔ ۱۸۰۔ ۱۸۱۔ ۱۸۲۔ ۱۸۳۔ ۱۸۴۔ ۱۸۵۔ ۱۸۶۔ ۱۸۷۔ ۱۸۸۔ ۱۸۹۔ ۱۹۰۔ ۱۹۱۔ ۱۹۲۔ ۱۹۳۔ ۱۹۴۔ ۱۹۵۔ ۱۹۶۔ ۱۹۷۔ ۱۹۸۔ ۱۹۹۔ ۲۰۰۔ ۲۰۱۔ ۲۰۲۔ ۲۰۳۔ ۲۰۴۔ ۲۰۵۔ ۲۰۶۔ ۲۰۷۔ ۲۰۸۔ ۲۰۹۔ ۲۱۰۔ ۲۱۱۔ ۲۱۲۔ ۲۱۳۔ ۲۱۴۔ ۲۱۵۔ ۲۱۶۔ ۲۱۷۔ ۲۱۸۔ ۲۱۹۔ ۲۲۰۔ ۲۲۱۔ ۲۲۲۔ ۲۲۳۔ ۲۲۴۔ ۲۲۵۔ ۲۲۶۔ ۲۲۷۔ ۲۲۸۔ ۲۲۹۔ ۲۳۰۔ ۲۳۱۔ ۲۳۲۔ ۲۳۳۔ ۲۳۴۔ ۲۳۵۔ ۲۳۶۔ ۲۳۷۔ ۲۳۸۔ ۲۳۹۔ ۲۴۰۔ ۲۴۱۔ ۲۴۲۔ ۲۴۳۔ ۲۴۴۔ ۲۴۵۔ ۲۴۶۔ ۲۴۷۔ ۲۴۸۔ ۲۴۹۔ ۲۵۰۔ ۲۵۱۔ ۲۵۲۔ ۲۵۳۔ ۲۵۴۔ ۲۵۵۔ ۲۵۶۔ ۲۵۷۔ ۲۵۸۔ ۲۵۹۔ ۲۶۰۔ ۲۶۱۔ ۲۶۲۔ ۲۶۳۔ ۲۶۴۔ ۲۶۵۔ ۲۶۶۔ ۲۶۷۔ ۲۶۸۔ ۲۶۹۔ ۲۷۰۔ ۲۷۱۔ ۲۷۲۔ ۲۷۳۔ ۲۷۴۔ ۲۷۵۔ ۲۷۶۔ ۲۷۷۔ ۲۷۸۔ ۲۷۹۔ ۲۸۰۔ ۲۸۱۔ ۲۸۲۔ ۲۸۳۔ ۲۸۴۔ ۲۸۵۔ ۲۸۶۔ ۲۸۷۔ ۲۸۸۔ ۲۸۹۔ ۲۹۰۔ ۲۹۱۔ ۲۹۲۔ ۲۹۳۔ ۲۹۴۔ ۲۹۵۔ ۲۹۶۔ ۲۹۷۔ ۲۹۸۔ ۲۹۹۔ ۳۰۰۔ ۳۰۱۔ ۳۰۲۔ ۳۰۳۔ ۳۰۴۔ ۳۰۵۔ ۳۰۶۔ ۳۰۷۔ ۳۰۸۔ ۳۰۹۔ ۳۱۰۔ ۳۱۱۔ ۳۱۲۔ ۳۱۳۔ ۳۱۴۔ ۳۱۵۔ ۳۱۶۔ ۳۱۷۔ ۳۱۸۔ ۳۱۹۔ ۳۲۰۔ ۳۲۱۔ ۳۲۲۔ ۳۲۳۔ ۳۲۴۔ ۳۲۵۔ ۳۲۶۔ ۳۲۷۔ ۳۲۸۔ ۳۲۹۔ ۳۳۰۔ ۳۳۱۔ ۳۳۲۔ ۳۳۳۔ ۳۳۴۔ ۳۳۵۔ ۳۳۶۔ ۳۳۷۔ ۳۳۸۔ ۳۳۹۔ ۳۴۰۔ ۳۴۱۔ ۳۴۲۔ ۳۴۳۔ ۳۴۴۔ ۳۴۵۔ ۳۴۶۔ ۳۴۷۔ ۳۴۸۔ ۳۴۹۔ ۳۵۰۔ ۳۵۱۔ ۳۵۲۔ ۳۵۳۔ ۳۵۴۔ ۳۵۵۔ ۳۵۶۔ ۳۵۷۔ ۳۵۸۔ ۳۵۹۔ ۳۶۰۔ ۳۶۱۔ ۳۶۲۔ ۳۶۳۔ ۳۶۴۔ ۳۶۵۔ ۳۶۶۔ ۳۶۷۔ ۳۶۸۔ ۳۶۹۔ ۳۷۰۔ ۳۷۱۔ ۳۷۲۔ ۳۷۳۔ ۳۷۴۔ ۳۷۵۔ ۳۷۶۔ ۳۷۷۔ ۳۷۸۔ ۳۷۹۔ ۳۸۰۔ ۳۸۱۔ ۳۸۲۔ ۳۸۳۔ ۳۸۴۔ ۳۸۵۔ ۳۸۶۔ ۳۸۷۔ ۳۸۸۔ ۳۸۹۔ ۳۹۰۔ ۳۹۱۔ ۳۹۲۔ ۳۹۳۔ ۳۹۴۔ ۳۹۵۔ ۳۹۶۔ ۳۹۷۔ ۳۹۸۔ ۳۹۹۔ ۴۰۰۔ ۴۰۱۔ ۴۰۲۔ ۴۰۳۔ ۴۰۴۔ ۴۰۵۔ ۴۰۶۔ ۴۰۷۔ ۴۰۸۔ ۴۰۹۔ ۴۱۰۔ ۴۱۱۔ ۴۱۲۔ ۴۱۳۔ ۴۱۴۔ ۴۱۵۔ ۴۱۶۔ ۴۱۷۔ ۴۱۸۔ ۴۱۹۔ ۴۲۰۔ ۴۲۱۔ ۴۲۲۔ ۴۲۳۔ ۴۲۴۔ ۴۲۵۔ ۴۲۶۔ ۴۲۷۔ ۴۲۸۔ ۴۲۹۔ ۴۳۰۔ ۴۳۱۔ ۴۳۲۔ ۴۳۳۔ ۴۳۴۔ ۴۳۵۔ ۴۳۶۔ ۴۳۷۔ ۴۳۸۔ ۴۳۹۔ ۴۴۰۔ ۴۴۱۔ ۴۴۲۔ ۴۴۳۔ ۴۴۴۔ ۴۴۵۔ ۴۴۶۔ ۴۴۷۔ ۴۴۸۔ ۴۴۹۔ ۴۵۰۔ ۴۵۱۔ ۴۵۲۔ ۴۵۳۔ ۴۵۴۔ ۴۵۵۔ ۴۵۶۔ ۴۵۷۔ ۴۵۸۔ ۴۵۹۔ ۴۶۰۔ ۴۶۱۔ ۴۶۲۔ ۴۶۳۔ ۴۶۴۔ ۴۶۵۔ ۴۶۶۔ ۴۶۷۔ ۴۶۸۔ ۴۶۹۔ ۴۷۰۔ ۴۷۱۔ ۴۷۲۔ ۴۷۳۔ ۴۷۴۔ ۴۷۵۔ ۴۷۶۔ ۴۷۷۔ ۴۷۸۔ ۴۷۹۔ ۴۸۰۔ ۴۸۱۔ ۴۸۲۔ ۴۸۳۔ ۴۸۴۔ ۴۸۵۔ ۴۸۶۔ ۴۸۷۔ ۴۸۸۔ ۴۸۹۔ ۴۹۰۔ ۴۹۱۔ ۴۹۲۔ ۴۹۳۔ ۴۹۴۔ ۴۹۵۔ ۴۹۶۔ ۴۹۷۔ ۴۹۸۔ ۴۹۹۔ ۵۰۰۔ ۵۰۱۔ ۵۰۲۔ ۵۰۳۔ ۵۰۴۔ ۵۰۵۔ ۵۰۶۔ ۵۰۷۔ ۵۰۸۔ ۵۰۹۔ ۵۱۰۔ ۵۱۱۔ ۵۱۲۔ ۵۱۳۔ ۵۱۴۔ ۵۱۵۔ ۵۱۶۔ ۵۱۷۔ ۵۱۸۔ ۵۱۹۔ ۵۲۰۔ ۵۲۱۔ ۵۲۲۔ ۵۲۳۔ ۵۲۴۔ ۵۲۵۔ ۵۲۶۔ ۵۲۷۔ ۵۲۸۔ ۵۲۹۔ ۵۳۰۔ ۵۳۱۔ ۵۳۲۔ ۵۳۳۔ ۵۳۴۔ ۵۳۵۔ ۵۳۶۔ ۵۳۷۔ ۵۳۸۔ ۵۳۹۔ ۵۴۰۔ ۵۴۱۔ ۵۴۲۔ ۵۴۳۔ ۵۴۴۔ ۵۴۵۔ ۵۴۶۔ ۵۴۷۔ ۵۴۸۔ ۵۴۹۔ ۵۵۰۔ ۵۵۱۔ ۵۵۲۔ ۵۵۳۔ ۵۵۴۔ ۵۵۵۔ ۵۵۶۔ ۵۵۷۔ ۵۵۸۔ ۵۵۹۔ ۵۶۰۔ ۵۶۱۔ ۵۶۲۔ ۵۶۳۔ ۵۶۴۔ ۵۶۵۔ ۵۶۶۔ ۵۶۷۔ ۵۶۸۔ ۵۶۹۔ ۵۷۰۔ ۵۷۱۔ ۵۷۲۔ ۵۷۳۔ ۵۷۴۔ ۵۷۵۔ ۵۷۶۔ ۵۷۷۔ ۵۷۸۔ ۵۷۹۔ ۵۸۰۔ ۵۸۱۔ ۵۸۲۔ ۵۸۳۔ ۵۸۴۔ ۵۸۵۔ ۵۸۶۔ ۵۸۷۔ ۵۸۸۔ ۵۸۹۔ ۵۹۰۔ ۵۹۱۔ ۵۹۲۔ ۵۹۳۔ ۵۹۴۔ ۵۹۵۔ ۵۹۶۔ ۵۹۷۔ ۵۹۸۔ ۵۹۹۔ ۶۰۰۔ ۶۰۱۔ ۶۰۲۔ ۶۰۳۔ ۶۰۴۔ ۶۰۵۔ ۶۰۶۔ ۶۰۷۔ ۶۰۸۔ ۶۰۹۔ ۶۱۰۔ ۶۱۱۔ ۶۱۲۔ ۶۱۳۔ ۶۱۴۔ ۶۱۵۔ ۶۱۶۔ ۶۱۷۔ ۶۱۸۔ ۶۱۹۔ ۶۲۰۔ ۶۲۱۔ ۶۲۲۔ ۶۲۳۔ ۶۲۴۔ ۶۲۵۔ ۶۲۶۔ ۶۲۷۔ ۶۲۸۔ ۶۲۹۔ ۶۳۰۔ ۶۳۱۔ ۶۳۲۔ ۶۳۳۔ ۶۳۴۔ ۶۳۵۔ ۶۳۶۔ ۶۳۷۔ ۶۳۸۔ ۶۳۹۔ ۶۴۰۔ ۶۴۱۔ ۶۴۲۔ ۶۴۳۔ ۶۴۴۔ ۶۴۵۔ ۶۴۶۔ ۶۴۷۔ ۶۴۸۔ ۶۴۹۔ ۶۵۰۔ ۶۵۱۔ ۶۵۲۔ ۶۵۳۔ ۶۵۴۔ ۶۵۵۔ ۶۵۶۔ ۶۵۷۔ ۶۵۸۔ ۶۵۹۔ ۶۶۰۔ ۶۶۱۔ ۶۶۲۔ ۶۶۳۔ ۶۶۴۔ ۶۶۵۔ ۶۶۶۔ ۶۶۷۔ ۶۶۸۔ ۶۶۹۔ ۶۷۰۔ ۶۷۱۔ ۶۷۲۔ ۶۷۳۔ ۶۷۴۔ ۶۷۵۔ ۶۷۶۔ ۶۷۷۔ ۶۷۸۔ ۶۷۹۔ ۶۸۰۔ ۶۸۱۔ ۶۸۲۔ ۶۸۳۔ ۶۸۴۔ ۶۸۵۔ ۶۸۶۔ ۶۸۷۔ ۶۸۸۔ ۶۸۹۔ ۶۹۰۔ ۶۹۱۔ ۶۹۲۔ ۶۹۳۔ ۶۹۴۔ ۶۹۵۔ ۶۹۶۔ ۶۹۷۔ ۶۹۸۔ ۶۹۹۔ ۷۰۰۔ ۷۰۱۔ ۷۰۲۔ ۷۰۳۔ ۷۰۴۔ ۷۰۵۔ ۷۰۶۔ ۷۰۷۔ ۷۰۸۔ ۷۰۹۔ ۷۱۰۔ ۷۱۱۔ ۷۱۲۔ ۷۱۳۔ ۷۱۴۔ ۷۱۵۔ ۷۱۶۔ ۷۱۷۔ ۷۱۸۔ ۷۱۹۔ ۷۲۰۔ ۷۲۱۔ ۷۲۲۔ ۷۲۳۔ ۷۲۴۔ ۷۲۵۔ ۷۲۶۔ ۷۲۷۔ ۷۲۸۔ ۷۲۹۔ ۷۳۰۔ ۷۳۱۔ ۷۳۲۔ ۷۳۳۔ ۷۳۴۔ ۷۳۵۔ ۷۳۶۔ ۷۳۷۔ ۷۳۸۔ ۷۳۹۔ ۷۴۰۔ ۷۴۱۔ ۷۴۲۔ ۷۴۳۔ ۷۴۴۔ ۷۴۵۔ ۷۴۶۔ ۷۴۷۔ ۷۴۸۔ ۷۴۹۔ ۷۵۰۔ ۷۵۱۔ ۷۵۲۔ ۷۵۳۔ ۷۵۴۔ ۷۵۵۔ ۷۵۶۔ ۷۵۷۔ ۷۵۸۔ ۷۵۹۔ ۷۶۰۔ ۷۶۱۔ ۷۶۲۔ ۷۶۳۔ ۷۶۴۔ ۷۶۵۔ ۷۶۶۔ ۷۶۷۔ ۷۶۸۔ ۷۶۹۔ ۷۷۰۔ ۷۷۱۔ ۷۷۲۔ ۷۷۳۔ ۷۷۴۔ ۷۷۵۔ ۷۷۶۔ ۷۷۷۔ ۷۷۸۔ ۷۷۹۔ ۷۸۰۔ ۷۸۱۔ ۷۸۲۔ ۷۸۳۔ ۷۸۴۔ ۷۸۵۔ ۷۸۶۔ ۷۸۷۔ ۷۸۸۔ ۷۸۹۔ ۷۹۰۔ ۷۹۱۔ ۷۹۲۔ ۷۹۳۔ ۷۹۴۔ ۷۹۵۔ ۷۹۶۔ ۷۹۷۔ ۷۹۸۔ ۷۹۹۔ ۸۰۰۔ ۸۰۱۔ ۸۰۲۔ ۸۰۳۔ ۸۰۴۔ ۸۰۵۔ ۸۰۶۔ ۸۰۷۔ ۸۰۸۔ ۸۰۹۔ ۸۱۰۔ ۸۱۱۔ ۸۱۲۔ ۸۱۳۔ ۸۱۴۔ ۸۱۵۔ ۸۱۶۔ ۸۱۷۔ ۸۱۸۔ ۸۱۹۔ ۸۲۰۔ ۸۲۱۔ ۸۲۲۔ ۸۲۳۔ ۸۲۴۔ ۸۲۵۔ ۸۲۶۔ ۸۲۷۔ ۸۲۸۔ ۸۲۹۔ ۸۳۰۔ ۸۳۱۔ ۸۳۲۔ ۸۳۳۔ ۸۳۴۔ ۸۳۵۔ ۸۳۶۔ ۸۳۷۔ ۸۳۸۔ ۸۳۹۔ ۸۴۰۔ ۸۴۱۔ ۸۴۲۔ ۸۴۳۔ ۸۴۴۔ ۸۴۵۔ ۸۴۶۔ ۸۴۷۔ ۸۴۸۔ ۸۴۹۔ ۸۵۰۔ ۸۵۱۔ ۸۵۲۔ ۸۵۳۔ ۸۵۴۔ ۸۵۵۔ ۸۵۶۔ ۸۵۷۔ ۸۵۸۔ ۸۵۹۔ ۸۶۰۔ ۸۶۱۔ ۸۶۲۔ ۸۶۳۔ ۸۶۴۔ ۸۶۵۔ ۸۶۶۔ ۸۶۷۔ ۸۶۸۔ ۸۶۹۔ ۸۷۰۔ ۸۷۱۔ ۸۷۲۔ ۸۷۳۔ ۸۷۴۔ ۸۷۵۔ ۸۷۶۔ ۸۷۷۔ ۸۷۸۔ ۸۷۹۔ ۸۸۰۔ ۸۸۱۔ ۸۸۲۔ ۸۸۳۔ ۸۸۴۔ ۸۸۵۔ ۸۸۶۔ ۸۸۷۔ ۸۸۸۔ ۸۸۹۔ ۸۹۰۔ ۸۹۱۔ ۸۹۲۔ ۸۹۳۔ ۸۹۴۔ ۸۹۵۔ ۸۹۶۔ ۸۹۷۔ ۸۹۸۔ ۸۹۹۔ ۹۰۰۔ ۹۰۱۔ ۹۰۲۔ ۹۰۳۔ ۹۰۴۔ ۹۰۵۔ ۹۰۶۔ ۹۰۷۔ ۹۰۸۔ ۹۰۹۔ ۹۱۰۔ ۹۱۱۔ ۹۱۲۔ ۹۱۳۔ ۹۱۴۔ ۹۱۵۔ ۹۱۶۔ ۹۱۷۔ ۹۱۸۔ ۹۱۹۔ ۹۲۰۔ ۹۲۱۔ ۹۲۲۔ ۹۲۳۔ ۹۲۴۔ ۹۲۵۔ ۹۲۶۔ ۹۲۷۔ ۹۲۸۔ ۹۲۹۔ ۹۳۰۔ ۹۳۱۔ ۹۳۲۔ ۹۳۳۔ ۹۳۴۔ ۹۳۵۔ ۹۳۶۔ ۹۳۷۔ ۹۳۸۔ ۹۳۹۔ ۹۴۰۔ ۹۴۱۔ ۹۴۲۔ ۹۴۳۔ ۹۴۴۔ ۹۴۵۔ ۹۴۶۔ ۹۴۷۔ ۹۴۸۔ ۹۴۹۔ ۹۵۰۔ ۹۵۱۔ ۹۵۲۔ ۹۵۳۔ ۹۵۴۔ ۹۵۵۔ ۹۵۶۔ ۹۵۷۔ ۹۵۸۔ ۹۵۹۔ ۹۶۰۔ ۹۶۱۔ ۹۶۲۔ ۹۶۳۔ ۹۶۴۔ ۹۶۵۔ ۹۶۶۔ ۹۶۷۔ ۹۶۸۔ ۹۶۹۔ ۹۷۰۔ ۹۷۱۔ ۹۷۲۔ ۹۷۳۔ ۹۷۴۔ ۹۷۵۔ ۹۷۶۔ ۹۷۷۔ ۹۷۸۔ ۹۷۹۔ ۹۸۰۔ ۹۸۱۔ ۹۸۲۔ ۹۸۳۔ ۹۸۴۔ ۹۸۵۔ ۹۸۶۔ ۹۸۷۔ ۹۸۸۔ ۹۸۹۔ ۹۹۰۔ ۹۹۱۔ ۹۹۲۔ ۹۹۳۔ ۹۹۴۔ ۹۹۵۔ ۹۹۶۔ ۹۹۷۔ ۹۹۸۔ ۹۹۹۔ ۱۰۰۰۔ ۱۰۰۱۔ ۱۰۰۲۔ ۱۰۰۳۔ ۱۰۰۴۔ ۱۰۰۵۔ ۱۰۰۶۔ ۱۰۰۷۔ ۱۰۰۸۔ ۱۰۰۹۔ ۱۰۱۰۔ ۱۰۱۱۔ ۱۰۱۲۔ ۱۰۱۳۔ ۱۰۱۴۔ ۱۰۱۵۔ ۱۰۱۶۔ ۱۰۱۷۔ ۱۰۱۸۔ ۱۰۱۹۔ ۱۰۲۰۔ ۱۰۲۱۔ ۱۰۲۲۔ ۱۰۲۳۔ ۱۰۲۴۔ ۱۰۲۵۔ ۱۰۲۶۔ ۱۰۲۷۔ ۱۰۲۸۔ ۱۰۲۹۔ ۱۰۳۰۔ ۱۰۳۱۔ ۱۰۳۲۔ ۱۰۳۳۔ ۱۰۳۴۔ ۱۰۳۵۔ ۱۰۳۶۔ ۱۰۳۷۔ ۱۰۳۸۔ ۱۰۳۹۔ ۱۰۴۰۔ ۱۰۴۱۔ ۱۰۴۲۔ ۱۰۴۳۔ ۱۰۴۴۔ ۱۰۴۵۔ ۱۰۴۶۔ ۱۰۴۷۔ ۱۰۴۸۔ ۱۰۴۹۔ ۱۰۵۰۔ ۱۰۵۱۔ ۱۰۵۲۔ ۱۰۵۳۔ ۱۰۵۴۔ ۱۰۵۵۔ ۱۰۵۶۔ ۱۰۵۷۔ ۱۰۵۸۔ ۱۰۵۹۔ ۱۰۶۰۔ ۱۰۶۱۔ ۱۰۶۲۔ ۱۰۶۳۔ ۱۰۶۴۔ ۱۰۶۵۔ ۱۰۶۶۔ ۱۰۶۷۔ ۱۰۶۸۔ ۱۰۶۹۔ ۱۰۷۰۔ ۱۰۷۱۔ ۱۰۷۲۔ ۱۰۷۳۔ ۱۰۷۴۔ ۱۰۷۵۔ ۱۰۷۶۔ ۱۰۷۷۔ ۱۰۷۸۔ ۱۰۷۹۔ ۱۰۸۰۔ ۱۰۸۱۔ ۱۰۸۲۔ ۱۰۸۳۔ ۱۰۸۴۔ ۱۰۸۵۔ ۱۰۸۶۔ ۱۰۸۷۔ ۱۰۸۸۔ ۱۰۸۹۔ ۱۰۹۰۔ ۱۰۹۱۔ ۱۰۹۲۔ ۱۰۹۳۔ ۱۰۹۴۔ ۱۰۹۵۔ ۱۰۹۶۔ ۱۰۹۷۔ ۱۰۹۸۔ ۱۰۹۹۔ ۱۱۰۰۔ ۱۱۰۱۔ ۱۱۰۲۔ ۱۱۰۳۔ ۱۱۰۴۔ ۱۱۰۵۔ ۱۱۰۶۔ ۱۱۰۷۔ ۱۱۰۸۔ ۱۱۰۹۔ ۱۱۱۰۔ ۱۱۱۱۔ ۱۱۱۲۔ ۱۱۱۳۔ ۱۱۱۴۔ ۱۱۱۵۔ ۱۱۱۶۔ ۱۱۱۷۔ ۱۱۱۸۔ ۱۱۱۹۔ ۱۱۲۰۔ ۱۱۲۱۔ ۱۱۲۲۔ ۱۱۲۳۔ ۱۱۲۴۔ ۱۱۲۵۔ ۱۱۲۶۔ ۱۱۲۷۔ ۱۱۲۸۔ ۱۱۲۹۔ ۱۱۳۰۔ ۱۱۳۱۔ ۱۱۳۲۔ ۱۱۳۳۔ ۱۱۳۴۔ ۱۱۳۵۔ ۱۱۳۶۔ ۱۱۳۷۔ ۱۱۳۸۔ ۱۱۳۹۔ ۱۱۴۰۔ ۱۱۴۱۔ ۱۱۴۲۔ ۱۱۴۳۔ ۱۱۴۴۔ ۱۱۴۵۔ ۱۱۴۶۔ ۱۱۴۷۔ ۱۱۴۸۔ ۱۱۴۹۔ ۱۱۵۰۔ ۱۱۵۱۔ ۱۱۵۲۔ ۱۱۵۳۔ ۱۱۵۴۔ ۱۱۵۵۔ ۱۱۵۶۔ ۱۱۵۷۔ ۱۱۵۸۔ ۱۱۵۹۔ ۱۱۶۰۔ ۱۱۶۱۔ ۱۱۶۲۔ ۱۱۶۳۔ ۱۱۶۴۔ ۱۱۶۵۔ ۱۱۶۶۔ ۱۱۶۷۔ ۱۱۶۸۔ ۱۱۶۹۔ ۱۱۷۰۔ ۱۱۷۱۔ ۱۱۷۲۔ ۱۱۷۳۔ ۱۱۷۴۔ ۱۱۷۵۔ ۱۱۷۶۔ ۱۱۷۷۔ ۱۱۷۸۔ ۱۱۷۹۔ ۱۱۸۰۔ ۱۱۸۱۔ ۱۱۸۲۔ ۱۱۸۳۔ ۱۱۸۴۔ ۱۱۸۵۔ ۱۱۸۶۔ ۱۱۸۷۔ ۱۱۸۸۔ ۱۱۸۹۔ ۱۱۹۰۔ ۱۱۹۱۔ ۱۱۹۲۔ ۱۱۹۳۔ ۱۱۹۴۔ ۱۱۹۵۔ ۱۱۹۶۔ ۱۱۹۷۔ ۱۱۹۸۔ ۱۱۹۹۔ ۱۲۰۰۔ ۱۲۰۱۔ ۱۲۰۲۔ ۱۲۰۳۔ ۱۲۰۴۔ ۱۲۰۵۔ ۱۲۰۶۔ ۱۲۰۷۔ ۱۲۰۸۔ ۱۲۰۹۔ ۱۲۱۰۔ ۱۲۱۱۔ ۱۲۱۲۔ ۱۲۱۳۔ ۱۲۱۴۔ ۱۲۱۵۔ ۱۲۱۶۔ ۱۲۱۷۔ ۱۲۱۸۔ ۱۲۱۹۔ ۱۲۲۰۔ ۱۲۲۱۔ ۱۲۲۲۔ ۱۲۲۳۔ ۱۲۲۴۔ ۱۲۲۵۔ ۱۲۲۶۔ ۱۲۲۷۔ ۱۲۲۸۔ ۱۲۲۹۔ ۱۲۳۰۔ ۱۲۳۱۔ ۱۲۳۲۔ ۱۲۳۳۔ ۱۲۳۴۔ ۱۲۳۵۔ ۱۲۳۶۔ ۱۲۳۷۔ ۱۲۳۸۔ ۱۲۳۹۔ ۱۲۴۰۔ ۱۲۴۱۔ ۱۲۴۲۔ ۱۲۴۳۔ ۱۲۴۴۔ ۱۲۴۵۔ ۱۲۴۶۔ ۱۲۴۷۔ ۱۲۴۸۔ ۱۲۴۹۔ ۱۲۵۰۔ ۱۲۵۱۔ ۱۲۵۲۔ ۱۲۵۳۔ ۱۲۵۴۔ ۱۲۵۵۔ ۱۲۵۶۔ ۱۲۵۷۔ ۱۲۵۸۔ ۱۲۵۹۔ ۱۲۶۰۔ ۱۲۶۱۔ ۱۲۶۲۔ ۱۲۶۳۔ ۱۲۶۴۔ ۱۲۶۵۔ ۱۲۶۶۔ ۱۲۶۷۔ ۱۲۶۸۔ ۱۲۶۹۔ ۱۲۷۰۔ ۱۲۷۱۔ ۱۲۷۲۔ ۱۲۷۳۔ ۱۲۷۴۔ ۱۲۷۵۔ ۱۲۷۶۔ ۱۲۷۷۔ ۱۲۷۸۔ ۱۲۷۹۔ ۱۲۸۰۔ ۱۲۸۱۔ ۱۲۸۲۔ ۱۲۸۳۔ ۱۲۸۴۔ ۱۲۸۵۔ ۱۲۸۶۔ ۱۲۸۷۔ ۱۲۸۸۔ ۱۲۸۹۔ ۱۲۹۰۔ ۱۲۹۱۔ ۱۲۹۲۔ ۱۲۹۳۔ ۱۲۹۴۔ ۱۲۹۵۔ ۱۲۹۶۔ ۱۲۹۷۔ ۱۲۹۸۔ ۱۲۹۹۔ ۱۳۰۰۔ ۱۳۰۱۔ ۱۳۰۲۔ ۱۳۰۳۔ ۱۳۰۴۔ ۱۳۰۵۔ ۱۳۰۶۔ ۱۳۰۷۔ ۱۳۰۸۔ ۱۳۰۹۔ ۱۳۱۰۔ ۱۳۱۱۔ ۱۳۱۲۔ ۱۳۱۳۔ ۱۳۱۴۔ ۱۳۱۵۔ ۱۳۱۶۔ ۱۳۱۷۔ ۱۳۱۸۔ ۱۳۱۹۔ ۱۳۲۰۔ ۱۳۲۱۔ ۱۳۲۲۔ ۱۳۲۳۔ ۱۳۲۴۔ ۱۳۲۵۔ ۱۳۲۶۔ ۱۳۲۷۔ ۱۳۲۸۔ ۱۳۲۹۔ ۱۳۳۰۔ ۱۳۳۱۔ ۱۳۳۲۔ ۱۳۳۳۔ ۱۳۳۴۔ ۱۳۳۵۔ ۱۳۳۶۔ ۱۳۳۷۔ ۱۳۳۸۔ ۱۳۳۹۔ ۱۳۴۰۔ ۱۳۴۱۔ ۱۳۴۲۔ ۱۳۴۳۔ ۱۳۴۴۔ ۱۳۴۵۔ ۱۳۴۶۔ ۱۳۴۷۔ ۱۳۴۸۔ ۱۳۴۹۔ ۱۳۵۰۔ ۱۳۵۱۔ ۱۳۵۲۔ ۱۳۵۳۔ ۱۳۵۴۔ ۱۳۵۵۔ ۱۳۵۶۔ ۱۳۵۷۔ ۱۳۵۸۔ ۱۳۵۹۔ ۱۳۶۰۔ ۱۳۶۱۔ ۱۳۶۲۔ ۱۳۶۳۔ ۱۳۶۴۔ ۱۳۶۵۔ ۱۳۶۶۔ ۱۳۶۷۔ ۱۳۶۸۔ ۱۳۶۹۔ ۱۳۷۰۔ ۱۳۷۱۔ ۱۳۷۲۔ ۱۳۷۳۔ ۱۳۷۴۔ ۱۳۷۵۔ ۱۳۷۶۔ ۱۳۷۷۔ ۱۳۷۸۔ ۱۳۷۹۔ ۱۳۸۰۔ ۱۳۸۱۔ ۱۳۸۲۔ ۱۳۸۳۔ ۱۳۸۴۔ ۱۳۸۵۔ ۱۳۸۶۔ ۱۳۸۷۔ ۱۳۸۸۔ ۱۳۸۹۔ ۱۳۹۰۔ ۱۳۹۱۔ ۱۳۹۲۔ ۱۳۹۳۔ ۱۳۹۴۔ ۱۳۹۵۔ ۱۳۹۶۔ ۱۳۹۷۔ ۱۳۹۸۔ ۱۳۹۹۔ ۱۴۰۰۔ ۱۴۰۱۔ ۱۴۰۲۔ ۱۴۰۳۔ ۱۴۰۴۔ ۱۴۰۵۔ ۱۴۰۶۔ ۱۴۰۷۔ ۱۴۰۸۔ ۱۴۰۹۔ ۱۴۱۰۔ ۱۴۱۱۔ ۱۴۱۲۔ ۱۴۱۳۔ ۱۴۱۴۔ ۱۴۱۵۔ ۱۴۱۶۔ ۱۴۱۷۔ ۱۴۱۸۔ ۱

۸۔ اس خاندان نے حکومت واپس لیتے ہی افغانوں کے قومی جذبات کو ابھار کر ایسی سازش کا انتظام کر لیا کہ ہر ہر قریب کے لوگوں نے ایک ہی رات میں انقلابی حکومت کے تمام سربراہوں اور سپاہیوں کو تہ تیغ کر ڈالا۔ کابل میں قیام کے زمانے میں ہم نے اس فتنہ کے متعلق کافی معلومات حاصل کر لی ہیں اس کی ابتدا خوشیگی کے اس خان سے ہوئی جس کی لڑکی کا جبر انکاح ہوا تھا۔ اس میں زیادہ رہنمائی کرنے والا خشک کا خان تھا جس سے خوشیگی خان نے صلح کر لی تھی۔

بقیہ صفحہ ۱۶۹، لکھتا ہے مولانا شہید کا خاص رفیق اور دلی دوست ہے۔ بقول مولانا سوانح احمد امیر شہید نے اس کی بھی نہ سنی۔ اولی تو افغانوں سے لڑنا ہرگز نہیں چاہئے تھا۔ اور جب لڑکر مرنے کو فرمایا تھا۔ تو واپس دینا ہر صورت غلط تھا۔ یہ ایسی غلطی ہے کہ کوئی اہل الرائے اس کو معاف نہیں کر سکتا۔
 ۱۔ ان ہر دو خواتین کی باہمی پیشی عداوت تھی جب خوشیگی کے خان کی لڑکی کا ایک ہندوستانی سے جبر انکاح کیا گیا۔ تو اس نے خان خشک سے کہا کہ میں نے اب اپنا دعویٰ چھوڑ دیا ہے۔ اب سوال خشک افغانی کا ہے۔ بہتری باہمی صلح ہے۔ تم میری امداد کرو۔ خان خشک کی نوجوان لڑکی تھی۔ خان خشک نے پیغام پہنچتے ہی اسی مجلس میں اپنی دو شیرہ لڑکی کو بلا یا۔ اور سر دربار اس کے سر سے کپڑا اتار دیا۔ اور کہا کہ آج سے تیری کوئی عزت باقی نہیں رہی۔ جب تک اس افغان لڑکی کا انتقام نہیں لیا جاتا تیرے عزت ہیچ محض ہے۔ اس کے بعد خان خشک کی یہ لڑکی اس فتنہ کے خاتمہ تک ہمارے شنگے سر رہی ہے۔
 کو ایک جماعت اس کے ساتھ جاتی اور ایک گاؤں میں عورتوں مردوں کو جمع کر کے ہتھو میں خشک افغان کے متعلق لوگوں کو بھڑکاتی۔ دوسری رات دوسرے گاؤں میں جاتی۔ اس طرح اس نے تمام افغانی علاقہ میں شورش منظم کر دی۔ اسپر ایک مہینہ رات میں سب سربراہوں کو قتل کر دیا گیا اور حکومت کا خاتمہ ہو گیا۔

۹۔ امیر شہید اس واقعہ سے (کہ قاضی بمقتی۔ حاکم۔ سپاہی۔ غرض ساری جماعت قتل کر دی گئی)، بہت متاثر ہوئے۔ اور اپنا فوجی مرکز کشمیر میں منتقل کرنا چاہتے تھے۔ بالا کوٹ راستے کی ایک منزل تھی۔ سکھوں کے ولی عہد شیر سنگھ نے حملہ کر دیا۔ فوج ایسے میدان میں گھبر چکی تھی۔ کہ نہ کوئی سردار باقی رہا تھا۔ نہ سپاہی تحقیق سے یہی ثابت ہوتا ہے۔ کہ امیر شہید کا سر کاٹ کر رنجیت سنگھ کو دکھانے کے لئے لاہور لایا گیا۔ بغیر سر کے امیر کا جنازہ مولانا محمد اسماعیل شہید کے جنازے کے ساتھ بالا کوٹ میں دفن ہوا ہے۔

امیر شہید کی شہادت | اس خونین واقعہ کے بعد سید صاحب نے ارادہ کر لیا، کہ اس پر نصیب سرزمین سے ہجرت کر لی جائے۔ جس قدر مجاہدین موجود تھے۔ ان کے روبرو اپنے تقریر کرتے ہوئے فرمایا۔ کہ میں اب اس سرزمین کو چھوڑنا چاہتا ہوں۔ نہیں بٹا سکتا کہ کہاں جاؤں گا۔ میں آپ کو رخصت دیتا ہوں۔ آپ مجھے رخصت دیں۔ مجاہدین نے کہا کہ ہم سب آپ کے ساتھ ہیں۔ اس پر اپنے کشمیر کی جانب کوچ کا حکم دیا۔ یہ واقعہ ماہ رجب ۱۲۶۶ء کا ہے۔ چیت راو رجمہ کے مخلص عقیدت مند کی منزل تک آپ کے ساتھ گئے۔ سید صاحب قرقا خان میں پہنچے۔ وہاں سے اپنے چار سو مجاہدین کا لشکر زیر قیادت مولانا شہید اور مولانا خیر الدین شیر کوٹی درہ بھوکر منگ روانہ کیا۔ یہاں شیر سنگھ میں ہزار فوج کے ساتھ مال گزاری وصول کرنے کے لئے پڑا ہوا تھا۔ مجاہدین کا شیخون کامیاب رہا۔ اور وہاں کے لوگوں نے مال سکھوں کی بجائے مجاہدین کو ادا کیا جو ایک نعمت غیر مترقبہ تھی۔ وہ مذکور سے بڑھ کر مولانا شہید نے بالا کوٹ پر قبضہ کر لیا۔ ان ایام میں شیر سنگھ سلطان نعت خاں رئیس مظفر آباد کے ساتھ پٹنہ وری گیا ہوا تھا۔ مظفر آباد سکھوں کا فوجی ہیڈ کوارٹر تھا۔

یہ واقعہ ۴ مئی ۱۸۳۱ء کو پیش آیا جب امام ولی اللہ کی تحریک پر پورا سو برس گزر چکا تھا۔ امام ولی اللہ نے ۵ مئی ۱۷۳۱ء کو کام شروع کیا تھا۔ اور صدی کے آخر میں اس کے بے نظیر پوتے اور اس کے رفعا نے شہید ہو کر تحریک کو ہمیشہ کے لئے زندہ کر دیا۔

ہرگز نہیں دانتکہ دلش زندہ شد بعشق

ثبت است بر جسریدہ عالم دوام ما

۱۰۔ ایسٹ انڈیا کمپنی گذشتہ ڈیڑھ سو برس سے سیاسی اقتدار حاصل کر

(بقیہ صفحہ ۱۷۱) مولانا شہید نے خیر الدین - ملا قطب الدین اور منصور خان قندھاری کو فوج دے کر مظفر آباد روانہ کیا۔ غوریز جنگ کے بعد مظفر آباد فتح ہوا۔ شیر سنگھ کو جب اس کی اطلاع پہنچی۔ تو وہ گڑھی حبیب آیا جو مظفر آباد اور بالا کوٹ کے درمیان ہے۔ بالا کوٹ گویا ایک قدرتی قلعہ ہے جس کو چاروں طرف سے بلند پہاڑوں کی دیواروں نے گھیر رکھا ہے۔ ایک بد بخت مسلمان کی رہنمائی سے شیر سنگھ دشوار گزار درو سے چھوٹ گیا۔ مولانا شہید نے یہاں پر پہنچا۔ جہاں صرف ستر چار ہلہ پڑے تھے۔ ان سب کو شہید کر کے شیر سنگھ کی بیس ہزار ایک محصور مقام پر ہزار بارہ سو کی جماعت سے نبرد آزما ہوتی ہے۔ نیشی جی علاقہ میں مجاہدین تھے۔ اور بندیوں پر کچھ دست بردار لڑائی کے علاوہ سکھوں کی بھاری جمعیت پہاڑوں سے گولیوں کی بارش برساتی تھی۔ سید صاحب مولانا شہید اور باب ہرام اور دوسرے جان نثار مجاہدین سکھوں کی فوج میں گھس گئے۔ اور سب سے جام شہادت نوش کیا۔ یہ واقعہ ۲۴ ذی قعدہ ۱۲۴۹ھ مطابق ۱۲ مئی ۱۸۳۱ء کا ہے۔ بروز جمعہ وقت نماز جمعہ شہادت کے وقت سید صاحب کی عمر (۴۶) سال کی تھی۔ اور مولانا شہید کی عمر ۳۵ سال۔ ۳۰ مئی ۱۸۳۱ء۔

رہی تھی۔ مگر اُس تک تجارتی لباس میں ستور رہنا ضروری سمجھ رکھا تھا۔ واقعہ بالاکوٹ سے دو سال بعد ۱۸۳۳ء میں ایک سخت تجارت کا لبادہ اتار کر وہی حکومت کی مالک بن جاتی ہے۔ اَنِّ فِي ذَٰلِكَ لَعِبْرَةٌ لِّأُولِيَ الْأَلْبَابِ۔

اس تحریک کے متعلق ہم نے المسوٰی کے مقدمہ میں ایک حاشیہ لکھا تھا۔ اُسے یہاں نقل کر دینا خالی از فائدہ نہ ہوگا۔ یہ نسخہ مکہ معظمہ میں طبع ہو چکا ہے۔
 النهضة التي قام بها الامام عبد العزيز الدہلوی ارتقت
 من سنة ۱۲۲۲ھ الى الحكومة الموقرة الهندية في جبال الافغانين

۱۷ دو سال تک یہ لوگ دیکھتے رہے کہ آیا یہ تحریک پھر اٹھتی ہے یا نہ جب دیکھا کہ تحریک قطعاً ختم ہو چکی ہے تو انہوں نے اپنی حکومت کا احول کر دیا۔

الامير الشہيد کی تحریک کے حقیقی بانی | یعنی سید صاحب کو برسی کشف و کرامت کا مالک بنا کر اس ساری جماعت کا امام بنوا یا

گیا ہے۔ یہ چیز حقیقت کے سراسر خلاف ہے۔ یہاں کشف و کرامت کا تذکرہ ہی کیا ہے! اصل امام عبد العزیز ہے۔ وہ امام عبد العزیز کی جماعت کے سپاہی تھے۔ وہ فوجی جرئیں کے فرائض ابھی طرح ادا کر سکتے ہیں۔ ان سے غلطی ہوئی۔ خدا تعالیٰ انہیں معاف کرے۔ غرض ہم بدت سے اصل شاہ عبد العزیز کو مانستے ہیں۔ یہی غرض اس قطعہ کے نقل کرنے سے ہے۔ سید صاحب کی زندگی میں مولانا عبدالحی اور مولانا محمد اسماعیل کا اشتراک ہے۔ کیا ان کو سید صاحب نے تیار کیا تھا؟ ہرگز نہیں یہ لوگ امام عبد العزیز کے تربیت یافتہ تھے۔ سید صاحب کو روپوش شاہ اسحاق صاحب بھیجتے ہیں۔ کیا ان کو سید صاحب نے تیار کیا تھا؟ یہ سدا کام امام عبد العزیز کا تھا۔ انہوں نے آدمی تیار نہ کئے۔ پروگرام بنایا۔ انہوں نے

من حدود الهند۔ ورثیس تلك الحكومة الشرعية كان
 امیر المومنین السید احمد الدہلوی (الامیر الشہید) و
 صدارة وزرائها تستند الى مولانا عبدالحی الدہلوی (الصدر
 السعید) والامور الحربية والسياسية كانت موكولة
 الى مولانا محمد اسماعیل الدہلوی (الصدر الشہید) واما الامور
 التي تشبه الداخلية من جميع الاموال وحشد الرجال

بقية مفرصة، ان کام شروع کیا۔ پھر غلطیاں اس قدر ہوئیں کہ ان کا مذمتی نتیجہ شکست تھا۔ پہلے زمانے
 میں ہم یہاں پہنچ کر رو لیتے۔ اور نہ مانے کی شکایتیں کرتے کہ لوگ اسلام سے بہت دور ہو گئے ہیں مگر
 یورپ کی انقلابی تحریکوں کی تاریخ پڑھنے سے ہماری تمام خدشات رفع ہو گئے ہیں۔ اس طرح کی
 انقلابی تحریکیں بار بار شکست کھاتی ہیں۔ تب جا کر کہیں برگ وبار لاتی ہیں۔ اور اپنا مقام حاصل کرتی ہیں
 ہم اس سلسلے کو زندہ ملتے ہیں۔ مولانا شیخ الہند کی محبت کا یہی خصوصی فیض ہے۔ جو ہماری
 سیاسی حاجت کو پورا کر گیا۔ مولانا شیخ الہند کی محبت میں رہ کر ہم اس تحریک کے خفیہ کاموں سے
 کافی واقفیت رکھتے ہیں۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ تحریک اپنے آپ کو دوبارہ تیار کر رہی ہے
 ہیں مولانا شیخ الہند نے کابل بھیجا۔ تو ان کی پچاس سالہ محنت کا نتیجہ کامیابی سے ہم نے دیکھ لیا۔
 امیر امان اللہ خاں کا بروئے کار آنا۔ مولانا شیخ الہند کی جماعت کے کام کی ایک بدگفت ہے۔
 وہ پھر شکست کھا جاتا ہے۔ مگر ہم نہیں گھبرائے۔ اس کی شکست کا نتیجہ ہمارا وہ مستقل پروگرام ہے
 جسے ہم انڈین نیشنل کانگریس میں قائم کرنا چاہتے ہیں۔ ہمیں اس کے انخفا کی کوئی ضرورت
 نہیں ہے۔

وغیرہما فكان وکیلہما فی الدہلی مولانا محمد اسحاق الصدا
 الحمید، وفی السابع والعشرین من ذی القعدة سنة ۱۲۱۰ یوافق
 ۱۰ مایو سنة ۱۸۳۱ استشهد الامیر واصحابہ فی بالاکوٹ قریب
 علی حدود کشمیر۔ کتبہ عبید اللہ بن الاسلام السندھی
 الدیوبندی۔ وأخردعولنا ان الحمد لله رب العالمین +

یہ ایک حقیقت ہے کہ واقعہ بالاکوٹ پر امام ولی اللہ اور امام عبدالعزیز
 کی اجتماعی تحریک کا لیکر دور ختم ہو گیا۔ لیکن جالاک مایرخ نویں اس واقعہ کو خود
 تحریک کا خاتمہ قرار دینا چاہتا ہے۔ وہ پہلے امیر شہید کی عظمت پر زور دے کر
 اُن کو ساری تحریک کا مال باپ ثابت کرتا ہے۔ اُس کے خیال میں اس تحریک
 کی اس قدر کامیابی میں نہ امام عبدالعزیز کا دخل تھا۔ اور نہ امام ولی اللہ کا۔
 اور نہ پشاور کی حکومت موقتہ کو دہلی میں مولانا محمد اسحاق کی امامت یا صدارت
 سے (جو روپیہ اور مجاہدین پہنچانے کی ذمہ دار تھی) کوئی تعلق تھا۔ اس کے بعد
 وہ آسانی سے امیر کی شہادت سے تحریک کے ختم ہونے کا نتیجہ نکال لیتے ہیں +

۱۷۵۔ سبھی میں کی تاریخ محفوظ ہے۔ اسے انگریزی جرنل میں تطبیق دی جائے۔ تو پہلے ہم مائی تھو
 کرتے رہے، مگر دوسری جرنل کی وجہ سے وہ مائی معین ہوتا ہے۔

عبید اللہ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

امام ولی اللہ کی تحریک کا دوسرا دور

(جو صدر الحمید مولانا محمد اسحاق دہلوی نے ۱۲۴۶ھ میں شروع کیا اور ۱۳۳۹ھ میں شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبندی قدس سرہ کی وفات پر ختم ہوا)

صدر الحمید مولانا محمد اسحاق دہلوی نے بالاکوٹ کے واقعہ کے بعد گیارہ سال کے غور و فکر سے امام ولی اللہ کی اجتماعی تحریک کا نیا پروگرام مکمل کر لیا۔

لے امیر شہید اور مولانا شہید کی شہادت سے تقریباً گیارہ سال بعد ۱۲۶۰ھ میں مولانا محمد اسحاق اور مولانا محمد یعقوب دہلوی کے بھائی نے اپنے متبعین اور متوسلین سمیت ہندوستان سے ہجرت کر کے حرم محرم کو اپنا نشیمن بنالیا۔

مولانا شاہ عبدالغنی بن ابی سعید غری کو اجماعی ہندوستان ہی چھوڑا گیا۔ آپ کی عمر سنوز پچیس سال کی تھی۔ تقریباً ۱۲۶۵ھ میں شیخ الاسلام مولانا محمد قاسم دیوبندی اور شیخ الاسلام مولانا رشید احمد گنگوہی نے سلسلہ احادیث نبویہ، شاہ عبدالغنی سے فیوض و کمالات کا اکتساب کیا۔

اُن کے پروگرام کے دو اصول زیادہ اہمیت رکھتے ہیں۔

(الف) اخفی مذہب کی پابندی۔

(ب) اور ترکی سلطنت سے اتصال۔

(الف) الصدر الحمید کا قطعی فیصلہ تھا کہ سب سے پہلے تحریک کو اس

عنصر سے پاک کر دیا جائے جو امام ولی اللہ امام عبد العزیز کے اصول اور طریقہ

کار کو کامل تسلیم نہیں کرنا۔ اس طرح حزب ولی اللہ کا نظام، عرب کی مبنی نجدی

تحریکوں سے علیحدہ ہو کر ہندوستانی مسلمانوں کی اکثریت کو اپنے اندر جذب کر سکتا ہے

اور ہندوستانی مسلمانوں کے اہم عنصر پشتونوں کو بھی مطمئن رکھ سکتا ہے۔

مدرسہ دیوبند پہلی درس گاہ ہے جس نے مدرسہ دہلی کے بعد اس اصول پر

کام شروع کیا۔ دیوبندی نظام نے پچاس سال میں جس طرح کامیابی حاصل کی ہے

(ہفتہ مضامین) اور خدمت میں رہ کر وہ تمام برکتیں حاصل کیں جو ایک مقدس استاد سے حاصل کی جاسکتی ہیں

شاہ عبدالغنی اور شاہ احمد سعید دہلی میں مولانا محمد اسحاق کی نایندگی کرتے رہے۔ اس اثنا میں ۱۸۵۵ء کا

ہنگامہ پیش آیا ماسی ہنگامہ میں اپنے ہندوستان سے ہجرت فرمائی۔ اور ۶ محرم ۱۲۹۵ھ بمطابق سال مدنیہ

طیسیہ میں وفات پائی۔ ۱۲۶۲ھ بمطابق ۶۶۹ھ شہ عبدالغنی کا ترجمہ ایجا العلوم ۹۲۹ میں ملاحظہ ہو۔

انشاء اللہ الحزب الدہلوی اجتماعہ نے انجرا ذوالجمعوا
مدرسہ دیوبند کی تاسیس علی تاسیس مدارس مستعدیۃ جامعۃ فی الہند علی

بقیہ صفحہ ۱۷۸، شمال المدرستہ الدہلویۃ۔ الّتی اسست فی زمان الامام عبد العزیز
وکان المدرسون بها الصدر السعید مولانا عبد الحی الدہلوی ثم شیخ
مشائخنا الشیخ رشید الدین الدہلوی ولہ ترحمیتہ فی اہل العلوم وقد مر بعض
منہ۔ نور، ثم استاذ الاساتذہ مولانا مملوک العلی الدہلوی۔ وسدت
بعدا المحاربتہ۔ فی سنۃ ۱۲۳۰ھ۔

فما قد رواعی ذلک الا فی دیوبند قریباً من دہلی۔ فاشتغلوا بتاسیس
المدرستہ وتکمیلہ من ۱۵ محرم سنۃ ۱۲۹۰ (مئی سنۃ ۱۲۹۰) ومن تلک الايام
سمیت الطائفة بالدیوبندیۃ وقبل ذلک لا یعرفون الا بالدهلویۃ۔
وامراء الطائفة کانوا مجتہدین بالحجاز۔ منہم الامیر امداد التانوی۔ و
منہم الامام عبد الغنی الدہلوی۔ وکانوا یریدون تثبیت المکرزہ الاسلامیۃ فی
الحجاز وتجدید النهضة الهندیۃ فی جبال الافاغٹہ۔ وکان وکیل الامیر امداد اللہ
فی الهند شیخ شیعنا شیخ الاسلام محمد قاسم النانوتوی۔ توفی سنۃ ۱۳۹۰ھ ذکرہ
فی الکلمات الامدادیۃ۔ حضرت حاجی صاحب نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بعض بندوں کو ایسے
سان عطا فرماتے ہیں جنہیں شمس تبریزی کے واسطے مولانا رومی کو سان بنایا۔ اور محمد کو مولانا محمد قاسم
عطا ہوئے ہیں۔ جو میرے قلب میں آنا ہے مولانا اس کو بیان کریتے ہیں۔ ہ۔ تقام مقامہ شیخ
الاسلام شیخنا رشید احمد النکوھی۔ رئیس الجامعۃ القاسمیۃ۔ وکان شیخنا
شیخ الهند نائب رئیس الجامعۃ ولما توفی شیخ الاسلام رشید احمد فی سنۃ ۱۳۲۳ھ
صار شیخنا شیخ الهند رئیس الجامعۃ القاسمیۃ۔ قت ذکر الشیخ حسین احمد
الدیوبندی عن الامیر امداد اللہ التانوی اند قال۔ مولوی محمود احسن کوکم
نہ سمجھو۔ وہ اپنے زمانے کا شیخ ہوگا۔ ہ۔ کتاب التہدید فی ائمۃ التجید مولانا عافیہم
محمد نور الحق۔

وہ اس تجدید کی صداقت کے لئے شاہد عدل ہے۔

دب، اس نظام کو پختہ بنانے کے لئے عوام کو بتلایا گیا۔ کہ جس قدر رہنما فقہ حنفی اور ہندوستانی تصوف چھوڑنے کی دعوت دیتے ہیں۔ وہ حقیقت میں شلیجہ پارٹی کا کام کرتے ہیں۔ اس زمانے میں ضربِ ولی اللہ کا متوسط طبقہ ہر ایسے انسان کو جو فقہ اور تصوف کا انکار کرتا۔ چھوٹا رافضی سمجھا جاتا ہے۔

دج، اس نظام کو اور زیادہ مستحکم بنانے کے لئے صدر الحمید نے ترکی خلافت سے اشتراک پیدا کرنا ضروری سمجھا۔ اور وہ اپنا مرکز مکہ معظمہ لے گئے۔ اس کا لازمی نتیجہ ہوگا۔ کہ بہمنی۔ نجدی تحریکیں دوبارہ معاملہ بجاظر نہیں کیں گی۔

۲۔ صدر الحمید مکہ معظمہ میں اپنے بھائی مولانا محمد یعقوب دہلوی کو اپنے

لے چھوٹا رافضی۔ شاہ اسماعیل کے متبعین جس کو اس قسم کا پاتے عوام سے کہتے۔ کہ یہ چھوٹا رافضی ہے۔ یہ جہدِ راصل اور شہید کا بنایا ہوا ہے۔ مگر کثرت سے استعمال اس کا شاہ اسماعیل کے متبعین نے کیا ہے۔
انومبر ۱۹۴۱ء۔

سلسلہ قولِ بلی شیخ محمد عاشق سے ہم امام ولی اللہ کا ایک امام شاہ اسماعیل اور شاہ یعقوب کے بارے میں نقل کر چکے ہیں۔ یہاں اس پر ہم تینا اضافہ کرتے ہیں۔ کہ امام ولی اللہ کی سیاسی تحریک جو ان کی اولاد ذکر کے فائدہ میں تھی۔ اس کا سلسلہ مولانا شہید کی شہادت پر ختم ہو جاتا ہے۔ اس لئے ان کو امام ہوتا ہے کہ یہ سلسلہ پھر ان کی اولاد انات سے شروع ہوگا جیسے امام ولی اللہ نے کام حجاز سے شروع کیا۔ اور ہندو واپس آکر اس کی تکمیل میں لگ گئے۔ یہ نیا سلسلہ بھی اسی طرٹ کام کرنے کے لئے حجاز ہی سے اقدام کرے گا۔

اپنے ساتھ لے گئے۔ اور دہلی میں مولانا مملوک علی کی صدارت سے مولینا قطب الدین دہلوی، مولینا منظر حسین کا ندھلوی، مولینا عبد الغنی دہلوی کو ملا ایک بورڈ بنا دیا۔ جو اس نئے پروگرام کی اشاعت کر کے نئے سرے سے جماعتی نظام پیدا کرے گا۔ یہی جماعت آگے چل کر دیوبندی نظام چلائی ہے۔

مولانا مملوک علی | مولانا مملوک علی الشیخ محمد ہاشم الذی ینتہی نسبہ الی قاسم بن محمد بن ابی بکر الصدیق۔ خطہ السلطان شامیان خطاً بکورة نانوۃ فاستوطمها وینغ من اولادہ جماعة وھم كانوا عمدة الحزب لدھلوی بعد ہجرتہ الصدراحمید مولانا محمد اسحاق الی الحجاز۔ منهم الشیخ العلامة مولانا استاذ العصر مملوک العلی۔ بن احمد بن علی۔ بن غلام شرف بن عبد اللہ بن فتم بن محمد مفتی بن عبد السعید بن الشیخ محمد ہاشم۔ النانوتوی الدھلوی۔ اخذ عن الشیخ رشید الدین۔ تقدم فی العربیة والفقه وفنون التحصیل علی علماء عصرہ۔ ونصب مدرسا فی دھلی کالج بعد شیخہ مولانا رشید الدین۔ اخذ عنہ مولانا محمد مظہر النانوتوی والشیخ عبد الرحمان الفانی فتی۔ والشیخ احمد علی السہارنپوری وشیخ الاسلام مولانا محمد قاسم النانوتوی وشیخ الاسلام مولانا رشید احمد الکنکوی، والشیخ محمد یعقوب ابن مملوک علی وجماعة۔ واخذ عنہ السید احمد الدھلوی مؤسس الجامعة الاسلامیة فی علی گڑھ۔ والشیخ نذیر احمد الدھلوی مترجم القرآن ولاستاذ ذکاء اللہ۔ وغیرہم من نوابہ العصر فی انار الصنادید۔ جناب مولوی مملوک شاگرد مولوی رشید الدین خاں۔ علم مقول ومنقول میں استعداد کامل۔ اور کتب درسیہ کا ایسا اختصار ہے۔

دقیقہ صفحہ آمد کر اگر فرض کر کو کہ ان کتابوں سے گنجینہ عالم خالی ہو جائے۔ تو ان کے لوح حافظہ سے پھر ان کی نقل ممکن ہے۔ چودہ پندرہ سال سے مدرسہ شاہ جہان آباد میں مجدد مدرسہ رکھتے تھے۔ لیکن اب کئی سال سے سرکردہ مدرسین ہیں۔ توفی الشیخ ۱۲۸۵ھ۔ ودفن فی مقبرۃ الامام ولی اللہ الدہلوی قلات وولداۃ الشیخ محمد یعقوب صناد رئیس المدارسین بالملہ رستہ الدیوبندیہ۔ وعند اخذ شیخنا شیخ الہند۔ تمہید۔

مولانا ملوک علی سرکاری مدرسہ کے لازم تھے۔ ان کی نگرانی میں یہ کام شبہات سے بالا رہ کر چل سکتا تھا۔ در ذریعہ نیش کی نظر نہایت تیز تھی۔ مگر مولانا ملوک علی کو آزاد کام کرنے والے ساعی چاہئیں امیر امرا و اشرافہ اسحاق کے مدرسہ کے پانے طالب علم اور اس کے وانا مولوی نصیر الدین کے شاگرد ہیں۔ ان کی طبیعت عالمانہ رنگ کی نہ تھی۔ امیر شہید سے ملتی جلتی طبیعت رکھتے تھے۔ اس لئے وہ میر صاحب کا نمونہ تھے مولانا محمد قاسم اور مولانا رشید احمد ان کے ساتھ اس طرح کام کرتے رہے۔ جیسے امیر شہید کے ساتھ مولانا عبدالحی اور مولانا شہید تھے۔

الشیخ مظفر حسین الکاندھلوی | شیخ قطب الدین وہی نواب قطب الدین خان
ہیں۔ ودفن مرتزجہ۔ توفی ۱۲۸۵ھ

بالمذنیۃ الہند۔ واما الشیخ مظفر حسین الکاندھلوی فكان ورقاً نقیاً اما رآ بالمعروف وناہیاً عن المنکر اخذ عن عمہ المفتی الہی بخش وعن الصمد راجحید مولانا محمد اسماعیل واسترشد عن مولانا محمد یعقوب الدہلوی۔ وكان نائبہ فی الہند۔ وهو الذی اجلس مشیخ الاسلام مولانا محمد قاسم الدیوبندی علی منابر الوعظ۔ توفی۔ ۱۲۸۳ھ ودفن بالبقیعہ مکتب تمہید۔ رہے مولانا عبدالحی ان کا ترجمہ گزیر چکا ہے۔ مزید حالات کے لئے دیکھو یا تم جنی ۱۲ قلات اخذ عنہ الحدیث من مشائخنا الدیوبندیہ۔ شیخ الاسلام مولانا محمد قاسم وشیخ الاسلام مولانا رشید وشیخ الہند وکان مامورہ مولانا رفیع الدین مدظلہ امور العامتہ فی دارالعلوم الدیوبندیہ۔ تمہید ۱۲ محل نور الحق۔ ۹ نومبر ۱۲۸۵ھ

دیوبندی نظام | دیوبندی جماعت اور اس کی سیاسی مصلحت سمجھنے کے لئے اس حقیقت کو مستحضر کر لینا چاہئے۔ کہ جس دیوبندی جماعت کا تعارف ہم کرنا چاہتے ہیں وہ اس دہلوی جماعت کا دوسرا نام ہے جو مولانا محمد اسحق کی ہجرت کے بعد اُن کے متبعین نے اُن کی مالی اعانت اور اُن کے افکار کی اشاعت کے لئے بنائی تھی۔ اس جماعت کی صدارت سب سے پہلے استاذ اساتذہ السنہ مولانا مملوک علی صدر مدرس دہلی کالج کے لئے مخصوص رہی اُن کے بعد مولانا اسحق نے مولینا امداد اللہ کو اس کام کے لئے مقرر کیا:

مولانا امداد اللہ | مولانا عارف باللہ و الجامع بین الشریعہ و الطریقہ المجتہد فی اعلاء کلمۃ اللہ - الشیخ الامام امداد اللہ القادری۔ ولد سید محمد فی نانوتہ۔ اخذ عن الشیخ محمد قلندر۔ والشیخ العجیل النکندہ دہلوی و اخذ عن الشیخ نصیر الدین الدہلوی الامیر بعد شہادۃ الامیر الشہید امداد اللہ الامیر و اکابر اصحابہ فی بالاکوٹ۔ اجتمع من بقی منهم علی امارۃ الامیر نصیر الدین وهو الذی ہایعہ الامیر امداد اللہ اولاً حاشیہ تہدید، و اخذ عن الشیخ نور محمد الجنبجانی نوی، عن الامیر الشہید سید الشیخ نور محمد مشہور و جاء الامیر امداد اللہ الی الحرمین فی سنہ ۱۲۵۹ و بقی الشیخ محمد اسحق و اخذ عن طریق الدعوة۔ ثم عاد الی الہند فی سنہ ۱۲۶۰ کان اسمہ الشیخ امداد حسین۔ فغیرہ الشیخ محمد اسحق و سعادۃ امداد اللہ حاشیہ تہدید، و قصده الناس من اطراف البلاد واجتمع علیہ اکابر من اهل العلم

مولانا محمد اسحاق نے اولاً مکہ معظمہ پہنچ کر پوری آزادی سے اپنی ہندوستانی تحریک کی بنیادی کام شروع کر دیا تھا۔ اس پر دولت عثمانیہ کی وزارت خارجہ کو ان کے اخراج پر آمادہ کرنے کی کوشش کی گئی۔ اس بیرونی دباؤ کے محضہ سے نجات حاصل کرنے کے لئے مولانا محمد اسحاق نے شیخ الحرم کو واسطہ بنایا اور

بقیہ مفر ۱۸۲، مثل مولانا محمد قاسم و مولانا رشید احمد۔ والشیخ فیض الحسن السہارنفوری۔ و جمیع کبیر من علماء الہند۔ و فی ایام محاربتہ دہلی کان امیرا فی غزوۃ مشامی۔ ثم خرج محتضیاً مہاجراً فوصل الی الحرمین فی سنۃ ۱۲۳۸ و کان امیر الطائفة الدیوبندیہ۔ توفی سنۃ ۱۲۴۰ کتاب تمہیدہ

۱۲۳۸ء میں مولانا رشید نے ۱۲۳۹ء مطابق ۱۸۲۶ء و ۱۲۴۰ء یعنی ایک سال سے کچھ زیادہ عرصہ تک حجاز میں قیام فرمایا۔ اس سے پہلے حجاز پر ترکوں کا ۱۸۱۶ء میں کامل تسلط ہو چکا تھا۔ مولانا رشید نے نجدیوں کے پاس اپنا آدمی بھیجا تھا۔ مگر وہ چونکہ حجاز میں نہیں آسکتے تھے انہوں نے نامہ بر کو واپس کر دیا کہ ہم اس وقت دھلے سوا اور کوئی اعانت نہیں کر سکتے۔ یہ واقعہ مکہ معظمہ میں نجد کے ثقہ عاملوں سے معلوم ہوا۔

دہلوی تحریک کو جس قدر مؤرخ نجدی تحریک سے ملاتے ہیں۔ ان میں سے موافقین تو ناواقف یا شکار ہوئے! اور مخالفین نے اپنی سیاسی شرارت کے لئے اُسے وسیلہ بنایا۔

بالہ کوٹ کے بعد علاوہ علمی اختلافات کے سیاسی اصول پر بھی دونوں تحریکیں نہیں مل سکتیں نجدی اور یمنی عرب ایسٹ انڈیا کمپنی کے دوست ہیں۔ اور ترکوں کے مخالف تھے۔ الصدر المجید نے دوست عثمانیہ سے تعلق پیدا کر کے عربی تحریکوں سے قطعاً علیحدہ رہنا ضروری سمجھا۔

ایک پٹاہ گیر کے طور پر حجاز میں رہنے کی اجازت حاصل کر لی۔ اس اجازت کے شروط میں یہ ضروری فیصلہ بھی داخل تھا کہ مولینا محمد اسحاق دولت عثمانیہ کی سیاسی رہنمائی پر کمالاً اعتماد کرتے ہیں۔ اس طرح اُن کے اتباع میں اُن کی معاون دہلی جماعت نے بھی اس فیصلہ کو قبول کر لیا۔ تاکہ انہیں اپنے کام سے ربط رکھنے میں آسانی ہو۔

یہ دہلوی جماعت اس وقت تک اپنے گھر ہی میں کام کرتی رہی۔ جب تک دہلی کا شاہی اقتدار بحال رہا۔ لیکن ۱۸۵۸ء میں جب اس پرانی انقلابی تحریک کو جو تعلیمی لباس میں کام کرتی رہی تھی۔ اپنے موطن میں اپنا وجود سمجھانا ممکن نہ رہا۔ تو اس کا مرکز ایسے شہر میں منتقل کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ جو انگریزی حکومت کے قانونی احاطہ میں واقع ہو۔

اس جماعت کی مرکزی قوت ایک اختلاف کی بنا پر دو ایام محاربہ میں سلطان کی طرف داری اور غیر جانبداری سے پیدا ہوا تھا، دو حصوں میں تقسیم ہو گئی۔ اور دہلی کے حوض۔ دیوبند اور علی گڑھ۔ دو مرکز بن گئے جس طرح مولینا محمد قاسم دہلی کالج کے عربی حصہ کو دیوبند لے گئے اسی طرح سر سید احمد خاں نے دہلی کالج کے انگریزی حصہ کو علی گڑھ پہنچا دیا۔

کالج پارٹی انگریزی حکومت کے ساتھ پورے انٹراک کے بغیر اپنا کام شروع ہی نہیں کر سکتی تھی۔ اس لئے اُس نے برٹش گورنمنٹ کی وفاداری کو اپنی سیاسی مصلحت کا جز بنا لیا۔

مگر دیوبندی جماعت دجو مولینا محمد اسحق کے زمانہ سے دولت عثمانیہ کو اپنی سیاسی رہنما مان چکی تھی، اضطراری حالات کے سوا حکومت کی کامل وفاداری کا اعلان نہیں کر سکتی تھی۔ اس نے معتدل حالات میں برطانوی سیاسی مصالح سے غیر جانب داری کو اپنا مسلک بنایا۔ لیکن یہ غیر جانبداری بھی اس وقت قطعاً ختم کر دی جائے گی جب دولت عثمانیہ اور دولت برکات میں لڑائی کا فیصلہ ہو جائے گا۔

ہم مولانا شیخ الہند کو اپنے مشائخ اربعہ مولانا امداد اللہ مولینا محمد نسیم

رحمۃ اللہ علیہ، ۱۔ اخذ عن استاذ الاساتذہ مولانا مملوک علی۔ ۲۔ اخذ عن الشیخ رشید الدین۔ ۳۔ اخذ عن الامام عبد العزیز طریقۃ التصویر ویرج فیہ واخذ عن الامام حیدر القادر والصدور السعید عبد الحی۔ لکنہ لازم الامام رفیع الدین۔ ۴۔ السید احمد الدہلوی مؤسس الجامعۃ فی علی گڑھ مولانا الہی۔ کتاب التہمید۔

مولانا محمد قاسم | هو الشیخ ابو الہاشم محمد قاسم بن اسد علی بن غلام شاہ

مولانا محمد یعقوب یوبندی اور مولانا رشید احمد کاجانپنیں ملتے ہیں۔ ہم اشارہ سال تک ان کی صحبتِ خاصہ میں رہ کر ان کے سیاسی مسلک کو سمجھتے اور پھر اس پر عمل کرنے کی کوشش کرتے رہے ہیں جس قدر ہم اس یوبندی مسلک کو سمجھ سکے ہیں اس کا خلاصہ ہم نے اپنے الفاظ میں لکھ دیا ہے۔ واللہ المستعان

بقیہ صفحہ ۱۸۶، بن محمد بن علاء الدین بن محمد فتم بن محمد مفتی بن عبد السمیع بن محمد ہاشم النانوٹوی، تولد ۱۲۴۰ھ۔ واخذ عن عمہ مولانا مملوک علی و الشیخ عبد الغنی والشیخ احمد علی والا میر امداد اللہ و جماعۃ اسس دارالعلوم الدیوبندیہ فی ۱۲۸۳ھ۔ و شرعوا فی تاسیس مدرستہ العلوم بعلی گڑھ من ۲۲ مئی ۱۳۵۵ھ موافق ۱۳۹۲ھ، و کان من المجتہدین علی راس المائۃ الرابعۃ عشر و هو الذی وفق لتقمیص العلوم الولی اللہیۃ بالقص الجدیۃ الہندیۃ۔ واخذ عنہ جمع منہم شیخنا شیخ الہند و کان امام الحریکۃ ملیۃ فی درجتہا الثالثۃ۔ الی تخلص فیہا عن اختلاط الامراء۔ فان الہتما دی دعوة مولانا محمد قاسم ما کان علی الامراء و اصحب الثروتۃ بل علی اللہ و علی الضعفاء۔ توفی ۱۳۹۹ھ و کان شبیبہا بالبدر الشہید۔

مولانا رشید احمد گنگوہی | و اما شیخ الاسلام گنگوہی
فہو ابو مسعود رشید احمد

بن ہدایت اللہ الانصاری۔ ولد ۱۲۴۳ھ۔ واخذ عن مولانا مملوک علی و الشیخ عبد الغنی والشیخ احمد سعید والا میر امداد اللہ و جماعۃ۔ فی

وبقية سورة ١٨٤ اخذت عنه قطعة كبيرة من سنن ابى داود - تفقهها - ونفعنى الله بها - ولصحة الشيخ اثر فى نفسى - يمنعنى عن التحول عن مسلكه وتجلى لى الطريقة الولى الالهية فعرفت مواضع الفقه والسلوك - ومواضع العربية والاصول والمعقول من الكتاب والسنة - ورايت بعينى راسى اماماً متقناً مجتهداً فى مذهب الامام ابى حنيفة - وكان شيخنا جليل الاستقامة على طريقة شيخه الامام عبد الغنى الدهلوى وكان لى الهيا شبيهاً بالصديق الجليل مولانا محمد بن عبد الهلوى - اخذت معنى السنة والبدعة عن كتابه البراهين القاطعة وصنفه ذباً عن ايضاح الحق المصدر الشهيد (١) كان امير الطائفة الديوبندية بعد الامير امداد الله - واما محاب بعد الامام محمد قاسم اخذ عنه اكثر من ثلث مائة مشائخ - علوم الدين - توفي سنة ١٣٢٣ هـ.

واما شيخ الهند فهو استاذى وفى العلوم
مولانا محمود الحسن عليه اعتمادى

ذى الفقار على الاموى الديوبندى - ولد سنة ١٢٦٨ هـ اخذ عن ابيه وعمه مبادئ الكتب - ولما اسس المعهد العلمى بدىوبند سنة ١٢٨٣ هـ اخذ عن مولانا محمد يعقوب بن معلوك العلى - ومولانا محمود الديوبندى - ولازم شيخه الاسلام محمد قاسم وبه تخرج واستجاز من مولانا احمد على والشيخ محمد منظر النانوتوى - والشيخ عبد الرحمن القاينقى اساطين الطائفة الديوبندية - فاجازوه - وكل استجاز له شيخ الاسلام محمد قاسم عن الشيخ عبد الغنى لما حضر عند فى المدينة المنورة فاجازوه - وكل اخذ عن الامير امداد الله تباعاً لا مرشخة الذين تخرجوا على مولانا محمد قاسم قاق عليهم ثلثة منهم - وكان شيخنا شيخ الهند اسد الثلاثة حبا للشيخ - واكثرهم معرفة به واتباعا له - وانا قرأت عليه -

جملہ معترضہ | واقعہ بالا کوٹ کے بعد امام عبد العزیز کی جمعیت مرکزہ یہ کا کوئی رکن، بجز الصدر الحمید مولانا محمد اسحاق دہلوی کے باقی نہیں رہا تھا۔ انہوں نے حقیقت حال سے واقف ہو کر اپنے رفقا کے ساتھ مشورہ کیا۔ اور ابقاء تحریک کے لئے راستہ بنایا۔ اور اپنی عقل اور بہمت کے موافق اس کو چلایا۔ خدا نے اسے قبول فرما کر اس میں برکت دی۔ اُن کے اتباع جیسے حالات پیش آتے گئے۔ اپنے قدم آگے بڑھاتے گئے۔ اس سوسائٹی نے تقریباً سو سال تک اس راستہ پر چلنے کی محنت برداشت کی ہے۔ تب اُن کی نوے سالہ مشقتوں کا نتیجہ دیوبندی نظام نکلا ہے۔

لیکن یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ دہلی سے باہر جس قدر جماعتیں خربہ لی اللہ سے تعلق رکھتی تھیں۔ اُن تمام جماعتوں نے الصدر الحمید کی رہنمائی پر اتفاق کر

بقیہ صفحہ ۱۸) سجدۃ الاسلام الشیخ الاسلام محمد قاسم۔ قرأت فی بعض الاحیان ان العلم والایمان ینزل فی قلبی والذی اعتقد فی حق شیخ الہند انہ کان ذکی الفطراتہ من المفہمین فی اصطلاح الامام ولی اللہ۔ وكان الغالب علیہ اتباع الشیخۃ نسبتہ التواضع والانکسار الی سیمیہا الامام ولی اللہ نسبتہ اهل البیت توفی شیخ الہند فی ۱۸ ربیع الاول ۱۳۳۹ھ۔ ۳۰ نومبر ۱۹۲۰ء بعد مائتہ سنہ من وفات الامام عبد العزیز الدہلوی۔ ھ۔ کتاب التہجد ۲۲۵۔

کیا تھا۔ بلکہ اس تلخ حقیقت کو تسلیم کر لینا چاہئے کہ بالاکوٹ کی مصیبت عظمیٰ اپنے پیچھے اپنی مستقل یادگار چھوڑ گئی ہے۔ وہ بڑے انشقاق الجماعۃ یعنی اس کے بعد حزب ملی اللہ دو پارٹیوں میں تقسیم ہو گیا جس تفصیل کے ساتھ ہم دہلوی (دلیوبندی)، پارٹی کے حالات جانتے ہیں اس قدر صادق پور، ٹنڈہ کی تحریک سے مشت نہیں تہم مجبث کے لئے ہم اس دوسری پارٹی کے محل حالات بیان کرتے ہیں۔

مولانا ولایت علی رئیس حزب صمد قپوری

بعد تلك الواقعة
الهائلة دای

شهادة الامير، بايع من بقى منهم في بالاکوٹ علی امارة الامير نصير الدين الدهلوی ختن مولانا محمد اسحاق. وحدث في جماعة الامير نصير الدين الانشاق الفكري بسبب عدم وجدان جنازة الامير الشهيد في القتلى فانقسموا الى طائفتين اهل الحل والعقد منهم استيقنوا بالشهادة وشرذمة قليلة اصروا على انكار وشوا الدعابة لا تنظر رجعت. وهذا الذي حدث في المعركة تاثر منه الانصار في الهند. فالصدر محمد اسحق واصحابه في دہلی كانوا قائلين بالشهادة. والامير ولایت علی العظيم ابادی. صمد قپوری كان يفتقد بغيبوبة الامام. ومولانا ولایت علی كان من عظماء خواص اصحاب الصدار الشهيد وكان الامير الشهيد يرسله داعيا الى الجهاد في الهند. وما كان حاضرا في بالاکوٹ فما استيقن بالشهادة. فعظم الافتراق. والمخالفون من

بقية من المؤمنين المسلمين كانوا يفهمون عليهم. والكفاد يتغلبون على البلاد يوماً
فيوماً. والصدور مولانا محمد اسحق واصحابه. داوموا على اعمالهم الى سنة ١٢٥٥هـ
لكن ما قد روى على رفع الشقاق فهاجر الشيخ الى الحجاز فتوفي في مكة سنة ١٢٦٢هـ
وبعد ما توفي ظهر في المنتسبين الى الطريقة الولي اللهية الطائفتان -
الحزب الدهلوي. والحزب الصناد قبوري.

والامير ولايت على انضم اليه عامة الشرقيين من الينهار والبنغال و
قام الى تجديد بيعة الجهاد بحمل اقامته صناد قبوري سنة ١٢٧٥هـ ودعا الى نفسه لانه
خليفة الامير الغائب وانضم اليه الشيخ عبد الحق بن فضل الله البندارسي
الذي ينتسب الى الصناد الشهيد. واخذ عن الامام الشوكاني. فاشتغلا
في تنظيم الحزب الصناد قبوري. لكن بسبب احترام الصناد محمد اسحاق
ما كانوا يجاهدون بالدعوة في دهلي واطرافه والامير ولايت على جاء الى
الحجاز سنة ١٢٧٥هـ وسار الى اليمن واخذ عن الشوكاني.

وبعد ما هاجر الصناد مولانا محمد اسحق اخذ الامير ولايت على اخاه
عنايت على في سنة ١٢٥٥هـ الى البونير مركز المنتظرين لرجعة الامير. وبعد ما توفي
الصناد محمد اسحق. ذهب الامير ولايت على بنفسه الى البونير في سنة ١٢٦٢هـ
فاستقام له الامر. وتوفي الامير ولايت على في سنة ١٢٦٩هـ ثم قام مقامه الامير عنايت
لكن ما حصل الاتفاق على الجهاد والقتال بل جلسوا منتظرين فتوفي سنة ١٢٧٣هـ.
وكان الاصل السياسي للصناد قبوريين اعتقاد غلبوية الامير الشهيد
ومن لوازم هذا الاصل عدم الاشتراك مع امراء المسلمين، وسلاطيتهم اذ
اقاموا المعادية للكفار قبل ظهور الامام لكن حدث في اصحاب الامير عنايت على
جميع من المجاهدين ما وافقهم على هذا الاصل بل اتوا الى الدهلويين.

واقعہ بالا کوٹ میں بقیۃ السیف مجاہدین کو امیر شہید کا جنازہ نہیں ملا۔
 اس کا اصلی سبب یہ تھا کہ سکھوں نے امیر شہید کا سر کاٹنے کے بعد مقامی مسلمانوں
 کی معرفت فوجی اعزاز کے ساتھ اُسے دفن کرا دیا تھا۔ اس طرح شکست فاش
 کا تصور مجاہدین کے فکر سے کوسوں دور تھا۔ اس اضطراب میں یہ خیال پیدا
 ہوا کہ ہونہو امیر کہیں غائب ہو گئے ہیں۔

بقیہ صفحہ ۱۱۱ من اکابر الطائفة الصادقہ وائمة شیخ الاسلام السيد
 ذریہ حسین الدہلوی البہادی۔ ولد سنہ ۱۲۲۲ھ واستقر علی اخذ العلوم من سنہ
 ۱۲۴۰ھ فصادقہ۔ ثم جاء الی دہلی فی سنہ ۱۲۴۲ھ فاخذ عن اصحاب مولانا محمد اسحاق
 ثم استفاد الکثر الطیب من الصلہ نفسہ۔ وکان من اذکیاء عصرہ جامعاً بین
 العلوم العقلیۃ والعقلیۃ والادبیۃ۔ وکان بفتی علی طریقۃ شیخ متعیداً بالمدھب
 الحنفی وکان نقادی العالمگیریۃ بین عینیہ کاندہ یحفظہا۔ ولا یمیل الی الصادقہ
 الا قلیلاً۔ لکن بعد سنہ ۱۲۴۲ھ استقل بالاجتہاد۔ وانتسب الی الصلہ والشہید فی
 اکثر الامور۔

ومنہم الامیر القنوجی نقی الامیر ولایت علی۔ واخذ عن الشیخ عبد الحق
 البنادسی واخذ عن علماء الیمن وکان مشغولاً بحج الشوکانی کتاب التہد
 لہ چنانچہ سکھوں کا رسالہ جنازہ کے ساتھ تھا۔ شہر گئے اپنا خاص دوشالہ جنازہ پڑولنے کے
 لئے بھیجا۔ اور مقامی ملاؤں سے جنازے کی نماز پڑھوائی اور فوجی اعزاز سے دفن کرایا۔ لیکن مجاہدین اس وقت
 سخت پریشان اور آشفۃ دماغی کا شکار ہو چکے تھے۔ میرے اپنے معتمدین کے قوت ہو چکے ہیں۔ اس لئے اگر
 ان کو یہ اعزاز اور دفن کا واقعہ معلوم نہ ہو۔ تو چندان بعید نہیں۔

بعض اتفاقی واقعات اس کے مولید بن گئے۔ امیر شہید بالا کوٹ کے واقعے سے چند روز پیشتر اپنے اصحاب کو وصیت کرتے رہے ہیں۔ کہ اگر بالفرض کسی ضرورت کیلئے ہم چند روز غائب ہو جائیں تو آپ لوگ مایوس نہ ہونگے بلکہ اپنے کام پر مستقل طور پر قائم رہیں۔ درحقیقت وہ اس اشارے اور کلمات سے پیش آنے والے واقعات کے لئے ذہنیاتوں کو تیار کرتے تھے۔ مگر پریشان دماغی اس قدر سوچنے کا موقع کب دیتی ہے؟ اس طرح یہ روایت پیدا ہوئی۔ اور محافلوں نے سارے ہندوستان میں پھیلا دی۔ تاکہ تحریک اپنے عمل کے اعتبار سے ختم ہو جائے۔

پٹنہ کے مولانا ولایت علی مرحوم معرکہ بالا کوٹ میں حاضر نہیں تھے۔

دقیقہ صفحہ ۱۹۲، لے قال النواصب النجفی فی ”سجۃ الکراۃ“ جمعی از عظیم آباد و نیکانہ دربارہ سید احمد بریلوی مرحوم نیز اس گمانی کردہ انداز بنی منصب ہمدویت اتانکہ بعض از مریدان ایشان پہل حدیث دین بجمع نمودہ و ایشان را ہمدی وسط قرار دادہ۔ قائل غلبہ بابت ایشان در جمالی مغربیہ ہند شدہ۔ متعجب ہو بودہ اند۔ و اس بزلت عظیم است۔ و کیف کہ سید مرحوم اس دعویٰ نمودہ۔ و ایجاب نمودنہ نمودہ۔ و اگر مے کہ سچکس تصدیق نمے نمود۔ و از کتاب تہذیب ۱۱۱ لے مولانا شہید نے جو اثر پڑھنے کے بعد فقط تھوڑا سا عمل کرنے والی ایک جماعت بنا ئی جو رفیع الدین اور امین باجوہ کی کرتی تھی۔ مگر امیر شہید کے سمجھنے سے مصلحت عامہ کیلئے وہ جماعت ختم کر دی گئی۔ مولانا ولایت علی اس جماعت کے ممبر تھے۔ اب وہ علامہ ہو کر دراصل اس جماعت کا احیاء مقصد بناتے ہیں۔

وہ مولانا اسماعیل شہید کی اس جماعت کے خاص رکن تھے۔ جو مولانا شہید نے دہلی میں امام ولی اللہ کے اتباع کے لئے بنائی تھی۔ اور ہجرت کے موقعہ پر مصلحت عامہ کی رعایت میں ختم کر دی گئی تھی +

مولانا ولایت علی نے مولانا محمد اسحاق صدر حمید کا اصلاحی فکر قبول نہیں کیا۔ اور اس روایتِ غلیبیت کی آڑ میں اپنی مستقل جماعت بنانے کا فیصلہ کر لیا۔ انہوں نے حجاز کا سفر کیا۔ اور یمن و نجد کی عربی تحریکوں کا مطالعہ کرنے کے لئے اُن ممالک کی سیاست کرتے رہے۔ اُن کے فکر میں ترکوں سے اتصال کے عوض عربی تحریک سے اتصال زیادہ محبوب تھا جبوقت صدر الحمید دہلی سے حجاز پہنچ گئے۔ اس کے بعد مولینا ولایت علی نے پٹنہ میں اپنی مستقل پارٹی کا اعلان کر دیا۔ بخلاف اس کے صدر الحمید نے دہلی میں جو انتظام کیا تھا۔ اُسے کمپنی کے کارندوں سے مخفی رکھنا ضروری سمجھتے تھے۔ انہوں نے اپنا مرکز مولینا مملوک علی کو بنایا تھا۔ جو ایک سرکاری ملازم تھے۔ اور اپنے خاص اصحاب کی جماعت اُن کے تابع کر دی۔ اس طرح مولانا

لے۔ اصلاحی فکر یعنی حنفی مذہب کی پابندی اور ترکوں سے اتصال۔ وہ حنفی مذہب کی پابندی کو حجۃ اللہ کے خلاف اور ترکوں سے اتصال کو کمینوں اور نجدیوں کے خلاف جانتے تھے۔

ولایت علی کی پارٹی زیادہ نمایاں ہو گئی جس ہندوستانی عالم کو جو مذہبنا زیدری شیعہ تھا، امیر شہید نے اپنی جماعت سے نکلوا دیا تھا۔ وہ بھی مولینا ولایت علی کے ساتھ شامل ہو گیا۔ نواب صدیق حسن خاں اُسی استاد کے توسط سے امام شوکانی کے شاگرد ہیں مولینا نذیر حسین دہلوی اور مولینا عبداللہ غزنوی بھی مولانا ولایت علی کی پارٹی سے خاص تعلق رکھتے ہیں۔

اس پارٹی کا مرکزی فکر بھی بتایا جاتا ہے۔ کہ امیر شہید غیر معین عرصے کے لئے غائب ہو گئے ہیں۔ اُن کے انتظار میں جہاد کی تیاری کرتے رہنا چاہئے۔ وہ ضرور آئیں گے۔ اور انہی کی امامت میں کام کرنے سے ہمیں نجات مل سکتی ہے۔

بظاہر یہ فکر نہایت غیر معقول ہے۔ مگر بڑے بڑے عالموں اور صوفیوں کا جو ضرب ولی اللہ سے اختصاص رکھتے ہیں۔ اس تحریک کی شمولیت میں اُن کا نام بھی لیا جاتا ہے۔ اس لئے اس کی تاویل یہی ہو سکتی ہے۔ کہ عوام دنہ خواص کو تحریک کے ساتھ وابستہ رکھنے کیلئے یہ ایک سیاسی چال تھی۔

لے کیونکہ بظاہر مولانا اسحاق ہندوستانی کام پھوڑ گئے تھے۔ اور ان کے بجائے مولانا دلائی نے ہم جنم لیا۔ مگر حقیقت مولانا اسحاق نے وہاں پہنچا بھی وہی کام کیا جو یہاں کیا کرتے تھے۔

مولانا ولایت علی نے ہندوستان کے مشرقی حصہ پر اپنا اثر قائم کر لیا اور افغانی سپاہیوں میں اپنا مستقل مرکز بنایا۔ ان کی اولاد اب تک اس علاقے میں اپنی امارت اور اپنا مرکز رکھتی ہے۔ مخالفوں کو بھی ماننا پڑتا ہے کہ وہ ایک چھوٹے پیمانے پر امیر شہید کی حکومت موقتہ کی یادگار ہے ۵

ہمارا اپنا خیال مولینا ولایت علی کی تحریک کے متعلق یہ ہے کہ وہ مولینا شہید کی اس خاص جماعت کو زندہ کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں اسی لئے مولانا نذیر حسین۔ اور نواب صدیق حسن خاں جیسے عالم بھی ان کا ساتھ دیتے ہیں ۵

۱۱، مولانا نذیر حسین مولینا ولایت علی کے مدرسہ (صدا و حقور) پٹنہ کے ابتدائی طالب علم ہیں۔ بہار سے جب دہلی پہنچے۔ تو الصدر المجید اور ان کے اصحاب کی صحبت میں ہی علمی تکمیل سے فارغ ہوئے۔ غزوہ دہلی تک مولانا محمد اسحاق کے مسلک کے پابند رہے۔ اُس کے بعد اگرچہ بہ ضرورت نجدی تحریک اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ کی طرف میدانِ ظاہر کرتے رہے۔ مگر فتاویٰ عالمگیریہ کا مشعلہ اور ہدایہ کی تدریس اور وحدۃ الوجود کا فلسفہ ان کی پرانی ذہنیت کا عنوان آخر تک قائم رہا ۵

اگر حواض سے قطع نظر کر لی جائے۔ تو وہ مولانا شہید کی اُس مذکورہ

سوسائٹی کے احیاء کے سوا اور کوئی مقصد نہیں رکھتے تھے +
 حکومت کے اثرات کا ایک نتیجہ سمجھنا چاہئے۔ کہ مولانا احمد علی سہارنپوری
 کلکتہ میں۔ اور مولانا ندیر حسین دہلی کے مرکز میں بیٹھتے ہیں۔ تاکہ ہر ایک اپنے
 اپنے مرکز میں کام نہ کر سکے +

(۲) نواب صدیقی حسن خاں کے والد ماجد مولانا رفیع الدین کے خواص

لے ہو مولانا احمد علی بن لطف اللہ الانصاری۔ اخذ عن مولانا
 مملوک علی وعن وحید الدین السہارنپوری۔ وعن الصدراحمید۔ مولانا
 محمد اسحاق الدہلوی ثم بعد الفراغ اشتغل بالتدريس برهة من الزمان۔ ثم
 انشاء المطبعة الاحمدية في دہلی وطبع فيها القرآن العظيم وكتب الحديث بالتصحيح
 التام۔ فكان حافظ الحديث على تجدد الحالات في ذلك العصر وكتب تعليقا على
 الصحيح للامام البخاري۔ واشترك فيه شيخ الاسلام محمد قاسم الديوبندي وكتب الشيخ
 ذيل على اکثر كتب الحديث واستفاض به علم الحديث في اطراف الهند۔ واخذ عنه شيخ
 الاسلام مولانا محمد قاسم وشيخنا شيخ الهند۔ توفي سنة ۱۲۹۶ھ۔ تبهيد ۲۲۶۔

لے ہو حسن بن علی بن لطف اللہ الحسینی ذکر تہ لہ ترجمہ حافظہ فی اتحاد
 النلاء۔ سافر الی دہلی فی ۱۲۳۳ھ وتلمذ علی الشیخ عبد العزیز والشیخ رفیع الدین
 وصحب السعید الکبیر العارف السید احمد البریلوی وجاہد معہ فی سبیل
 اللہ۔ توفي سنة ۱۳۵۳ھ

اصحاب میں سے ہیں۔ نواب صاحب نے مولانا صدر الدین دہلوی سے تحصیل کتابیں پڑھی ہیں اور مولانا محمد یعقوب دہلوی سے سند حدیث حاصل کی۔ المحطۃ کی تصنیف تک حزب ولی اللہ کے معارف کی ترجمانی کرتے رہے۔ لیکن اس کے بعد ان کی سیاسی مصلحت نے ان کو امام شوکانی کے اتباع پر مجبور کر دیا۔
 انہیں اس پارٹی کے مرکزی فکر کے متعلق مولانا شمس الحق عظیم آبادی، تلمیذ خاص سید نذیر حسین، کی عون المعبود سے چند جملے نقل کر کے ہم اس جملہ معترضہ کو ختم کرتے ہیں۔

زعم اکثر العوام وبعض الخواص فی حق الغازی الشہید
 الامام الامجد السید احمد البریلوی رضی اللہ عنہ انہ
 المہدی المحمود، وانہ لم یستشهد فی معركة الغزو بل انہ

لہ قلت مرادہ من بعض الخواص الشیخ الجلیل الامیر ولایت علی المذکور
 الی ہذا العقیدۃ دعویۃ حثیثۃ وتبعہ علی ذلک جماعۃ کبیرۃ اضلحت
 بالتدريج۔ وهؤلاء هم الذین احتاجوا الی ان یخرجوا من الخفیۃ الحمیمۃ
 الولی اللہیۃ العزیزۃ الاسعیلیۃ الاسحاقیۃ، وما دخلوا فی محاربتہ
 دہلی ونسبہم الحزب الصادق پوری واللہ الہادی۔

کتاب التہید

اختفی عن اعیین الناس وهو حی موجود فی هذا العالم الی
 الان حتی افرط بعضهم فقال انا لقینا ه فی مکه المعظمه
 حول المطاف ثم قاب بعد ذلك، و یزعمون انه سيعود،
 وهذا غلط وباطل۔ والحق الصبیح ان السید الامام استشهد
 ولم یخف عن اعیین الناس قط والحکایات المردیہ فی
 ذلك کلها مکذوبہ مختصرہ۔ وما صح منها فهو محمول علی
 محمیل حسین۔ وقد طال النزاع فی الامیر السعید الشہید
 من حیاته واختفائه حتی جعلوا جزء العقیدۃ ویجادون
 من ینکرہ۔ والی اللہ المشتکی من ضیع هؤلاء ونعود
 باللہ من هذه العقیدۃ المنکرة الواہیہ۔

۳۰، الصدر الحمید مولانا محمد اسحق دہلوی کی نئی تنظیم برپورے تیس
 برس بھی نہیں گزرے تھے۔ کہ دہلی کے آخری بادشاہ کی انگریزی کپنی
 سے لڑائی ہو گئی۔

الف، سلطان دہلی اگرچہ بظاہر ایک وطیعہ خوار رئیس کی صورت
 میں نظر آتا تھا۔ مگر عام لوگوں کی نظروں میں وہ اب تک سارے

ہندوستان کا موروثی سلطان مانا جاتا تھا۔ ایسٹ انڈیا کمپنی بھی چونکہ اسی کے نام سے عوام پر حکومت کرتی تھی۔ چنانچہ ڈھندلے میں کہا جاتا تھا "تعلق خدا کی۔ ملک بادشاہ کا، حکم کمپنی بہادر کا۔ اس لئے عوام الناس کی رائے اُسے ملک کا حقیقی مالک ماننے میں تامل نہیں کرتی تھی۔"

سقوطِ دہلی کا یہ واقعہ جو ۱۵۵۶ء میں وقوع پذیر ہوا۔ اسلامی دنیا کی تاریخ میں ایک خاص اہمیت رکھتا ہے۔ مگر ہماری رائے میں ہندوستانی وہی ہے۔ جو اس ہندوستانی سلطنت کے زوال کو اپنی قومی مصیبت سمجھتا ہے۔ اب، اس داہمیہ کبریٰ میں مولانا محمد اسحاق کی نئی جماعت پھر دھولوں میں تقسیم ہو گئی۔ الصدر الحمید نے جس طائفہ کو نئی تنظیم میں مرکزی اختیار دے دیے تھے۔ وہ طائفہ تو سلطان دہلی کا طرفدار ہو گیا۔ اور سلطانی تحریک کی شکست کے بعد مولانا محمد اسحاق کی طرح حجاز میں ہینچ گیا۔ چنانچہ امیرِ مدائن اور مولانا عبد الغنی، مولانا محمد یعقوب دہلوی کے ساتھ حجاز میں بیٹھ کر اپنی ہندوستانی تنظیمات کی رہنمائی کرتے رہے۔

(ج) اس کے ساتھ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ مولانا محمد اسحاق کے متبعین کی پہلی صف میں سے علماء اور صوفیہ کا کثیر حصہ سلطان دہلی کی

لڑائی میں غیر جانب دار بن گیا۔ اس کا حاصل یہ سمجھنا چاہئے کہ الصدر الحمید کی تنظیم کے بالمقابل اگر ٹپنہ میں پارٹی قائم ہو چکی تھی۔ تو اب خود الصدر الحمید کے اپنے فرقہ میں سے ایک مخالف جماعت دہلی میں بھی پیدا ہو گئی مولانا سید نذیر حسین دہلوی اور مولانا شیخ محمد تقی انوی اس دوسری جماعت کے مشہور بزرگوں میں سے ہیں *

مولانا شیخ محمد تقی انوی | تقاضیوں کے یہ بزرگ مولانا شیخ محمد تقی انوی

اس تحریک حریت کے خلاف تھی۔ مولانا حسین احمد صاحب صدر دیوبند نے ایک مرتبہ سہارن پور میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ امیر امداد اللہ اور شیخ الاسلام محمد تقی اور حضرت مولانا گنگوہی وغیرہ حضرات نے ایک مرتبہ مولانا شیخ محمد کی مسجد میں جا کر جہاد حریت کے متعلق تبادلہ خیالات کیا۔ مولانا شیخ محمد نے اہل ہند کی بے سروسامانی کا ذکر فرما کر جہاد کی مخالفت کی مولانا محمد تقی نے فرمایا کہ کیا ہم اصحاب بدر سے بھی زیادہ کمزور ہیں؟ امیر امداد اللہ نے طرفین کی گفتگو سننے کے بعد فرمایا کہ محمد اللہ انشراح ہو گیا۔ اور واپس آکر جہاد کی تیسری شروع کر دی۔ امیر امداد اللہ نے امامت قبول کی۔ اور شیخ الاسلام ناٹوئی سپہ سالار قرار پائے۔ اور شیخ الاسلام گنگوہی قاضی مقرر ہوئے۔ اس طرح قصبہ تقاضی بھون ایک ارالہ اسلام بنالیا گیا۔ پھر پیش قدمی کر کے قصبہ شاہی متلع مظفر نگر بھی فتح کر لیا۔ حدیث ۶۷

شیخ محمد تقی وہ بزرگ ہیں جن کے مسلک پر مولانا اشرف علی صاحب کار بند ہیں۔ اور شیخ احمد کی جماعت کی سیاست کو خط مانتے ہیں۔ مولانا اشرف علی صاحب کے سوانح حیات جو شائع ہو چکے ہیں ان میں تصریح ہے کہ آپ مولانا شیخ محمد صاحب کے مسلک کے پیرو ہیں مولانا شیخ محمد اور امیر امداد اللہ ایک

جملہ معترضہ عجیب بات ہے کہ امام عبدالعزیز کے حزب میں انشاق کا جو بیج، باناؤٹ کی ہزیمت کے نتیجے میں بویا گیا تھا۔ اس کے تلخ ثمرات کا تسلسل کسی طبقہ میں نہیں ٹوٹتا۔ جیسے مولانا محمد اسحاق کی جماعت دو حصوں میں تقسیم ہو گئی تھی۔ اسی طرح پر امیر امداد اللہ کی جماعت میں، اور پھر ان کے بعد مولانا شیخ الہند کی جماعت میں مخالف پارٹی کے افراد اور گروہ مخلوط چلے آتے ہیں۔

امام عبدالعزیز کی حزب کو اس قسم کے مخالف عناصر سے قطعی طور پر پاک کرنے پر جب تک دانشمند نوجوان کمر بستہ نہیں باندھیں گے۔ تحریک کبھی مفید نتیجہ نہیں پیدا کر سکتی۔

(بقیہ صفحہ ۲۰۱) ہی مرشد کے خلیفہ ہیں۔ اور اسی مسئلہ جہاد پر آپس میں مخالف ہو گئے۔ اور جماعتیں دو حصوں میں منقسم ہو گئیں۔ تو اب امیر امداد اللہ کی جانشینی کا استحقاق مولانا اشرف علی صاحب گوکس طرح پہنچ سکتا ہے؟ یہ ایک نہایت ہی خطرناک استنادی ہے۔ جو مولانا شیخ الہند اور ان کے اساتذہ کے خصوصی کاموں کو بے کار بنا دینا چاہتی ہے۔

لے: یہ حکم اس لئے نکاتے ہیں۔ کہ ہم یورپ کی سیاست کا مطالعہ کر چکے ہیں۔ ان کے ٹارگٹ کے نظام کو مخالف عنصر سے پاک رکھنا سب سے اول درجہ کا فرض ہے۔ اور وہ اس بارے میں کشت خون سے ذرہ برابر نہیں گھبراتے۔ اسی میں ان کی فلاح اور کامیابی کا راز مضمر ہے۔

۴۱) الصدر الحمید کی بنائی ہوئی جمعیتہ مرکز یہ حجاز میں بیٹھ کر پروگرام کی تکمیل

میں رہنمائی کرتی رہی ہے *

(الف) مولانا محمد اسحقؒ اور اُن کے بعد امیر امداد اللہ کو مکہ معظمہ میں بیٹھ کر اپنی تحریک جاری رکھنے میں جس قدر مشکلات پیش آئی ہیں۔ اُن پر غالب آنا اُن کے خرم اور حلم کی روشن دلیل ہے۔ اور ہم اُسے امام عبد العزیز کی تربیت مسلسلہ کی برکات میں شمار کرتے ہیں۔ اگر یہ حضرات امام عبد العزیز کے تربیت یافتہ نہ ہوتے تو کبھی اپنا کام جاری نہ رکھ سکتے *

ہم اگر مکہ معظمہ میں اس قسم کی زندگی کا خود تجربہ نہ کرتے۔ اور حضرت

لے مکہ معظمہ میں کوئی خفیہ تحریک پیدا نہیں کی جاسکتی۔ اور نہ چلائی جاسکتی ہے۔ ہر کام کرنے والے کے سر پر اس قدر غیر منظم عوام کا ہجوم مسلط رہتا ہے۔ کہ اُسے سر کھانے کی بھی فرصت نہیں ملتی۔ مگر جو لوگ کام کرنا چاہتے ہیں۔ وہ اپنے لئے وقت نکال لیتے ہیں۔ میں حیران رہ گیا جب مجھے معلوم ہوا۔ کہ مولانا اشرف علی صاحب جو مولانا شیخ محمد کے مسلک کے متبع ہیں وہ امیر امداد اللہ کے مخصوص اصحاب میں رہ چکے ہیں۔ اس کے بعد مولانا شیخ محمد کے اسی طرح قریبی دوست حجاز کے سفر میں بروقت اُن کے ساتھ رہتے تھے۔ تاکہ وہ کوئی خفیہ کام نہ کر سکیں۔ مجھے معلوم ہے کہ وہ اس قسم کے کام کرتے رہے۔ اور انہوں نے اپنے لئے اوقات فرصت نکال لئے۔ تو اس سے مجھے قیاس کرنے میں آسانی ہوئی۔ کہ اسی طرح امیر امداد اللہ بھی اپنے لئے وقت نکال لیتے ہوئے ہیں۔ خود بھی اسی طرح کی مصیبت میں مبتلا رہا ہوں۔ اگرچہ میرا ہندوستان سے کوئی تعلق باقی نہیں

مولانا شیخ الہند کے واقعات ہمارے سامنے نہ ہوتے تو ہم ان اکابر کی محنت کی قدر نہ کر سکتے +

دل من داند و من دانم و داند دل من
۵۱، سقوط دہلی کے نو برس بعد ۱۲۸۳ھ ۱۸۶۶ء میں مدرسہ دیوبند کی تاسیس ہوئی +

الف) امیر امداد اللہ نے مکہ معظمہ میں ۱۲۷۶ھ سے فیصلہ کیا کہ اطراف دہلی میں امام عبد الغفر نے مدرسہ کے نمونہ پر ایک مدرسہ بنایا جائے +
ب) مولانا محمد قاسم سات سال مسلسل کوشش کرتے رہے تب کہیں ایک جماعت کو دیوبند میں مدرسہ بنانے پر آمادہ کر سکے اس کے بعد ان کی

(بقیہ صفحہ ۲۰۳) رہا تھا۔ مگر یورپ میں میرے دوست کافی موجود تھے۔ اور کابل کے لوگ بھی مجھ سے ملتے رہے۔ تو مجھے اس میں نہایت مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ لہذا میں ان اپنی تکالیف اور مولانا شیخ الہند کی مجبوریوں کو سامنے رکھ کر حاجی امداد اللہ صاحب کے کام کی جگہ پر میں اہمیت سمجھتا ہوں۔ دوسرا شخص اس کا اندازہ نہیں لگا سکتا۔

سے اب تک امیر امداد اللہ کی رہنمائی تھی۔ جو کہ مظہر میں بیٹھ کر کام کرتے رہے۔ تو اس جماعت نے مدرسہ دیوبند کو مرکز بنایا۔ اور اس کی تمام چیزیں امیر امداد اللہ کی مصلحت پر چلتی رہیں۔ دیوبند کی روح دراصل امیر امداد اللہ کی مصلحت پر چلتی رہی۔

دوڑ دھوپ سے اسی طرز پر ایک مدرسہ سہارنپور میں، اور ایک مراد آباد میں بن گیا۔ جو مدرسہ دیوبند کی شاخیں ہیں +

(ج) مدرسہ دیوبند کے لئے ہفت سالہ نصاب تعلیم اور مستقل نظام عمل اور اساسی قواعد مولانا محمد قاسم نے بنائے انہوں نے اپنی سکیم میں امام عبدالعزیز کے مدرسہ اور حزب ولی اللہ کے مقاصد کو محفوظ کر دیا ہے +

جملہ معترضہ | اس کے بعد دوبارہ اس نصاب پر نظر ثانی

ہوئی ہے۔ پہلی دفعہ مولانا محمد یعقوب دیوبندی کے زمانہ میں بہشت سالہ نصاب کی صورت میں دوسری بار مولانا شیخ المندکی جمعیۃ الانصار کی تحریک پر الحمد للہ کہ دونوں دفعہ حزب ولی اللہ کی تعلیمات کی روح محفوظ رہی +

لہ دارالعلوم دیوبند اسس فی سنۃ ۱۳۸۳ھ فاقدا فی الناس فی تاسیس الفروع۔ ناول فرج تأسس بعد سنتہ اشہر فی سہارنپور حتی وصلت الی اربعین فرغاً۔ لکن نظامہا علی الامرکنیۃ وکنت فی اول زمان تنظیم جمعیۃ الانصار احب ان یشیر نظام الفروع المذکورۃ الی المرکنیۃ۔ وکن شیخنا شیخ الہند ما کان یلفت الی ذلک الا قلیلاً۔ و بعد ثلاث سنین تبینت لی حکمۃ الامرکنیۃ بالتجارب۔ فان الحکومت لا تسهل لہا ان تتحکم وتغلب علی ذلک النظام۔ وحفظ الحریۃ مقدم علی تحسین الصورۃ۔ کتاب التہمید ۱۵۵

اس کے بعد جب کبھی ترمیم نصاب کا سوال پیدا ہوتا ہے تو میں اس پہلے ہفت سالہ نصاب کو محفوظ دیکھنا چاہتا ہوں۔ میں ڈرتا ہوں کہ مصر و شام کی تقلید میں قطع و برید کرنے سے اس نصاب کی وہ استعداد ختم نہ کر دی جائے جس کے سبب سے اب تک وہ امام ولی اللہ کی حکمت کے مطالعہ کے لئے مقدمہ بنتا رہا ہے ۛ

(۶) مدرسہ دیوبند کے لئے مرکزی فکر اور سیاسی مصلحت کے اصول امیر امداد اللہ اور ان کے رفقاء مولانا محمد قاسم، مولانا رشید احمد، مولانا محمد یعقوب دیوبندی کے اجتماع نے معین کئے ہیں۔ اس لئے دیوبندی پارٹی کی مرکزی جماعت میں وہ شخص شامل نہیں ہو سکتا جو یہ اصول کا ملا تسلیم نہ کرتا ہو ۛ

الف، مدرسہ دیوبند کا اساسی اصول یہ ہے کہ حزب ولی اللہ نے اپنے پہلے دور میں جب قدر علوم و معارف کی اشاعت ضروری سمجھی۔ جنفی فقہ کی پابندی سے ان علوم و معارف کو تدریس و تصنیف کے وسائل سے زندہ رکھا جائے ۛ

ب، اس مدرسہ کی باقاعدہ تعلیم سے جب قدر علماء تیار ہوں گے تو

ۛ مولانا اشرف علی صاحبہا کے اتباع کا مرکز پر بندہ رہے طے شدہ اصول کے بالکل خلاف ہے ۛ

مساجد اور مدارس میں کام کرنے کے لئے پوری استعداد رکھتے ہیں ۞
 (ج) اس تعلیم کے بعد جعفری علماء، امام ولی اللہ کے جادہ ترقی و حکمت
 کی حفاظت کرنا چاہیں یا حکومت کے مناصب عالیہ کی اہلیت پیدا کریں
 تو ان کے لئے کوئی خاص نصاب معین نہیں۔ بلکہ درسی کتابوں سے
 فارغ ہو کر اساتذہ کی صحبت میں رہیں مثلاً مولانا محمد قاسم کی صحبت میں
 امام ولی اللہ کی حکمت سے آشنا ہو سکتے ہیں۔ مولانا رشید احمد کی خدمت میں
 فقہ اور تصوف کی تکمیل کر سکتے ہیں۔ مولانا محمد یعقوب دیوبندی کی رفاقت
 میں سیاسی اصول سمجھ میں آ سکتے ہیں۔ اور امیر امداد اللہ کی بہت سے پارٹی
 میں منسلک ہو جاتے ہیں ۞

(۷) مدرسہ دیوبند کے لئے ضروری ہے کہ حکومت کابل میں اپنا وقار
 ثابت کرتا رہے اس لئے ماوراء السند کے لئے بنی قدر طلبہ دیوبندی نظام
 میں تعلیم پائیں۔ انہیں ہدایت دی جائے گی۔ کہ اپنی اقوام کے نظام اور اپنی
 حکومت کے نظام کو برہم نہ کریں ۞

(الف) جسٹس، جہندیس دیوبندی جماعت مسلمانوں کی دوسری

لے یعنی دائرہ، جاگراہی بدعت اور اہل بدعت کے دو کسے چہرے پیدا نہ کریں۔

جماعتوں کے ساتھ بالاضطرار منازعت میں مبتلا ہو گئی ہے۔ ان جھگڑوں کو ماوراء السند میں پھیلنے سے روکا جائے +

(ب) مدرسہ دیوبند کے لئے ضروری ہے کہ مکہ معظمہ کے مرکز کے توسط سے سلطنت عثمانیہ کے ساتھ اپنا ربط زیادہ مستحکم کرتا رہے +

(ج) مدرسہ دیوبند کے لئے ضروری ہے کہ اضطراری حالات کا استنفاد قائم رکھ کر حکومت انگریزی کے مصالح سے غیر جانب داری اختیار کرتا رہے +

(۸) مدرسہ دیوبند کی تاریخ کا پہلا دور مولانا رشید احمد کی وفات پر ۱۳۲۳ھ میں ختم ہوتا ہے۔ اس پہل سالہ دور کا سب سے بڑا کارنامہ علمی تحریک کی توسیع اور مرکزی فکر کی حفاظت ہے +

(الف) علمی تحریک اطراف ہند سے نکل کر افغانستان و ترکستان تک اور حجاز و قازان تک پہنچ گئی +

(ب) دیوبند کے مرکزی فکر پر جس قدر رگے ہوئے۔ وہ نصاریٰ اور ہندو کی طرف سے ہوں یا شیعہ و مبتدعین کی طرف سے۔ یا نجدی و مہنی ذوق رکھنے والے ہندوستانیوں کی طرف سے یا یورپین ذہنیت رکھنے والے نوجوانوں

کی طرف سے اُن میں سے اکثر اعتراضات کے جوابات محققانہ اور محاذِ انتہا تیار ہو گئے۔

(۹) ۱۳۲۳ھ سے حضرت مولانا محمود الحسن دیوبندی شیخ المندکی صدرِ ست میں مدرسہ دیوبند کا دوسرا دور شروع ہوا جو ۱۳۳۹ھ میں شیخ المندکی وفات پر ختم ہوا۔ اگر امام عبدالعزیز کی وفات پر ۱۳۳۹ھ میں خرب ولی اللہ کا پہلا دور ختم کر دیا جائے۔ اور امام ولی اللہ کے کام کو ۱۳۴۲ھ سے پانچ سال پہلے سے (جب انہوں نے ترجمہ قرآن لکھنا شروع کیا) شروع مان لیں۔ تو پہلا دور بھی سو سال ہجری کا بن جاتا ہے۔ اور دوسرا دور بھی پورے سو سال کا قرار پاتا ہے۔

(الف) سب سے پہلے مولانا شیخ المند نے مدرسہ دیوبند کے پرانے فارغ شدہ حاملوں کو جمعیت الانصار میں جمع کرنا شروع کیا اس طرح دیوبندی نظام کی تعلیمی اہمیت جماعتوں کی ساری اجتماعی طاقت منظم ہو گئی۔ اس نظام میں جس طرح ہندوستانی ممالک کے علماء داخل ہوئے۔ اسی طرح اصفانی اور ترکستانی علماء بھی شامل ہو گئے۔

(ب) درجہ تکمیل جواب تک غیر منظم صورت میں تھوڑے سے

افراد پر مشتمل تھا۔ اس کے قواعد و ضوابط منضبط ہو گئے۔ مولانا شیخ الہند نے امام ولی اللہ اور مولانا محمد قاسم کی کتابوں کو اس درجہ کی تعلیم کا لازمی عنصر قرار دیا گیا +

(ج) مدرسہ دیوبند کو دارالعلوم کے درجے تک پہنچایا۔ دارالحدیث کو اس کی مرکزی درسگاہ (کالج) قرار دیا +

۱۰، ۱۱۔ ۱۹۱۲ء کی حرب عمومی میں ٹرکی کے شامل ہونے کے بعد جمعیت الانصار کے توسط سے اپنی پارٹی کی پوری طاقت کو دولت عثمانیہ کی تائید میں استعمال کرنے کا فیصلہ کیا کیونکہ عثمانی سلطان خلافت اسلامیہ کا حامل تھا۔

(الف) مولانا شیخ الہند کی تحریک (باوجودیکہ ایک مذہبی اساس پر مبنی تھی) دنیا کی انقلابی تاریخ کا اہم واقعہ ہے جس طرح انقلاب فرانس بھی ایک مذہبی عالم کی تحریک سے شروع ہوا تھا۔ اور اس سے اس کی انقلابی طاقت کی توہین نہیں ہو سکتی۔ اس وقت مولانا شیخ الہند کی تحریک کی مقصیل ان صفحات پر نہیں لکھنا چاہیے۔ ہم یقین رکھتے ہیں کہ آنے والے دور کے بہترین مؤرخ اسے نہایت صفائی سے لکھیں گے۔ ہندوستان، انگلستان

لے پے ہار خیال تھا کہ مولانا شیخ الہند کے ان واقعات سے متعلق اجمالی اشارے حاشیے میں لکھوا

افغانستان، ترکستان کی تاریخ تو اس واقعہ کے بغیر مکمل ہو ہی نہیں سکتی۔ اس کے ساتھ یورپ کی انقلابی طاقتیں بھی اس کا احترام کرنے پر مجبور ہیں۔
 اب، الصدر الحمید مولانا محمد اسحاق نے ^{۱۳۳۹} ع کے بعد دوسرے دور کو دولت عثمانیہ کے اتصال سے شروع کیا تھا۔ اور مولانا شیخ الہند کے مشائخ

دیں گے جس بہت سی غلط فہمیاں دور ہو جائیں گی۔ لیکن بعد میں ہماری رائے بدل گئی۔ کیوں کہ اس بڑے معاملہ میں اشاروں سے کام نہیں لے سکے گا۔ اب ہمارا فیصلہ ہے کہ اس موضوع پر مستقل رسالہ انگریزی میں لکھوائیں گے۔ جس میں پہلے تو مولانا شیخ الہند کا اس تحریک میں اصل مقام کیا تھا۔ اسے معین کریں گے۔ مولانا محمد قاسم حکیم الہند امام ولی اللہ کی حکمت اور انقلاب کے مجدد تھے۔ اور مولانا شیخ الہند اپنے اس ذمہ مولانا محمد قاسم کے علم و عمل کے آرگن تھے۔
 اس کے بعد سر پر سے کاکس اور مشرمانٹیک وغیرہ برطانوی مدبرین کے بیانات نکال کر دئے جائیں گے۔

مولانا شیخ الہند صاحب مالٹا میں اسیر ہوئے۔ تو وہاں دول یورپ کے مختلف نمایندگان ملاقاتیں ہوئیں۔ وہ حیران تھے۔ کہ ایک ہندوستانی جو برطانوی سبکدوش ہے گورنمنٹ سے لڑائی کا اعلان کرتا ہے وہ کس طرح سزاؤں موت سے بچ گیا۔ اور پھر اسے جنگی بندی کا اعزاز کیوں دیا گیا۔
 مولانا شیخ الہند کے خدام جو یورپ میں کام کر رہے تھے۔ ان حکومتوں کے لوگ جب ان سے ملے تو انہیں اس تحریک کی تحقیق کا موقع ملا۔ ہم سے بھی جب کبھی یہ لوگ کابل میں یا یورپ میں ملے تو انہی مسائل کے متعلق بحث کرتے رہے۔ اس رسالہ میں ان مباحث کا خلاصہ بھی دے دیا جائے گا۔
 مضمون کی نوعیت کا اتفاق ہے۔ کہ یہ کتاب انگریزی میں شائع کی جائے۔

حمید اللہ سندھی

نے اسے تکمیل تک پہنچایا۔ مگر دولت عثمانیہ گزشتہ حرب عمومی میں ساقط
 گئی۔ اس لئے دولت عثمانیہ کی شکست پر حزب ولی اللہ کا دوسرا دور ختم ہو
 مولانا شیخ الہند نے دولت عثمانیہ کی تائید کے لئے جو تحریک شروع
 کی تھی۔ اس کی مرکزیت چونکہ دہلی میں تھی۔ اس سے ضمنی طور پر ہندوستان
 انقلاب کی تائید میں ایک غیر متوقع صورت پیدا ہو گئی۔ دولت عثمانیہ کی
 کے بعد مولانا شیخ الہند نے اس ہندوستانی تحریک کو اپنا مستقل موضوع
 بنالیا۔ اس سے ہم حزب ولی اللہ کا تیسرا دور شروع کرتے ہیں +

(۱) مولانا شیخ الہند نے (۱) امام ولی اللہ کی حکمت پڑھانا ضروری
 قرار دیا ہے۔ اس سے ہم ایک خاص نتیجہ اخذ کرتے ہیں۔ وہ یہ ہے کہ ہم
 امام ولی اللہ کی فلاسفی کو اپنی مستقل پارٹی کا اساسی اصول بناتے ہیں۔ یہ
 فلاسفی غیر مسلم ہندوستانی کو اپنے ساتھ لاسکتی ہے۔ یہ فلاسفی پورہ بین ازم کی
 لاومنیٹ کو فنا کر سکتی ہے۔ یہ فلاسفی اپنی اقتصادی مصلحت سے دنیا پر
 تفوق حاصل کر سکتی ہے۔

(۲) مولانا شیخ الہند نے کالج پارٹی کے انقلابی عنصر کو اپنی تحریک

لے کر جو کلاس دور کی ابتدا ترکی اتصال سے شروع ہوئی جب ترکی حکومت ختم ہو گئی۔ تو وہ پرانا پروگرام بیکار ہو گیا

میں شامل کر لیا تھا۔ اُن کے پارٹی پروگرام کو چلانے والے مولانا کفایت اللہ اور مولانا حسین احمد کے ساتھ ڈاکٹر مختار احمد انصاری اور مولانا محمد علی مساوی درجہ پر شریک تھے۔ اس سے ہم ایک خاص نتیجہ اخذ کرتے ہیں۔ ہم یورپین ازم کو اپنی مستقل پارٹی کے پروگرام میں داخل کرتے ہیں۔ کیونکہ ہم یقین رکھتے ہیں کہ کالج پارٹی کا انقلابی عنصر ترقی کر کے کمالی پروگرام منظور کر لے گا۔

البتہ ترکی کی طرح ہم لادینیٹ پر سکوت نہیں کرتے۔ بلکہ امام ولی اللہ کی فلاسفی سے اس کا علاج کر لیتے ہیں ۴

(۳) مولانا شیخ الہند نے انڈین نیشنل کانگریس کی شرکت منظور کرنی اس سے ہم ایک خاص نتیجہ اخذ کرتے ہیں۔ ہم عدم تشدد کی پالیسی ڈومینین اسٹیٹس حاصل کرنے کو اپنی مستقل پارٹی کے پروگرام میں داخل کرتے ہیں۔ ہم ثابت کر سکتے ہیں کہ عدم تشدد کا پابند ڈومینین اسٹیٹس ہی حاصل کر سکتا ہے ۵

ہمارے تیسرے دور کے پروگرام کا خلاصہ یہی تین اصول ہیں۔

(۱۲) جس طرح پہلے دور کے خاتمے پر اللہ تعالیٰ نے مولانا محمد اسماعیل شہید اور اُن کے رفقاء کے کارناموں سے تحریک کو زندگی بخشی۔ اسی طرح

ہم امید کرتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے دوسرے دور کے خاتمہ پر مولانا شیخ الہند اور ان کے مشائخ کی خدمات قبول فرمائے گا۔ اور ان کے عزائم میں اس قدر برکت نازل کرے گا۔ کہ امام ولی اللہ کی تحریک اپنے تیسرے دور میں ہند کی اصلاح کے توسط سے دنیا کی رہنمائی کا ذریعہ بن جائے • واللہ الموفق۔

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العلمین۔

جنا، نرندرا، سندھ ساگر پارٹی کا مختصر اساسی پروگرام

(۱) دہرا شاد کے پانے کا کوئی جو وطنی خدمت کو اپنا غرض ہی فرض سمجھتے ہیں۔ انڈین نیشنل کانگریس کے اندر ایک مستقل پارٹی تشکیل کرتے ہیں۔ جسے شمال مغربی ہند کے محدود و تقریبات سے تعلق ہوگا۔
(الف) اس پارٹی کا نام جنا نرندرا، سندھ ساگر پارٹی ہوگا۔

(ب) اس پارٹی کا میدان عمل چار حصوں پر مشتمل ہے۔ (۱) آج کا صوبہ سندھ جس کا مرکز کراچی ہے۔

(۲) دریائے سندھ اور اس کے معاونین کی زمین جس کا مرکز لاہور ہے (۳) دو آبہ گنگا جنا اور اس کا زیر اثر بحیری۔ بنارسى علاقہ جس کا مرکز دہلی ہے (۴) ہند کا ایسا حصہ جو اپنے فیصلے سے پارٹی میں شامل ہوگا۔ اس پارٹی کے نظری اصول یہ ہیں۔

(الف) عدم تشدد کی پابندی سے کامل آزادی حاصل کرنا (ب) کاشتکار اور دستکار رعیت کش

کی معاشی حالت درست کرنا۔ اور اسے ترقی دینے کے لیے یورپ کے محنت کش کے برابر بنانا (ج) ہند کو ایک

ملک بنیں۔ بلکہ یورپ کی طرح مجموعہ ممالک ماننا۔ زبان اور معاشرت کو ملی تقسیم کا اساس بنانا (د) ہر ایک

روستانی ملک میں مستقل سکونت رکھنے والے ہر مرد و عورت کا مساوی حق ماننا۔ اور جمہوری نظام پر قومیت

تجربہ دنیا۔ نسل، مذہب، عقائد کو تفوق کا ذریعہ نہ بنانا (د) ہر ایک ہندوستانی ملک کی تمام آبادی

ہلکی مادری زبان میں تعلیم دے کر ووٹ کی قیمت سمجھانا (و) حق یافتہ یورپ کے صنایع کو اپنے ملک

بکارت کرنے کے لئے اور وطن کی ضرورت و حفاظت میں ہر مرد و عورت کو جو انفرادی سکھانے کے لئے یورپ میں

مسترت اختیار کرنا (ز) فکر اور اخلاق اور سیاست میں یکسانی پیدا کرنے کے لئے امام ولی اللہ دہلوی

کی حکمت اور فلسفے کو پارٹی کا حقیقی اساس ماننا۔ اور اس راستے سے انسانیت کی خدمت کے لئے تیار کرنا۔

(ح) ہندوستان کی وحدت کو فیڈریشن میں مختصر سمجھنا (ط) فیڈریشن کی تشکیل کے لئے ایک کافی لمبی مدت

تک برٹش کامن ویلتھ میں رہنے کا فیصلہ کرنا (ی) فیڈریشن کی زمان ترقی یافتہ ہندوستانی (اور د) اور

انگریزی کو ماننا۔

۱۰۔ پارٹی کے حلی و لباسی اصول یہ ہیں۔

(الف) پارٹی اپنے تقریبات کو بچھونے کے لئے خاص تعلیم کا ہوں میں خدام خلق تیار کرے گی۔
وہی لوگ پارٹی کے ممبر بن سکیں گے۔ جو انسانیت کی خدمت کو اپنا فرض قرار دیں گے۔ اور عزم تشدد کی
سے اس فرض کی تعمیل میں ہر قسم کی مشقت برداشت کرنے کا جہد کریں گے۔ کہ وہ تکلیف دینے والوں پر کہ
مسرت میں ہاتھ نہیں اٹھائیں گے۔ (ب) پارٹی کے جس قدر ممبر حکومت میں شریک ہوں گے۔ وہ اپنی کڑ
پر میرے کڑ ملک کے ہر ایک فرد کے ساتھ یکساں معاملہ کریں گے۔ اور دشواری لینا بند کر لیں گے (ج) پارٹی
تجارت پیشہ ممبر پارٹی میں کمی بیشی نہیں کریں گے۔ حساب کھنے میں خیانت نہیں کریں گے۔ اور ربا،
کرائیں گے (د) پارٹی کے زمیندار ممبر کا اشتکار سے جو معاہدہ کریں گے اس کے پابند رہیں گے۔ کا اشتکار
کے خاندان کی طبیعت ہوئی ضروریات زندگی ہم پہنچانے میں پوری مدد دیں گے (د) پارٹی کے اشتکار
حکومت کا مقررہ خراج اور زمیندار کا حصہ معاہدے کی پابندی سے پورا ادا کریں گے (و) پارٹی کے
دستکار ممبر جس سے معاملہ کریں گے۔ امانت کو اپنا اشتعار بنائیں گے (ن) پارٹی کے جس قدر ممبر طبی یا اخلاقی
خدمت کرنے کے لئے مخصوص ہیں۔ وہ اپنے ملک کی جہات دُور کرنے میں اتنا ہی جدوجہد کریں گے۔
ادنی ضروریات زندگی پر اکتفا کریں گے (ح) پارٹی کے ہر ممبر کا فرض ہوگا۔ کہ وہ ہر ایک مرد و عورت
کو کھانا پلانا سکھائے (۱) اپنی ملکی زبان میں (۲) اپنی بین الاقوامی زبان میں (۳) ہر ایک پابند مذہب کو
اس کی مذہبی زبان میں (ط) پارٹی کے ہر اس ممبر کو اخلاقی استاد یا مرشد مانا جاتا ہے۔ فرض ہوگا کہ وہ اپنے
ملکی جماعتوں کو حقوق کا احترام سکھائے۔ یہاں تک کہ اس کے ملک کا ہر ایک شخص کسی انسان کی جان و مال عزت
کو نقصان پہنچانا اخلاقاً حرام سمجھے (ی) پارٹی کا ہر ایک ممبر اپنی ضروریات زندگی خود کا کر حاصل کرے گا۔
اس کا خرین ہوگا۔ کہ ملک سے بیماری کی زندگی کو ختم کرے۔ ہر امیر و غریب کو کسی نہ کسی طریقے سے
محنت کش بنایا جائے۔ و آخر وہ مولانا انجم الدین صاحب العالمین۔

عبد اللہ سندھی
مؤسس۔ ج۔ ن۔ سندھ سائیکس پارٹی

